حصہ چہارم

مجالس حسینیہؑ

حقیقت اسلام

سرکار صدر المحققین
سلطان المتکلمین
حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی
مدظلہ العالی علی روس المومنین

کے خطبات کا مجموعہ

مرتب
آغا محمد شعیب الحسن قمی
بونگہ حیات ضلع سرگودھا

زیر نگرانی
حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی
مدظلہ العالی علی روس المومنین

ناشر: حیدر بک ڈپو
امام بارگاہ بلاک 7
خوشاب روڈ سرگودھا
E-mail: raza_najfi@yahoo.com فون: 0300-6050501

فہرست عناوین

عشرہ مجالس

پیش لفظ

الحمد لاھلہ والصلوۃ علیٰ اھلھا

ماشاء اللہ! عزیز محترم مولانا شعیب الحسن قمی صاحب نے بڑی محنت کی ہے کہ سلطان المتکلمین حضرت علامہ الشیخ محمد حسین نجفی صاحب مدظلہ العالی کی مجالس کو کتاب کی صورت میں حصہ چہارم ترتیب دیا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ مومنین کرام استفادہ کر سکیں۔ اس سے پہلے مجالس حسینیہ حصہ اوّل، دوئم اور سوئم کو مومنین کرام نے کافی پسند کیا۔ ایک تقریر کو سن کر اُسے کتابی شکل دینا بہت مشکل کام ہے۔ مگر مولانا موصوف نے ایک اچھے انداز میں "مجالس حسینیہ" حصہ چہارم جو کہ حقیقت اسلام کے موضوع پر تقاریر ہیں مرتّب کیا ہے۔

دور حاضر کے مطابق "حقیقت اسلام" کے موضوع جو کہ مختلف عنوان پر ہے جیسے اصول دین، فروع دین، اخلاقیات، معاشیات وغیرہ حقیقت اسلام کے عنوان پر تحریر ہیں۔

یہ کتاب واعظین، مقررین، پیش نماز حضرات اور مومنین کرام کے لیے انتہائی مفید ہے۔

جناب سجاد حیدر نے اس مجموعہ تقاریر میں موضوع کے مطابق مناسب سرخیاں لگا دیں اور ابتدا میں فہرست عناوین بھی لکھ دی جس سے اس کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا اور استفادہ میں سہولت ہو گئی۔

نذر حسین صابر
مولوی فاضل ایم اے خطیب شیعہ وچھ تحصیل ساہی وال ضلع سرگودھا
0333-5115151

تعارف

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اِنَّ الدِّيۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ الۡاِسۡلَامُ

خالق کائنات کا ارشاد ہے کہ تمام ادیان عالم میں سے جو دین میرا پسندیدہ ہے اور دین و دنیا کی کامیابیوں کا ضامن دین ہے وہ اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلق کرنے کے بعد اشرف المخلوقات بنایا، ملائکہ جیسی معصوم مخلوق کو انسان کا خدمت گزار بنایا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کے علاوہ تمام دوسری مخلوقات (حیوانات و نباتات) کی ترقی و کمال اور بقا کیلئے قانون اور شریعت بنائی جس کو قانونِ فطرت کہتے ہیں۔ حیوان بھی اور نباتات بھی اس الٰہی قانون فطرت کے پابند ہو کر زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ قانونِ فطرت ہی ہے جو شیر کے بچے کو گھاس کھانے سے روکتا ہے اور بکری کے بچے کو گوشت کھانے سے روکتا ہے تاکہ حیوانات اور نباتات کی زندگی میں خرابی اور فساد پیدا نہ ہو۔

اسی طرح اشرف المخلوق انسان کی ہدایت، ترقی و کمال اور بقاء کی خاطر قانون شریعت بنایا جو کو دین اسلام کہتے ہیں۔

دین اسلام دراصل انسان کامل اور مومن کامل کے عقائد و نظریات، کردار و اعمال اور اخلاق حسنہ کا نام ہے۔ لہٰذا ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ دین اسلام کی تعلیمات کی معرفت حاصل کرے اور اسکے مطابق زندگی گزارے۔ دین اسلام کا حقیقی تعارف کرانے میں علمائے حقہ کی گراں قدر خدمات ہیں بالخصوص حضرت آیۃ العظمیٰ الشیخ محمد حسین النجفی صاحب کی علمی مجالس و تقاریر کا اہم کردار ہے۔

اس سلسلہ میں برادر عزیز مولانا محمد شعیب الحسن قمی صاحب مسلسل زحمت اٹھا رہے ہیں کہ نجفی صاحب کے مجموعہ تقاریر پر مشتمل کتاب بعنوان "حقیقت اسلام" محنت سے مرتب فرمایا۔ مجھے فخر ہے کہ موصوف ہمارے مدرسۃ الحسنین تلہ گنگ ضلع چکوال کے فاضل طالب علم رہے ہیں۔ حوزہ علمیہ قم سے واپس آ کر پاکستان میں علمی و دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ خداوند متعال بحق محمدؐ و آل محمدؐ انکو کامیاب فرمائے۔

سید عاشق حسین نقوی
پرنسپل مدرسۃ الحسنین دارالعلوم فاطمہ تلہ گنگ ضلع چکوال
0301-5236275 / 0543-690127

پہلی مجلس

حقیقت اسلام

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین

حقیقت اسلام

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ اَھْلِ بَیْتِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمُبِیْنَ وَھُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِیْنَ:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ○

(سورہ آل عمران) (صلوات)

خالق کائنات کے اِس فرمان واجب الاحترام کا ترجمہ اور حاصل مطلب یہ ہے کہ خالق اکبر ارشاد فرما رہا ہے کہ اے ایمان والو! اے ایمان کے دعویدارو! اللہ سے اُس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔ اور اُس وقت تک نہ مرو جب تک پہلے صحیح معنوں میں مسلمان نہ بن جاؤ اور پھر اللہ کے دین والی رسی کو مضبوطی سے پکڑ و اور آپس میں تفرقہ بازی اور تفریق سازی نہ کرو۔ (صلوات)

عظیم احسان

محرم الحرام سن ۱۴۳۵ ہجری کا آغاز ہے، سید الشہداؑ کی قربانی اتنی عظیم تھی، اتنی عظیم ہے اور عظیم رہے گی کہ جب سے امامؑ عالی مقام شہید ہوئے ہیں

اُس وقت سے لے کر آج تک امامؑ عالی مقام زندہ ہیں اور صبح قیامت تک زندہ رہیں گے۔ قیامت آجائے گی ہر چیز فناء ہو جائے گی لیکن نام حسینؑ پھر بھی زندہ رہے گا۔ جوش ملیح آبادی نے بڑے ہوش کے عالم میں کہا تھا:۔

انقلابِ تند خُو جس وقت اُٹھائے گا نظر
کروٹیں لے گی زمیں ہو گا فلک زیر و زبر

کانپ کر ہونٹوں پر آجائے گی رُوحِ بحر و بر
وقت کا پیرانہ سالی سے بھڑک اُٹھے گا سر

موت کے سیلاب میں ہر خشک و تر بہہ جائے گا
ہاں مگر نامِ حسینؑ ابن علیؑ رہ جائے گا

خالق اکبر کے بے شمار احسانات و انعامات میں سے ایک احسان عظیم یہ بھی ہے کہ اُس نے ہمیں مسلمان بنایا، مسلمان بنانے کے بعد پھر اہل ایمان بنایا یعنی حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ کا غلام بنایا۔ اُن کی خوشی میں خوش ہونے اور اُن کی غمی میں غمناک ہونے کی سعادت عطا فرمائی۔ میں سمجھتا ہوں:۔

ع این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ اللہ کی دَین ہے جس کو چاہے عطا کر دے، یہ اللہ کا فضل و کرم ہے جس پر چاہے کرم کر دے، یہ وہ چیز نہیں جو بازار سے خریدی جاسکتی ہو یا طاقت و قوت کے بل بوتے پر اِس پر قبضہ جمایا جا سکے۔ خالق کائنات یہ دولت چاہے تو جھونپڑیوں میں رہنے والوں کو عطا کر دے اور چاہے تو سُپر طاقت والوں کو محروم کر دے۔ یہ اللہ کی دَین ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اُس کے انعامات و احسانات میں سے یہ بھی ہے کہ اُس نے اِس سال پھر ہمیں مہلت

دی ہے کہ سید الشہداؑ کا مصائب، اُن کے غم، اُن کے حالات، اُن کے واقعات، اُن کے مصائب، اُن کے شدائد بیان کر کے بارگاہ رسالت میں اور بارگاہ امامت میں اور بارگاہ سیدۃ النساء میں اپنی عقیدت کے پھول پیش کر سکیں اور اپنی ارادت کا گلدستہ پیش کر سکیں کہ ہم بھی اُن لوگوں میں شامل ہیں جو آل محمدؐ کی خوشی میں خوش ہوتے ہیں، اور اُن کے غم میں سوگوار نظر آتے ہیں اور اشکبار نظر آتے ہیں۔

خداوند عالم نے آپ حضرات کو بھی توفیق عطا فرمائی ہے جو تشریف لاتے ہیں اور بانیان مجالس، بانیان امام بارگاہ اُن کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔ جب سے یہ امام بارگاہ بنا ہے اس میں صف ماتم بچھاتے ہیں دوسرے پروگرام بھی کرتے ہیں۔ آل محمدؐ کی خوشی کے دن ہوں تو یہ جشن مناتے ہیں، اُن کے غم کے دن ہوں تو مجالس عزا پڑھاتے ہیں۔ اور علاوہ بریں آپ کو معلوم ہے کہ ماہ رمضان جو نزول قرآن کا مہینہ ہے اُس میں درس قرآن کا بھی اہتمام فرماتے ہیں۔

قرآن اور اہلبیت

ظاہر ہے کہ پیغمبر اسلامؐ اپنے بعد دو عظیم چیزیں چھوڑ کے گئے تھے:۔

اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقْلَیْنِ كِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ وَ اِنَّهُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ.

یہ پیغمبر اکرمؐ کی وہ حدیث ہے جس کو تمام اسلامی مکاتب فکر نے اپنی اپنی کتابوں میں صرف درج ہی نہیں کیا بلکہ اِس کے تواتر کی تصریح کی ہے۔ اور متواتر حدیث اُس کو کہتے ہیں جس کے انکار کرنے سے آدمی دین اسلام سے

خارج ہو جاتا ہے اور کافروں کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے ۔تو پیغمبر اکرمؐ نے اپنی وفات سے پہلے اپنے صحابہ کرامؓ کو، تمام مسلمانان عالم کو اور آنے والی نسلیں جو قیامت تک پیدا ہوں گی سب کو خطاب کر کے فرمایا تھا: ۔

میں دُنیا سے جا رہا ہوں کیونکہ: ۔

ے　جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا
جب احمدؐ مرسل نہ رہے کون رہے گا

موت برحق ہے: ۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ (سورہ الرحمٰن)

لہٰذا میں دُنیا سے جانے والا ہوں، میرا مشن مکمل ہو چکا ہے، میں نے دین اسلام پہنچا دیا ہے، اُس کی بقا کا انتظام کر دیا ہے ۔لہٰذا میں اپنے بعد دو عظیم الشّان چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں ایک کا نام اللہ کی کتاب ہے جسے قرآن مجید کہا جاتا ہے اور دوسری میری عترت اہلبیت ہے جس کو علیؑ اور اولاد علی علیہم السّلام کہا جاتا ہے ۔

فرمایا جب تک تم ان دونوں کے دامن سے وابستہ رہو گے، تمہارے ایک ہاتھ میں دامن قرآن ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں دامن آل محمدؐ تو میں پیغمبر ہو کر، عصمت کبریٰ کا تاجدار ہو کر، اقلیم ختم رسالت کا مالک و مختار ہو کر گارنٹی دیتا ہوں، ضمانت دیتا ہوں کہ جب تک تم اِن کے دامن سے وابستہ رہو گے قیام قیامت تک کبھی گمراہ نہیں ہو گے ۔اور قرآن اور اہلبیتؑ میں بھی وہ گہرا تعلق ہے، وہ لازم وملزوم والا رشتہ ہے، وہ سبب اور مسبب والا تعلق ہے کہ جب تک دونوں اکٹھے بروز قیامت حوض کوثر پر میری بارگاہ میں حاضر نہیں ہو جائیں گے

کائنات کی کوئی طاقت نہ قرآن کو آلِ محمدؐ سے الگ کر سکے گی اور نہ کوئی قوت و طاقت اہلبیتؑ رسالت کو قرآن سے جدا کر سکے گی۔ ہمیشہ اکٹھے رہیں گے اور دُنیا والوں کے لیے باعث امن و امان بھی رہیں گے اور باعث رُشد و ہدایت بھی رہیں گے۔ (صلوات)

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہیں کہ ہمارے ایک ہاتھ میں دامن قرآن ہے اور دوسرے ہاتھ میں دام آلِ عباء ہے۔ قرآن کو پڑھتے ہیں جب سمجھنے کا وقت آئے تو آلِ محمدؐ کے دروازے پہ دستک دیتے ہیں۔ جو کچھ فرما دیتے ہیں ہم اُس کو پلّے باندھ لیتے ہیں اور حرز جان بنا لیتے ہیں۔

بنی اُمیہ کی تاریخ گواہ ہے، بنی عباس کی تاریخ گواہ ہے، ساڑھے چودہ سو سال کی داستانِ خون کُشاں گواہ ہے کہ بڑے بڑے ظالم، بڑے بڑے ستم گر، بڑے بڑے شاہانِ دوراں، بڑے بڑے بادشاہان ظالم و جابر آئے اور حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ آج اُن کی قبروں پر کوئی فاتحہ پڑھنے والا نہیں، کوئی اُن کا ذکر خیر کرنے والا نہیں اور بجز لعنت اُن کا نام لینے والا بھی کوئی نہیں۔ لیکن آج ہم فخر سے کہتے ہیں کہ:۔

؎ نہ مٹا، مٹ نہ سکا نام تیرا اے مولاؑ
آپ ہی مٹ گئے تجھ کو مٹانے والے

(نعرہ)

وہ نام حسینؑ بھی نہ مٹا سکے، آلِ محمدؑ کی عظمت بھی نہ گھٹا سکے اور شیعان حیدر کرارؑ کو بھی ختم نہ کر سکے۔ کیونکہ خالق کائنات نے ان کی بقاء کی ضمانت دی ہے۔

ع وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے

لہٰذا آئندہ بھی انشاء اللہ اُمید ہے اور بلکہ یقین کامل ہے کہ:۔

ع　　پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

لہٰذا ہم خالق کائنات کی حمد و ثناء کرتے ہیں، اُس بارگاہ میں نذرانہ شکریہ ادا کرتے ہیں اور پیش کرتے رہیں گے کہ اُس نے ہمیں ایک بار پھر مل جل کر ذکر حسینؑ، ذکر اہلبیتؑ، ذکر قرآن اور ذکر آل محمدؐ کرنے کی سعادت عطا فرمائی ہے۔ اِس کا جتنا شکریہ ادا کیا جائے اُتنا کم ہے۔

انشاء اللہ جس قدر وقت کے دامن میں گنجائش ہوگی، اللہ کا قرآن بھی پڑھا جائے گا، چودہ کا فرمان بھی پڑھا جائے گا اور حالات حاضرہ کے مطابق، ضرورت کے مطابق گفتگو بھی کی جائے گی۔ اِنشاء اللہ آپ شرکت فرمائیں گے اور جوش و خروش کے ساتھ حاضر ہوں گے تو انشاء اللہ کچھ نہ کچھ لے کر جائیں گے، خالی جیب و دامن نہیں جائیں گے۔

مجھے افسوس ہے کہ آج پہلے دن وقت کی پابندی نہ ہو سکی۔ انشاء اللہ آئندہ وقت کی پوری پابندی کی جائے گی۔ میں تو گھر میں تھا لیکن سواری کے بھیجنے میں تھوڑی تاخیر ہوگئی اور میری موٹر خراب تھی اِس لیے:۔

ع　　ہوئی تاخیر تو کوئی کوئی باعث تاخیر بھی تھا

اِس لیے اُمید ہے کہ آپ درگزر فرمائیں گے اور انشاء اللہ آئندہ کوتاہی نہیں ہوگی۔　(صلوات)

اسلام اور ایمان

تو میرے دوستو، عزیزو اور بزرگو! ایک مسئلہ، جو اِس میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ اسلام اور ایمان دو حقیقتیں ہیں یا ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام اور ایمان دونوں مترادف لفظ ہیں یعنی دونوں کا مفہوم ایک ہے۔ لفظ دو ہیں مطلب ایک ہے، لفظ دو ہیں معنی ایک ہے۔ لیکن

یہ نظریہ صحیح نہیں۔ قرآن گواہ ہے کہ اسلام اور ہے اور ایمان اور ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ کچھ آعرابی (بدو) بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ "آمَنَّا" ہم ایمان لے آئے ہیں، ہم مومن ہیں، تو خالق کائنات فرماتا ہے، میرا حبیب اِن ایمان کے دعویداروں سے کہہ دو کہ "اَسْلَمْنَا" ہم اسلام لے آئے ہیں۔

وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ط (سورہ حجرات آیت ۱۴)

تم نے ایمان کا دعویٰ کیا ہے، ابھی تک ایمان تو تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اِس آیت نے واضح کر دیا کہ اسلام اور ہے، ایمان اور ہے۔ یا یوں سمجھ لو اسلام ہے میٹرک پاس کرنے کا اور ایمان نام ہے ایم اے پاس کرنے کا۔ ایک آدمی جس نے ابھی امتحان میٹرک کا دیا ہو کہ لوگوں میں بیٹھ کر بڑ ہانکے کہ میں ایم اے پاس ہوں تو جو مخبر ہے، اُس کا یارِ غار ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میاں :۔

ع اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت

تو نے ابھی تک ایف اے کا امتحان بھی نہیں دیا تو ایم اے کا کیسے دعویٰ کر رہا ہے؟ ۔تو خالق کائنات نے اُن کے دعویٰ کی تردید کی اور فرمایا کہ تم یہ کہو کہ ہم اسلام لے آئے ہیں۔

اسلام کے لیے عقائد

لہٰذا اب یہی وجہ ہے کہ ہمارے علمائے آعلام کے کلام سے اور معصومینؑ کے فرمان سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نام ہے تین عقیدوں کا :۔

① جو اللہ کو واحد لاشریک مان لے۔

② جو پیغمبر اکرمؐ کو خاتم الانبیاء بھی مان لے۔

(۴) اور قیامت کو برحق مان لے اُس کو کہتے ہیں مسلمان ۔
یعنی جو کہے: ۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

وہ عالم اسلام میں داخل ہو جاتا ہے، اسلامی برادری کا رُکن بن جاتا ہے ۔ اُس کو کافر کہنے والا خود کافر کہلاتا ہے ۔

ایمان کے لیے عقائد

لیکن اب ایمان کیا ہے؟ ایمان ہے دو اور عقیدوں کے ساتھ شامل کرنے کا ۔ جو اللہ کو اللہ بھی مانے اور اللہ کو عادل بھی مانے اور پیغمبر اکرمؐ کے بعد حیدر کرارؑ سے لے کر امام مہدیؑ دوراں تک پیغمبرؐ کا قائم مقام مانے اور اپنا ہادی و امام مانے اور قیامت کو برحق مانے اُس کو صاحب ایمان کہتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ دوں جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتا ہے وہ مسلمان ہے جو ساتھ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰہِ پڑھتا ہے وہ صاحب ایمان ہے ۔ یہ ہے عمومی معنی اسلام اور ایمان کا ۔

اسلام اور ایمان کا درجہ

آپ حیران ہوں گے کہ خالق کائنات اِس آیۂ مبارکہ میں جس کو میں نے اپنے بیان کا عنوان قرار دیا ہے ۔ خطاب کر کے اہل ایمان کو فرماتا ہے ۔ اے ایمان والو! اُس وقت تک نہ مرو، جب تک پہلے مسلمان نہ بن جاؤ ۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ اُلٹ ہے ۔ اسلام کا درجہ بلند ہے ایمان کا درجہ اُس سے پست ہے ۔

پہلے تو یہ غور کرنا پڑے گا کہ خالق کائنات نے وہاں کیا فرمایا اور یہاں کیا فرما رہا ہے ۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ قرآن میں اختلاف کا نام و نشان بھی

نہیں ہے۔ اِس لیے کہ قرآن کے اللہ کا کلام ہونے کے مِن جملہ دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قرآن میں اختلاف نہیں ہے۔ الحمد کی الف سے لے کر والناس کی سین تک جو قرآن پہلے کلام میں کہتا ہے وہی آخری بیان میں بھی کہتا ہے۔ نہ اُس کی سورتوں میں اختلاف، نہ اُس کی آیتوں میں اختلاف، نہ اُس کے رکوعوں میں اختلاف، نہ اُس کی مدّ وشد میں اختلاف:۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾

(سورہ النساء)

اللہ فرماتا ہے کہ قرآن اگر میرا کلام نہ ہوتا تو اِس میں اختلاف موجود ہوتا پر قرآن میں اختلاف کا نہ ہونا یہ دلیل ہے کہ یہ خالق کائنات کا کلام حق ترجمان ہے۔ اِس لیے مفسرین اسلام نے یہ حقیقت بیان کی ہے اور میں نے بھی اپنی تفسیر میں اِس پر مفصل تبصرہ کیا ہے کہ اسلام کے بھی دو معنی ہیں اور ایمان کے بھی دو معنی ہیں۔

پہلا معنی جو میں نے کہا کہ بدوؤں نے کہا تھا کہ ہم ایمان لائے ہیں۔ خالق نے فرمایا تم کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں۔ وہ اسلام کے عمومی معنی ہیں اور ایمان کے بھی عمومی معنی ہیں۔ جو اقرار کرے خدا ہے، نبی ہے، قیامت ہے وہ مسلمان کہلاتا ہے اور جو اِس کے ساتھ دو عقیدے اور بھی رکھے اللہ کو عادل بھی مانے اور آلِ محمدؐ کو امام بھی مانے اُس کو صاحبِ ایمان کہتے ہیں۔

لیکن یہاں ایمان اور معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اسلام بھی اور معنوں میں۔ وہ خصوصی معنی اور ہیں اور عمومی معنی اور ہیں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اس کا مطلب ہے اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! ابھی تک تم صحیح معنوں میں مسلمان بھی نہیں بنے تو ایمان کا دعویٰ کیسے کرتے ہو؟ یا اللہ یہ بتا اسلام کیا ہے؟

فرماتا ہے اسلام وہی ہے، حقیقی اسلام جس کی دُعا خلیلؑ اور اسماعیلؑ نے مانگی تھی خانہ کعبہ بنانے کے بعد، تعمیر سے فارغ ہونے کے بعد، پرنالے سے پانی بہانے کے بعد اللہ کی بارگاہ میں اُجرت مانگتے ہیں۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ۔

اے اللہ ہمیں اپنا حقیقی مسلمان بنا۔ حضرت یوسفؑ جو نبی ابن نبی ابن نبی ہیں، جدی پشتی نبی ہیں۔ وہ خالق کائنات کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ:۔

رَبِّ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ

اے میرے پروردگار میری وفات حقیقی اسلام پر ہو اور میرا حشر نشر بروز قیامت تیرے نیکوکار بندوں کے ساتھ ہو۔ یہ اسلام اُس معنی میں استعمال ہوا کہ نبی بھی اپنے اسلام کی دُعائیں مانگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ اسلام بمعنی الاخص ہے اور ایمان بمعنی الاعم ہے۔ اے ایمان کے دعویدارو حقیقی معنوں میں پہلے مسلمان بنو۔

حقیقی اسلام

حقیقی اسلام کیا ہے؟ آدمی مہد سے لے کر لحد تک، پنگھوڑے سے لے کر قبر کے کنارے تک کوئی بات نہ کرے جو اللہ کی منشاء کے خلاف ہو، کوئی کام نہ کرے جو اللہ کی رضا کے خلاف ہو، کوئی عملی اِقدام نہ کرے جو منشاء خالق ذوالجلال کے خلاف ہو، کسی سے نہ لڑے جو لڑائی اللہ کی مرضی کے خلاف ہو، کسی سے صلح نہ کرے جب تک خالق کی رضا کو نہ دیکھ لے۔ جس کا ہر کام، جس کا ہر اِقدام، جس کا ہر کلام، جس کی ہر حرکت، جس کا ہر سکون منشاء خالق کے مطابق نظر آئے اُس کو حقیقی مسلمان کہتے ہیں۔ (صلوات)

تو خالق کائنات اِس عام مومن کو، مومنین کہلوانے والوں کو یہاں چند حکم

دے رہا ہے:۔

☆ پہلا حکم ہے اِتَّقُوا اللّٰہَ اللہ سے ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔

☆ دوسرا حکم مرنے سے پہلے صحیح معنوں میں مسلمان بنو۔

☆ تیسرا حکم یہ ہے کہ اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور ایک چیز سے روکا ہے کہ آپس میں تفرقہ بازی نہ کرو، اِختلاف سازی نہ کرو۔

لہٰذا اِس آیت کے مطابق یہاں اِس عشرہ محرم میں چند چیزوں پر تبصرہ کیا جائے گا۔ پہلا یہ کہ تقویٰ جو اللہ بار بار فرماتا ہے کہ اللہ سے ڈرو۔

☆ اللہ سے ڈرنے کا صحیح مطلب کیا ہے؟

☆ تقویٰ الٰہی اختیار کرنے کا مفہوم کیا ہے؟

☆ حقیقی مسلمان بن کر جینے مرنے کا طریقہ کار کیا ہے؟

☆ اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کا صحیح مطلب کیا ہے؟

☆ تفرقہ بازی میں نقصان کیا ہے، زیاں کیا ہے؟

☆ اُس سے بچنے کا طریقہ کار کیا ہے؟

اُمید ہے کہ عشرہ محرم کے ساتھ ساتھ اِس آیت کے مطالب بھی ختم ہو جائیں گے اور جب یہ مطالب ختم ہو جائیں گے تو انشاء اللہ سننے والوں کا دامن مُرادلبریز ہو جائے گا، پُر ہو جائے گا۔ جب واپس جائیں گے تو انشاء اللہ دینی معلومات میں قابل قدر اضافہ کر کے واپس جائیں گے۔ (صلوات)

تقویٰ کی اہمیت

تو میرے دوستو، عزیزو اور بزرگو! قرآن میں جا بجا پر لکھا ہوا ہے اور جا بجا یہ آیتیں پڑھتے ہیں اِتَّقُوا اللّٰہ۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۝۱۱۹ (سورہ التوبہ)

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (سورہ آل عمران)

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۴﴾ (سورہ التوبہ)

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۲﴾ (سورہ البقرہ)

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (سورہ الانفال)

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ (سورہ الاعراف)۔

دیکھنا یہ ہے کہ اللہ سے ڈرنے کا مطلب کیا ہے؟ آیا کوئی اللہ ڈراؤنی شے ہے، جس سے ڈر کے دور بھاگنا چاہیئے ۔اللہ کوئی خطرناک شے ہے جس سے اجتناب کرنا چاہیے، اللہ کوئی ہولناک شے ہے جس سے دُور بھاگنا چاہیے ۔اسلام یہ کہتا ہے، ہمارا ایمان یہ کہتا ہے، اللہ کا قرآن کہتا ہے، خالق اکبر ہمارا خالق بھی ہے اور ہمارا مالک بھی ہے، ہمارا پالک بھی ہے، ہمارا محسن اعظم بھی ہے اور اتنا بڑا محسن اعظم ہے کہ خود فرماتا ہے: ۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ (سورہ النحل آیت ۱۸)

اگر تم سب کے سب مل کر میری نعمتوں کو شمار کرنے بیٹھ جاؤ، تمہاری زندگیوں کے چراغ بجھ جائیں گے، پر میری نعمتوں کو شمار نہیں کرسکو گے ۔

اللہ کا تقرب

مجھے آپ بتائیں ایسا محسن جو ہمارا خالق بھی ہے اور مالک بھی ہے اور پالک بھی اور منعم بھی اور محسن بھی وہ محبت کے لائق ہے یا ڈرنے کے قابل ہے؟ ۔یقیناً آپ کہیں کے وہ محبت کرنے کے قابل ہے کیونکہ: ۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔

محسن کے احسان کا بدلہ احسان کے سوا کوئی نہیں ہوتا ۔تو جب وہ ہمارا منعم بھی ہے، ہمارا محسن بھی ہے اور خالق و مالک بھی ہے تو اُس سے تو پیار کرنا

چاہیے، اُس کے قریب جانا چاہیے، اُس کا تقرب حاصل کرنا چاہیے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہر عبادت کے بجالانے میں قصدِ قربت شرط ہے ۔ نماز پڑھو تو قُرْبَةً اِلَى اللهِ، روزہ رکھو تو قُرْبَةً اِلَى اللهِ، حج و زیارات کا سفر کرو تو قُرْبَةً اِلَى اللهِ، زکوٰۃ و خمس ادا کرو تو قُرْبَةً اِلَى اللهِ۔ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے، اللہ کا قُربِ معنوی اور روحانی حاصل کرنے کے لیے میں نماز پڑھ رہا ہوں، میں روزے رکھ رہا ہوں یا یہ عمل کر رہا ہوں ۔

اللہ سے ڈرنے کا مطلب

جب اللہ تقرب کے لائق ہے، قریب جانے کے لائق ہے، وہ نزدیک جانے کے قابل ہے تو پھر کیوں فرماتا ہے مجھ سے ڈرو، مجھ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو؟ ۔

تو میرے دوستو! اگر آلِ محمدؐ جیسے معلمِ قرآن نہ ہوتے تو ہم قیامت تک یہی ٹامک ٹوئیاں مارتے رہتے کہ اللہ سے ڈرنے کا مطلب کیا ہے؟ صادق آلِ محمدؐ نے چٹکی میں مسئلہ حل کر دیا فرماتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم مانتے ہو کہ اللہ تمہارا خالق بھی ہے اور مالک بھی اور پالک بھی ہے، وہ محسن بھی ہے اور تمہارا منعم بھی، تو اللہ سے ڈرو کا مطلب ہے کہ اُس کی نافرمانی سے ڈرو، اُس کی حکم عدولی سے ڈرو، اُس کی عصیاں کاری سے ڈرو ۔

کیونکہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ اُس کی ادنیٰ سی مخالفت کی جائے، بلکہ اُس کی اطاعت کرو، اُس کی تابعداری کرو، اُس کی فرمانبرداری کرو کیونکہ خالق اِس قابل نہیں کہ اُس کی نافرمانی کی جائے ۔ ہماری عادت ہے کہ جب ایک گناہ کرنے لگتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ چھوٹا گناہ ہے کر لو، اللہ بڑے گناہوں سے بچائے ۔

دوسرا گناہ کرنے لگیں تو کہتے ہیں یہ بھی چھوٹا گناہ ہے، گناہ صغیرہ ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر ہمت بڑھتے بڑھتے آخرکار گناہانِ کبیرہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ، حکیم الامت نبی نے جناب ابوذرؓ سے فرمایا تھا:۔

يَا اَبَاذَرْ! لَا تَنْظُرْ اِلٰى صِغَرِ الْخَطِيْئَةِ، وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلٰى مَنْ عَصَيْتَهٗ

اے ابوذرؓ! جی آقا! فرمایا جب اللہ کی نافرمانی کا ارادہ کرو تو گناہ کے چھوٹے پن پہ نظر نہ کرو، یہ گناہ صغیرہ ہے کوئی حرج نہیں، لہٰذا گناہ کے چھوٹے پن پہ نظر نہ کرو وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلٰى مَنْ عَصَيْتَهٗ اُس پروردگار کی عظمت و جلالت پر نگاہ کرو جس کی نافرمانی کر رہے ہو۔ اگر اللہ کی عظمت و جلالت کا تصوّر کرو گے تو تمہیں چھوٹے گناہ بھی پھر بڑے نظر آئیں گے اور اللہ کی چھوٹی سی نافرمانی کرنے سے بھی دامن کو بچاؤ گے۔ یہ وہ سرکار ہے، وہ بارگاہ ہے جہاں نبی و وصی بھی کانپتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حضرت علیؑ کا اللہ سے ڈرنا

علیؑ ولی جیسے امام اور امام مبین روتے ہوئے نظر آتے ہیں اور تر شاخ کی طرح جو ہوا کے تیز و تند جھونکے لگنے سے ہلتی ہے مولاؑ یوں کانپتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مولاؑ کے لیے جب مصلّی عبادت بچھایا جاتا تو مولاؑ تھر تھر کانپتے تھے۔ کسی آدمی نے بڑھ کے عرض کیا! مولاؑ آپ وہی علیؑ نہیں جن کا نام سُن کر جوانانِ عرب پانی ہو جاتے ہیں، جن کا نام سن کر بڑے بڑے پہلوان، بڑے بڑے جنگ آزما، بڑے بڑے جنگ جو میدان چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

مولاؑ نے فرمایا، میں وہی علیؑ ہوں۔ تو عرض کیا مولاؑ پھر کانپ کیوں رہے ہیں، رو کیوں رہے ہیں؟ فرمایا تو نے میری جلالت دیکھی ہے، میری شجاعت

دیکھی ہے، میری بہادری کے کارنامے تو دیکھے ہیں پر تمہیں کون بتائے کہ جس کی سرکار میں کھڑا ہوں وہ سرکار کتنی عظیم ہے؟ ۔اُس ذاتِ ذوالجلال کی عظمت وجلالت مجھے کانپنے پر مجبور کرتی ہے اس لیے میں تھر تھر کانپ رہا ہوں ۔

یہاں اماموں کے رنگ بدلتے ہوئے نظر آتے ہیں جب وضو کرتے ہیں، ہم وضو کرتے ہوئے گپیں ہانگ رہے ہوتے ہیں، لوگوں سے باتیں کر رہے ہوتے ہیں، امام و نبی جب وضو کرتے تھے تو اُن کا رنگ زرد پڑ جاتا تھا ۔ کوئی پوچھتا مولاً یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ تو فرماتے کہ آحْکَمُ الْحَاکِمِیْن رب العالمین، اللہ العالمین کی سرکار میں حاضر ہونے کی تیاری کر رہے ہیں اور اُس ذاتِ ذوالجلال کی عظمت وجلالت ہمارے رنگوں کو کبھی زرد کرتی ہے، کبھی سُرخ کرتی ہے، اُس کی جلالت کا تصور کر کے ہم کانپنے لگ جاتے ہیں ۔

(صلوات)

تو اللہ سے ڈرنے کا مطلب ہوا، اللہ کی نافرمانی سے ڈرنا، اللہ کی حکم عدولی سے ڈرنا، اللہ کی نافرمانی سے ڈرنا، اللہ کی عصیان کاری سے ڈرنا، اللہ کی نافرمانی اور ناہنجاری سے ڈرنا ۔لہٰذا فرماتا ہے اگر مومن ہو تو میری نافرمانی سے ڈرو ۔

تقویٰ کا مقام

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ تقوے والی صفت کا مقام کیا ہے؟ اُس کی شان کیا ہے، اور حاصل کرنے کا طریقہ کار کیا ہے؟ ۔　　　(صلوات)

جہاں تک تقویٰ کی اہمیت کا تعلق ہے، تقویٰ کی جلالت کا تعلق ہے، تقویٰ کی بلندیِ مقام کا تعلق ہے تو میں کہہ سکتا ہوں اسلام کے پورے عبادات پورے الف سے لے کر یے تک نماز ہو، یا روزہ ہو، یا حج ہو، یا جہاد ہو، یا زکوٰۃ

ہو، یا خمس ہو جتنے اوامر ونواہی ہیں پورے دین اسلام کے فروع دین جتنے ہیں سب کی بجا آوری کا مقصد سوائے حصول تقویٰ کے کوئی اور نہیں ہے۔

دو چار آیتیں پڑھ کے سُنا دیتا ہوں تا کہ اطمینان قلب ہو جائے۔ خالق فرماتا ہے:۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴿۱۸۳﴾ (سورہ البقرہ)

روزہ ماہ رمضان کا تم پر اُسی طرح واجب قرار دیا گیا جس طرح پہلی اُمتوں پر واجب تھا تا کہ روزہ رکھ کے تم متقی اور پرہیز گار بن جاؤ۔ نماز کے بارے میں یہی ہے کہ نماز پڑھو تا کہ متقی بن جاؤ، حج بیت اللہ کے بارے میں یہی ہے فرمایا کہ حج بیت اللہ اِس لیے واجب قرار دیا گیا تا کہ تمہارے اندر تقویٰ کا جوہر پیدا ہو جائے۔ ایک آیت میں ساری عبادات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے کہ:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴿۲۱﴾ (سورہ البقرہ)

اے اللہ کے بندو، اے اولاد آدمؑ، جن کا باپ آدمؑ ہے اور ماں جن کی حواؑ ہے سارے مل کر اُس پروردگار کی عبادت کرو، جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور پھر صرف تمہیں پیدا ہی نہیں کیا بلکہ تمہارے آدمؑ تک آباؤ اجداد کو بھی اُسی نے پیدا کیا ہے۔ یا اللہ عبادت کریں گے تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ ہمارے اوپر کون سا سُرخاب کا پَر لگ جائے گا؟ فرماتا ہے جب عبادت کرو گے، میری اطاعت کرو گے، فرمانبرداری کرو گے تو متقی بن جاؤ گے، پرہیز گار بن جاؤ گے۔ یا اللہ پرہیز گار بن گئے تو انعام کیا ملے گا؟ فرماتا ہے جنت میں داخل ہونے کے

حقدار بن جاؤ گے، کیونکہ اَلْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ جنت متقیوں کے لیے بنائی گئی ہے وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ جنت جو ہے آخری گھر وہ اہل تقویٰ کے لیے سجایا گیا ہے اور بنایا گیا ہے:۔

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾ (سورہ شعراء آیت ۹۰)

جنت قریب لائی گئی ہے تو متقیوں کے لیے ۔ الغرض پورا قرآن چھلک رہا ہے، قرآن اگر باعث ہدایت ہے تو هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ یہ عالمین کے رب کا کلام ہے، رحمۃ للعالمین پر نازل ہوا، پورے عالمین کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے ۔لیکن اللہ نے نتیجہ بتا دیا ہے کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔اس قرآن سے وہی ہدایت حاصل کریں گے جن کے ہاتھوں میں تقویٰ کا دامن ہے ۔ ہر بندہ کہتا ہے مجھے اللہ سے بڑا پیار ہے، میں سب سے بڑھ کر اللہ کو مانتا ہوں ۔ اللہ نے فیصلہ کر دیا:۔

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ (سورہ انفال آیت ۳۴)

اگر میرا دوست ہے تو صرف وہ ہے جس کے ہاتھ میں تقویٰ کا دامن ہے، جو متقی ہے وہ میرا مُحِب صادق ہے اور جو شخص میری محبت کا دامن پکڑنے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن متقی نہیں ہے وہ میرا دشمن ہے، میرا حُبدار نہیں ہے ۔ پھر ہر بندہ کہتا ہے کہ اللہ کی مجھ پر بڑی نظر عنایت ہے ۔ اللہ نے مجھے اولاد بھی دی ہے، جائیداد بھی دی ہے جاہ وجلال بھی دیا ہے، مال ومنال بھی دیا ہے، مجھے عزت بھی دی ہے اللہ میرے اُوپر بڑا مہربان ہے، مجھ پر بڑا شفیق ہے، بڑا محسن اعظم ہے میرے ساتھ بڑی محبت کرتا ہے لیکن اللہ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔

میں اگر کائنات میں سے کسی سے محبت کرتا ہوں تو صرف متقیوں کے ساتھ ۔

امام المتقین

اب آگے بڑھ کے کہو، ساری کائنات سے بڑھ کر دعویٰ ہم کرتے ہیں، ہم حیدر کرارؑ کے کُبداار ہیں، ہم حیدر کرارؑ کے پیروکار ہیں، مولا علیؑ ہمارے امام ہیں اور منم غلام علیؑ، میں علیؑ ولی کا غلام ہوں اور مولا علیؑ میرے امام ہیں۔ لیکن اپنی اذان پہ غور کرلو، اپنی اقامت پہ نظر کرلو آپ خود گواہی دیتے ہیں، وضو کر کے کہتے ہیں، رُو بقبلہ ہوکر کہتے ہیں، اللہ کے گھر میں کھڑے ہوکر کہتے ہیں، بلند آواز سے کہتے ہیں، لوگوں کو سُنا کے کہتے ہیں، چُھپ کے بھی نہیں کہتے۔

اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ مولا علیؑ امام ہیں پر متقیوں کے امام ہیں، فاسقوں فاجروں کے امام نہیں، علیؑ امیر ہیں کوئی مانے تو بھی علیؑ امیر، ساری دُنیا انکار پر ایکا کرلے تو پھر بھی علیؑ امیر، لیکن وہ مومنوں کے امیر ہیں، بے ایمانوں سے علیؑ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ساری دُنیا عَلِيٌّ وَّلِيُّ اللهِ پڑھنے لگ جائے تو بھی علیؑ امام ہیں، ساری دُنیا انکار پہ ایکا کرلے تو بھی علیؑ امام ہیں۔

کیونکہ علیؑ ہمارے ووٹوں کے بنائے ہوئے امام نہیں، ہمارے منتخب کردہ امام نہیں، وہ کائنات کے فرشتوں، جنوں یا انسانوں کے بنائے ہوئے امام نہیں۔ دُنیا جانتی ہے کہ اُن کا انتخاب خالق کائنات نے کیا اور اُن کا اعلان سرورِ موجودات نے کیا۔ اللہ اُن کا انتخاب کرنے والا، نبیؐ میدان خُم میں ایک لاکھ سے زیادہ مجمع عام میں حیدر کرارؑ کا بازو پکڑ کے دُنیا کو دکھا کے اعلان کرتے ہیں:۔

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔

جو مجھے اپنا آقا و مولا مانتا ہے اُس پر واجب ہے کہ حیدر کرارؑ کو بھی اپنا

سردار مانے۔ (نعرہ)

امام کے ساتھ حشر نشر

تو میرے دوستو، میرے عزیزو! تو پتہ چلا کہ مولا علیؑ اگر امام ہیں تو وہ بھی متقیوں کے ہیں اور اللہ کا فرمان ہے:۔

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ۔ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۱)

کہ قیامت والے دن ہم ہر گروہ کو، ہر جماعت کو، ہر قوم وقبیلہ کو اور ہر فرد و شخص کو اُس کے امام کے نام کے ساتھ بلائیں گے۔ جہاں جس قوم کا امام جائے گا اُس کے غلام بھی اُس کے ساتھ جائیں گے۔ اور قرآن گواہ ہے (وقت کے دامن میں مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں ہے) امام کہتے ہیں پیشوا کو، آگے چلنے والے کو، جس کے لوگ پیچھے چلیں اُس کو امام کہتے ہیں یہ ہیں لغوی معنی امام کے۔

اماموں کی اقسام

لہٰذا جو جنت میں لے جائے وہ اِمَامُ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ کہلائے گا، جو جہنم کی طرف لوگوں کو لے جائے گا وہ اِمَامُ اَهْلِ النَّارِ۔ کہلائے گا یعنی جہنمیوں کا امام۔ اِس لیے خالق فرماتا ہے کہ امام دو قسم کے ہوتے ہیں:۔

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ۔ (سورہ قصص آیت ۴۱)

کچھ وہ امام ہیں جو لوگوں کو جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں اور کچھ ایسے امام بھی ہم نے بنائے ہیں:۔

وَجَعَلْنٰهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا (سورہ انبیاء آیت ۷۳)

ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کو سیدھے راستے پہ چلا کر سیدھا جنت الفردوس کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہمیں نہ جہنم میں جانا ہے،

نہ جنّتی اماموں کے معلوم کرنے کی کوئی ضرورت ہے۔ ہم نے جانا جنّت ہیں، ہمیں ضرورت ہے جنّتیوں کے اماموں کو پہچاننے کی۔

پل صراط کا مرحلہ

پیغمبر اکرمؐ نے بتا دیا، دُنیا کو بتا دیا، خوابِ غفلت میں سونے والوں کو جگا دیا کہ جو لوگ جنّت میں جانا چاہیں گے تو پل صراط سے گزرنا پڑے گا تو نیچے ہو گی جہنم اُوپر ہوگا پُل صراط۔ اور اللہ فرماتا ہے ہر بندے نے پُل صراط سے گزر کر جنّت میں جانا ہے۔ تو پیغمبر اکرمؐ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ پُل صراط جو بال سے زیادہ باریک ہوگی، تلوار سے زیادہ تیز ہوگی اُس سے آدمی کیسے گزریں گے؟ فرمایا:۔

لَا یَجُوْزُ اَحَدٌ الصِّرَاطَ اِلَّا مَنْ کَتَبَ لَهٗ عَلِیٌّ الْجَوَازَ۔

پُل صراط سے وہی گزرے گا، جنّت کے دروازے تک وہی پہنچے گا جس کے دائیں ہاتھ میں حیدر کرارؑ کی ولایت والا ٹکٹ ہوگا۔ (نعرہ)

جنت میں داخلہ کا مرحلہ

اللہ اللہ کر کے جنّت کے دروازے پر پہنچ گئے، لیکن ابھی داخلہ کی منزل باقی ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے پھر فرمایا کہ جنّت کے دروازے پر پہنچنے کے بعد دو کام اور کیے جائیں گے۔ پہلا یہ کہ جنّت میں جانے والے جو بزرگ ہوں گے، بوڑھے ہوں گے اُن کو پہلے جوان بنایا جائے گا اور پھر تمام جوانوں کو جو پہلے جوان ہوں گے یا بعد میں بنیں گے اُن کو حسن و حسین علیہم السّلام کا غلام بنایا جائے گا اور غلام بنانے کے بعد جنّت الفردوس میں داخل فرمایا جائے گا۔

لہٰذا یہ ہیں جنّت والوں کے امام کہ جن کی غلامی کے بغیر کوئی جنّت الفردوس میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ لہٰذا پتہ چلا کہ تقویٰ وہ چیز ہے اگر قرآن سے

فیض پانے والے ہیں تو متقی، اگر اللہ کے محب ہیں تو متقی، اللہ کے محبوب ہیں تو متقی، حیدر کرارؑ کے حقیقی تابعدار اور فرمانبردار اور اُن کے نام لیوا ہیں تو متقی، اور جنت بھی ہے تو متقیوں کے لئے ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آخری جملہ تفصیل میں جائیں تو پورا وقت صرف ہو جائے گا۔ لیکن وقت کے دامن میں مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں۔

تقویٰ کیا ہے؟

تقویٰ کا تعلق دل و دماغ کے ساتھ ہے۔ جب اللہ کی عظمت، اللہ کی جلالت، اللہ کی قوت، اللہ کی طاقت، اللہ کی قدرت، اللہ کی تمکنت، اللہ کی حکومت، اللہ کی سلطنت کہ جس کے قبضۂ قدرت میں ہمارا نفع بھی ہے اور نقصان بھی ہے، سود بھی ہے اور زیاں بھی ہے، موت بھی ہے اور حیات بھی ہے۔ جب یہ آدمی کو یقین ہو جائے کہ سب کچھ میرے مالک، خالق کے قبضہ قدرت میں ہے تو لہٰذا آدمی اُمید رکھے گا تو اُسی ذوالجلال سے، خوش کرنے کی کوشش کرے گا تو رب العالمین کو اور ناراضگی سے بچے گا تو رب العالمین کی ناراضگی سے، اِسی کا نام تقویٰ ہے۔

لیکن اب میں کہتا ہوں میں متقی ہوں، آپ بھی کہتے ہیں ہم متقی ہیں، دل و دماغ تو ہم نے چیر کے دیکھا نہیں۔ کس کے دل میں اللہ کی عظمت کا نقشہ ہے اور کس کے دل میں نہیں ہے تو ظاہری علامت امام المتقین نے یہ بیان فرمائی۔ جو دیکھو کہ مقام عمل میں واجب چیزوں کو بجا لا رہا ہے اور حرام کاموں سے دامن کو بچا رہا ہے تو سمجھ لو اُس کے دل میں تقویٰ ہے اور وہ میرا غلام کہلانے کا روادار ہے۔

(صلوات)

تقویٰ کی علامات

لہٰذا تقویٰ کی علامت دو چیزیں ہیں ۔ واجب کاموں کا بجالانا اور حرام کاموں سے دامن کا بچانا ۔یہی مولاؑ نے فرمایا تھا: ۔

أَعِينُونِي بِوَرَعٍ وَاجْتِهَادٍ وَعِفَّةٍ وَسَدَادٍ وَعَلِيٌّ ضَامِنٌ لِفَلَجِكُمْ۔

او میرے شیعہ کہلانے والو! میرے محبت کے دعوے کرنے والو! میری ولایت کے دامن کو تھامنے والو! دو کے دو کام تم کرلو میں تمہاری جنت کی ضمانت دینے کے لیے تیار ہوں ۔مولاؑ کون سے دو کام؟ فرمایا میرا غلام بننا ہے تو دو کام کرنا پڑیں گے ۔مولاؑ جلدی فرمائیں ہم حاضر ہیں ۔فرمایا جن چیزوں کو قرآن اور اسلام واجب قرار دے اُن کو بجالانا پڑے گا اور جن چیزوں کو قرآن اور شریعت اسلام حرام قرار دے اُن سے دامن کو بچانا پڑے گا ۔دو کے دو کام تم کرلو میں تمہاری جنت کا ضامن ہوں ۔

الحمد للہ یہ کسی مولوی، ذاکر کی ضمانت نہیں، کسی معلم اور کسی خدام کی ضمانت نہیں، کسی گدی نشین پیر فقیر کی ضمانت نہیں جن کو اپنے انجام کا پتہ نہیں کہ وہ کہاں جائیں گے وہ دوسروں کو ضمانت کیا دے سکتے ہیں ۔لہٰذا یہ قَسِيمُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ حیدر کرارؑ کی ضمانت ہے ۔کہ دو کے دو کام تم کرلو میں تمہاری جنت کی ضمانت دیتا ہوں کہ جہاں آپ جاؤں گا تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گا ۔ (صلوات)

مصائب شہادت حضرت زہرا سلام اللہ علیہا

میرے دوستو، عزیزو اور بزرگو! میں نے اپنی سعادۃ الدارین میں بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے جو ساری چیزیں بیان نہیں ہوسکتیں اور نہ بیان کی جا سکتی ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد حضرت امام حسینؑ کی شہادت کوئی ناگہانی طور پہ

واقع نہیں ہوئی تھی، کوئی اچانک یہ سانحہ پیش نہیں آیا تھا۔ اس کی کڑیاں اگر دیکھی جائیں تو سلسلہ پیغمبر اکرمؐ کی زندگی تک جا پہنچتا ہے اور خصوصاً پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد۔

میں آنے والی مجالس میں تفصیل کے ساتھ عرض کروں گا۔ کہ پیغمبر اکرمؐ کی آنکھیں بند ہوئیں اور لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ پیغمبر اکرمؐ پوری کائنات میں کسی روایت میں نہیں پڑھا کہ کسی سے ملک الموت نے آکر اجازت مانگی ہو، لیکن پیغمبر اکرمؐ کی عظمت اور خاتون قیامت کی جلالت کا تقاضا تھا۔ پیغمبرؐ کا آخری وقت ہے خاتون قیامت کا زانو ہے، نبی کا سر ہے۔ ایک آدمی دروازے پہ آکر کہتا ہے میں دُور سے آیا ہوں پیغمبر اکرمؐ سے ملنا چاہتا ہوں، اجازت ہے؟

خاتون قیامت فرماتی ہیں بابا تکلیف سے ہیں اس وقت ملاقات نہیں ہو سکتی، پھر کبھی آنا۔ تھوڑی دیر خاموشی چھا جاتی ہے اُس کے بعد پھر وہی آواز بلند ہوتی ہے میں بڑے دور سے آیا ہوں، بڑے ضروری کام کے سلسلے میں نبی اعظمؐ سے ملنا چاہتا ہوں مجھے اجازت ہے؟ جب اُس نے دوبارہ اصرار کیا تو بی بی کی آنکھوں میں آنسو ڈب ڈبا آئے۔ پیغمبر اکرمؐ کے چہرہ انور پر گرے۔

پیغمبرؐ نے آنکھیں کھولیں دیکھا خاتون قیامت رو رہی ہیں، پیغمبرؐ بے چین ہو گئے۔ فرمایا بیٹی فاطمہؑ کیوں رو رہی ہو؟ عرض کیا بابا جان کوئی بندہ دروازے پر کھڑا ہے وہ آپ سے ملنے پر اصرار کر رہا ہے۔ میں نے دو بار کہا ہے کہ بابا نہیں مل سکتے، لیکن پھر بھی کھڑا ہے، اصرار کر رہا ہے۔ یہ سُن کر پیغمبرؐ کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔

فرمایا بیٹی کچھ پتہ ہے یہ اجازت مانگنے والا کون ہے؟ نہیں بابا۔ فرمایا یہ وہ

ملک الموت ہے جو نبیوں سے بھی اجازت نہیں مانگتا، رسولوں سے بھی نہیں مانگتا، وصیوں سے بھی نہیں مانگتا تیرے پردے کی اہمیت ہے، تیری شان کی جلالت ہے کہ ملک الموت بھی اجازت کے بغیر اندر آنے کی جرأت نہیں کر رہا، اُسے اجازت دے دو تا کہ آئے اور اپنا فرض ادا کرے۔

الغرض بی بی نے اجازت دی، ملک الموت اندر آیا اور پیغمبر اکرمؐ کی روح مقدس کو قبض کیا۔ میں کہتا ہوں جب تک نبی اعظمؐ زندہ تھے تو ملک الموت بھی آتا تھا تو اجازت مانگ کر، جبرائیلؑ امین وحی لے کر آتا تو اجازت مانگ کر۔

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پیغمبرؐ کی وفات کے بعد وہ شہزادی یثرب، اِس اُمید میں بیٹھی تھی کہ میرے بابے کی وفات کے بعد میرے بابے کے کلمہ گو آئیں گے اور آ کر مجھے تعزیت مسنونہ پیش کریں گے، مجھے بابے کا پُرسہ دیں گے، میرے غم میں برابر کے شریک بنیں گے۔ لیکن یہ تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ جب آئیں گے تو کچھ آگ اور لکڑیاں لے کر آئیں گے اور آ کر بلند آواز سے کہیں گے گھر والو باہر نکلو یا گھر کو آگ لگا دی جائے گی۔

یہی وہ صدمے تھے میں تفصیل بیان نہیں کر سکتا، نہ حالات اجازت دیتے ہیں کہ بی بی اڑھائی یا تین ماہ زندہ رہنے کے بعد یہ مرثیے پڑھتے ہوئی دُنیا سے چلی گئی۔ صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّهَا بابا تیرے بعد مجھ پر وہ مصیبتوں کے پہاڑ گرے اگر وہ دنوں پر آتے تو راتوں کا لباس بدل لیتے۔

لٰہذا جب پیغمبر اکرمؐ کے بعد لوگوں کی آنکھیں کھلیں، جناب بتولؑ پر ظلم کیا گیا ہے، حیدر کرارؑ کو شہید کیا گیا، حسن مجتبیٰؑ کو زہر کا پیالہ پلایا گیا اور سید الشہداءؑ پر مصائب کا خاتمہ ہو گیا۔

لٰہذا پہلی پہلی مصیبت آل محمدؐ پر یہ تھی کہ پیغمبرؐ کا سایہ رحمت سروں سے اُٹھ

گیا۔ اگر پیغمبر اکرمؐ زندہ رہتے تو یہاں تک نوبت نہ پہنچتی ۔لیکن خالق کائنات کی قضا وقدر میں کسی کو دخل دینے کی گنجائش نہیں ہے: ۔

ع　　وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡقَوۡمِ الظّٰالِمِيۡنَ وَ سَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا اَىَّ مُنۡقَلِبٍ يَنۡقَلِبُوۡنَ۔ وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ۔

دوسری مجلس

حقیقت اسلام

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین

حقیقت اسلام

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَ أَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ الْمَعْصُومِينَ.

أَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَهُوَ أَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ:۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۰۲ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ○

(سورہ آل عمران)

(صلوات)

خالق کائنات اور مالک موجودات کے اِس فرمان واجب الاحترام کا ترجمہ اور حاصل مطلب یہ ہے کہ خالق اکبر تمام ایمان کے دعویداروں کو خطاب کر کے تین حکم دے رہا ہے اور ایک بُرے کام سے روک رہا ہے۔ فرماتا ہے اے ایمان کے دعویدارو! اللہ سے اُس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے یہ پہلا حکم۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ اُس وقت تک نہ مرو، اُس وقت تک موت کی آغوش میں مت جاؤ جب تک پہلے صحیح معنوں میں مسلمان نہ بن جاؤ۔ اور تیسرا حکم یہ ہے کہ اللہ کے دین والی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ اور جس چیز سے روکا ہے وہ یہ ہے کہ اپنی صفوں میں انتشار پیدا نہ کرو، خلفشار پیدا نہ کرو، آپس میں

تفرقہ بازی، فرقہ سازی نہ کرو۔ (صلوات)

کل جو حضرات تشریف فرما تھے اُن کو یاد ہوگا کہ تمہیدی بیانات کے علاوہ کل اس آیہ مبارکہ کے پہلے حکم کے بارے میں، میں نے بقدر ضرورت وضاحت کر دی تھی کہ اللہ سے ڈرنے کا مطلب ہے اللہ کی حکم عدولی سے ڈرنا، اللہ کی نافرمانی سے ڈرنا اور اللہ کی عصیان کاری سے ڈرنا۔ ورنہ اللہ کی ذات ڈرنے کے قابل نہیں ہے، وہ محبت کے قابل ہے، وہ تقرب حاصل کرنے کے قابل ہے اور وہ قُرب معنوی حاصل کرنے کا سزاوار ہے۔

لہٰذا اُس کو چھوڑ کر اب سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے خالق اکبر نے جو حکم دیا کہ اُس وقت تک نہ مرو جب تک پہلے صحیح معنوں میں سچے سُچے مسلمان نہ بن جاؤ۔ تو کل وضاحت کی تھی کہ ایک اسلام اور ایمان کے عمومی معنی ہیں اور دوسرے اُن کے خصوصی معنی ہیں۔ تو یہاں ایمان کے عمومی معنی مُراد ہیں کہ جو اپنی زبان سے مومن کہلانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ خالق اکبر اُن کو حکم دے رہا ہے کہ صحیح معنوں میں مسلمان بنو۔ اسلام کا معنی باالاخص مراد ہے جس کی دُعا نبی مانگتے ہوئے نظر آتے ہیں، وصی مانگتے ہوئے نظر آتے ہیں، ولی بھی اللہ کی بارگاہ میں التجاء کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حقیقی مسلمان

تو بہرحال اب دیکھنا یہ ہے کہ حقیقی مسلمان بن کر مرنے جینے کا طریقہ کیا ہے؟ تو میں عرض کروں گا کہ ظاہر ہے اگر کسی سے کہا جائے ڈاکٹر بنو تو پہلے ڈاکٹری پڑھنی پڑے گی، اگر کوئی وکیل بننا چاہے تو پہلے وکالت پڑھنی پڑے گی اگر کوئی پٹواری بننا چاہے تو پہلے پٹوار سیکھنا پڑے گا۔ لہٰذا کوئی صحیح معنوں میں سچا سُچا مسلمان بننا چاہتا ہے تو پہلے اسلام کی حقیقت کو سمجھنا پڑے گا۔ لیکن

عجیب بات یہ ہے کہ لوگ وکیل بنتے ہیں تو سترہ سال محنت کرتے ہیں، لوگ ڈاکٹر بنتے ہیں تو سترہ سال صَرف کرتے ہیں اور لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ اگر پٹواری بھی بننا ہو تو کم از کم دس بارہ سال لگتے ہیں۔ لیکن اسلام کو سمجھنا ہو تو نہ سترہ سال، نہ سترہ مہینے، نہ سترہ ہفتے، نہ سترہ دن، نہ سترہ گھنٹے ہر بندہ جو پیدائشی جاہل ہے وہ بھی کہتا ہے میں اس طرح اسلام کو سمجھتا ہوں جس طرح علماء بھی نہیں سمجھتے۔ تو میں یہی کہوں گا کہ:۔

؎ اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

(صلوات)

مسلمانوں میں اختلافات کی وجوہات

اسلام کا سمجھنا پہلے آسان تھا لیکن اب مشکل ہو گیا ہے۔ اس لیے کہ جو دین اسلام خالق کون و مکان نے بنایا تھا وہ اسلام ایک تھا، جس قرآن میں اسلام خالق نے بنا کر بھیجا تھا وہ قرآن بھی ایک تھا، جو جبرائیلؑ وحی لے کر پیغمبر اکرمؐ کے سینہ اقدس پر اُترا تھا وہ جبرائیل بھی ایک تھا، جس پیغمبرؐ پر دین اُتارا گیا، قرآن نازل کیا گیا وہ پیغمبر بھی ایک تھا۔

لیکن تعجب ہے کہ آج اُس ایک اسلام کے تہتّر اسلام بن چکے، قرآن ایک ہے ترجمے تہتر ہیں، قرآن ایک ہے تفسیریں تہتر ہیں، اسلام ایک ہے مسلمان تہتر ہیں۔ تو سب پہلے سوچنے کی بات یہ ہے کہ اسلام میں فرقہ سازی کہاں سے آئی؟ اسلام میں افتراق کہاں سے پیدا ہوا؟ اور اسلام میں تہتر فرقے کہاں سے بنے؟ اور ایک قرآن کے تہتر ترجمے کیوں کیے گئے اور تہتر تفسیریں کیوں لکھی گئیں؟۔ (صلوات)

یہ کوئی موضوع نیا نہیں ۔ عربی میں، فارسی میں، اُردو میں اور انگلش میں بھی اس موضوع پر بیسویوں کتابیں لکھی گئی ہیں ۔ اہلسنت علماء نے بھی قلم اُٹھایا، شیعہ علماء وزعماء نے بھی تحقیق فرمائی ۔ کسی نے چند اسباب گنوائے، کسی نے تین، کسی نے چار، کسی نے پانچ، کسی نے سات، بارہ تیرہ تک پہنچے کہ اس وجہ سے افتراق پیدا ہوا، اس وجہ سے تفریق پیدا ہوئی، فلانی وجہ سے انتشار پھیلا ۔

لیکن میں نے جہاں تک تحقیق کی ہے اور اپنی بعض کتابوں میں اُس کی وضاحت بھی کی ہے ۔ بھرتی کرنے کے لیے جس قدر چاہیں کئی اسباب گنوائیں لیکن میری نگاہ میں، میری ناقص تحقیق کے مطابق انتشار اُمت، اختلاف اُمت کا سبب صرف ایک ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ اپنے بعد دین اسلام لینے کے لیے جو دروازہ دکھا کے گئے تھے اُمت نے وہ دروازہ بُھلا دیا ۔ اور اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ کہوں گا وہ دروازہ صرف بُھلا نہیں دیا بلکہ وہ دروزاہ جلا دیا ۔ اور جس ہستی تک دین کی خاطر، دین لینے کے لیے، ایمان سیکھنے کے لیے، قرآن سمجھنے کے لیے جس ہستی کا دامن پیغمبرؐ اپنی اُمت کے ہاتھوں میں تھما کے گئے تھے اُس ذات مقدّس کو لوگوں نے گھر میں بٹھا دیا اور غلامی کے دعویداروں کو مسند رسولؐ پر چڑھا دیا، اُس کا خمیازہ بھگت رہے ہیں اور بھگتے رہیں گے ۔ (صلوات)

نجات کا رستہ

یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے جیسا کہ صواعق محرقہ وغیرہ میں موجود ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے انتباہ فرمایا تھا، اپنی اُمت کو تنبیہ فرمائی تھی یا دُوسرے لفظوں میں یوں کہوں خواب غفلت سے جگانے کے لیے یہ ندا بلند کی تھی :۔

اَھْلُ بَیْتِیْ اَمَانٌ لِاُمَّتِیْ مِنَ الْاِخْتِلَافِ

اے میرا کلمہ پڑھنے والو! مجھے خاتم الانبیاء سمجھنے والو! میری اُمت ہونے پر فخر و ناز کرنے والو! اگر اختلاف سے بچنا چاہتے ہو، اگر افتراق سے دامن بچانا چاہتے ہو تو میرے اہلبیتؑ کا دامن نہ چھوڑنا۔ میری اہلبیتؑ یہ واحد سبب ہے اختلاف سے بچنے کا۔ پھر یہاں تک فرمایا کہ جب کوئی قوم، کوئی قبیلہ، کوئی گروہ میرے اہلبیتؑ کی مخالفت کرے گا، اُن کے خلاف چلے گا وہ ابلیس کا گروہ بن کے رہ جائے گا، اُس کو شیطانی گروہ بننے سے کائنات کی کوئی طاقت بچا نہیں سکے گی۔ (صلوات)

لہٰذا

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اگر دُنیا پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد آل محمدؐ کا دامن نہ چھوڑتی، اُن کی زعامت کو قبول کر لیتی، اُن کی امامت کا اقرار کر لیتی، آج اسلام بھی ایک ہوتا، مسلمان بھی ایک ہوتے، ہمارے قرآن مجید کا ترجمہ بھی ایک ہوتا اور تفسیر بھی ایک ہوتی۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ:۔

خود کردہ را علاجے نیست

اگر آدمی خود زہر کھا لے، اپنے ہاتھوں سے خودکشی کرے تو اُس کا کوئی علاج نہیں۔ (صلوات)

ورنہ پیغمبر اکرمؐ نے سمجھانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ کہیں یہ فرمایا:۔

اَھلُ بَیْتِی اَمَانُ لِاُمَّتِی مِنَ الْاِخْتِلَافِ

اور کہیں حدیث سفینہ ارشاد فرمائی کہ:۔

مَثَلُ اَھلِ بَیْتِی کَمَثَلِ سَفِینَۃِ نُوحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا، وَمَنْ تَخَلَّفَ

عَنۡہَا ضَلَّ وَغَرِقَ وَہَوٰی۔

او میرا کلمہ پڑھنے والو! مجھے مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی کا مصداق سمجھنے والو! مجھے اقلیم ختم رسالت کا تاجدار ماننے والو! میں دیکھ رہا ہوں حضرت نوحؑ کے دور میں بھی ایک سیلاب آیا تھا اور میرے بعد بھی ایک سیلاب آئے گا۔ فرق صرف اتنا ہے وہ پانی کا سیلاب تھا اور میرے بعد جو سیلاب آئے گا وہ کفر والحاد اور منافقت کا سیلاب ہوگا۔

حضرت نوحؑ کے دور میں قرآن گواہ ہے اس سیلاب سے صرف وہ بندے بچے تھے غرق ہونے سے جو حضرت نوحؑ کی بنائی ہوئی کشتی پہ سوار ہو گئے تھے۔ تو فرمایا میرے بعد جو کفر والحاد کا سیلاب آنے والا ہے اُس سے بھی صرف وہ لوگ بچیں گے جو میرے آل محمدؑ کی کشتی نجات پہ سوار ہو جائیں گے۔

لہٰذا پیغمبر اسلامؐ نے واضح کر دیا کہ میرے بعد جب کفر والحاد کا فلڈ آئے گا اور جب تم کنارے پر پہنچو گے تو کئی کشتیاں تمہیں نظر آئیں گی، کسی پر بنی امیہ کا بورڈ لگا ہوگا، کسی پر بنی عباس کا بورڈ آویزاں ہوگا، کسی پر سلجوقیوں کا ہو گا، کسی پر کسی کا ہوگا تو بورڈ پڑھتے جانا اور آگے گزرتے جانا۔ بس جس کشتی پر آل محمدؐ کا بورڈ لگا ہوا ہو آنکھیں بند کر کے اُس کشتی پہ سوار ہو جانا۔ میں مصطفیؐ تمہیں یقین دلاتا ہوں جو اُس پہ سوار ہو جائے گا وہ یقیناً پار ہو جائے گا، جو منہ موڑے گا وہ دُنیا میں گمراہ ہو جائے گا اور آخرت میں جہنم میں گر کے تباہ ہو جائے گا۔ لہٰذا اِس سے بہتر اور کس انداز میں پیغمبر اکرمؐ اپنی اُمت کی رہنمائی کر سکتے تھے؟ لیکن کیا کیا جائے:۔

ع   جنہیں ہو ڈوبنا وہ ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

(صلوات)

کبھی یوں فرمایا اور کبھی یوں ہدایت فرمائی ۔

اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ

میں دُنیا سے جا رہا ہوں لیکن تمہیں بغیر ولی وارث کے چھوڑ کے نہیں جا رہا۔ تمہاری ہدایت کے لیے، تمہیں سیدھے راستے پر چلانے کے لیے، تمہیں ہر قسم کی کجی اور گمراہی سے بچانے کے لیے، تمہیں جاگیر جنت کا پتہ دلانے کے لیے، تمہیں جہنم کے گرم شعلوں سے بچانے کے لیے میں دو چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں ۔ ایک کا نام قرآن ہے اور دوسری چیز کا نام میری عترت اہلبیتؑ ہے ۔ جب تک تمہارے ایک ہاتھ میں دامن قرآن رہے گا اور دوسرے ہاتھ میں دامن آل محمدؐ رہے گا کائنات بدل جائے گی لیکن تم کبھی گمراہ نہیں ہوسکو گے ۔

آل محمدؐ واحد راستہ نجات ہیں

تو میرے دوستو، عزیزو! اگر کوئی سنی بھائی بیٹھا ہے تو اُس کو بھی خطاب کر کے کہوں گا کہ ہر ملک چھوٹا ہو یا بڑا اُس کو باقی رکھنے کے لیے، ملک کا نظم و نسق چلانے کے لیے دو چیزیں اشد ضروری ہوتی ہیں ۔ ایک نصاب تعلیم، دوسرا پڑھانے والے، ایک قانون، دوسرا قانون کے نافذ کرنے والے ۔ اگر نصاب تعلیم نہیں تو جہالت چھا جائے گی اور کبھی جاہل قوم ترقی نہیں کرسکتی، دُنیا کے ترقی یافتہ ملکوں کے ساتھ شانہ بشانہ مل کر چل نہیں سکتی اِس لیے نصاب تعلیم ضروری ہے ۔ اور نصاب جتنا جامع کیوں نہ ہو جب تک پڑھانے والا نہ ہو، نصاب خود بخود نہیں پڑھا جاسکتا ۔ دوسرا اگر کوئی قانون نہیں تو لاقانونیت چھا جائے گی ۔

لہٰذا کسی ملک وملت کے لیے قانون کا وجود اشد ضروری ہے ۔ لیکن قانون

جتنا بھی جامع ہو اگر اُسے لکھ دیا جائے اور لکھ کر الماری میں بند کر دیا جائے اور الماری کو تالا لگا دیا جائے تو پھر اُس قانون کا کیا فائدہ؟۔

قانون تب مفید ہوتا ہے جب قانون کے جاننے والے بھی ہوں اور نافذ کرنے والے بھی۔ تو پیغمبر اسلامؐ نے حدیثِ ثقلین کے اندر دونوں چیزوں کی نشان دہی فرما دی۔ فرمایا: او میرا کلمہ پڑھنے والو! اگر تم نصابِ تعلیم دیکھنا چاہتے ہو تو وہ میں قرآن کی شکل میں چھوڑ کے جا رہا ہوں۔ جب تک قرآن موجود ہے تمہیں کسی اور نصابِ تعلیم کی ضرورت نہیں۔ اور جہاں تک پڑھانے والوں کا تعلق ہے علیؑ ولی سے لے کر مہدیؑ تک بارہ موجود ہیں۔ ان کی موجودگی میں قرآن سمجھنے کے لیے تمہیں کسی اور دروازے پہ جانے کی ضرورت نہیں۔ (نعرہ)

میرا قانون اسلام اگر دیکھنا چاہتے ہو تو وہ قرآن کی شکل میں موجود ہے۔ کائنات کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں، کوئی ایسا جرم نہیں، کوئی ایسی نیکی نہیں جس کی جزا و سزا کا تذکرہ قرآن میں نہ ہو۔

لہٰذا یہ قانون مکمل قانون اسلام ہے اور قانون کو سمجھنا ہو یا نافذ کرنا ہو تو علیؑ سے لے کر مہدیؑ تک بارہ نافذ کرنے والے اور قانون کے جاننے والے موجود ہیں۔ جب تک قرآن موجود ہے تمہیں کسی اور قانون کی کوئی ضرورت نہیں اور جب تک علیؑ اور اولادِ علیؑ میں سے، بارہ اماموں میں سے، بارہ پیغمبرؐ کے قائم مقاموں میں سے ایک ہستی بھی دُنیا میں موجود ہے قانون کو سمجھنے کے لیے، نافذ کرنے کے لیے کسی اور کے دروازے پہ جا کر دستک دینے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں۔ (نعرہ)

لیکن میں کیا عرض کروں:۔

ے خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

دُنیا نے آل محمدؐ کا دامن چھوڑ کر جن کا دامن پکڑا، اِس موضوع پر خاموشی بہتر ہے، اتنا عرض کروں گا ہر جگہ اختلاف ہے قرآن کے معنوں میں اختلاف، حلال وحرام کے مسئلوں میں اختلاف، حدیثوں میں اختلاف، ارکان نماز میں اختلاف، ارکان و مناسک حج میں اختلاف، وضو کرنے میں اختلاف، نماز پڑھنے میں اختلاف، اختلاف واختلاف واختلاف۔

لیکن آؤ آل محمدؐ کے دروازے پر، تعداد میں کہیں پانچ نظر آتے ہیں، کہیں بارہ نظر آتے ہیں، کہیں چودہ نظر آتے ہیں۔ لیکن دُنیا مان گئی ہے جو پہلا کہتا ہے وہی پانچواں کہتا ہے، جو پانچواں کہتا ہے وہی بارھواں کہتا ہے، جو بارھواں کہتا ہے وہی چودواں کہتا ہے۔ (نعرہ)

جو پہلا کرتا ہے وہی پانچواں کرتا ہے، جو پانچواں کرتا ہے وہی بارھواں کرتا ہے، جو بارھواں کرتا ہے وہی چودواں کرتا ہے۔ تعداد کو دیکھا جائے تو کہیں پانچ، کہیں بارہ اور کہیں چودہ نظر آتے ہیں۔ لیکن قول و فعل کی یک رنگی کو دیکھا جائے، ہم آہنگی کو دیکھا جائے، شکل وصورت کو دیکھا جائے، سیرت و کردار کو دیکھا جائے، روش ورفتار کو دیکھا جائے تو پھر ماننا پڑتا ہے کہ:۔

اَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ وَاٰخِرُنَا مُحَمَّدٌ وَاَوْسَطُنَا مُحَمَّدٌ فَكُلُّنَا مُحَمَّدٌ

ہمارا پہلا بھی محمدؐ، ہمارا آخری بھی محمدؐ، ہمارا درمیانہ بھی محمدؐ۔ ہم سب کے سب ہی محمدؐ ہیں کوئی ایک بھی بیگانہ نہیں ہے۔ (صلوات)

یہی وجہ ہے علامہ شعرانی نے اپنی کتاب میں "المیزان الکبریٰ" مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ:۔

قَوْلُ وَاحِدِهِمْ قَوْلُ آخِرِهِمْ

آل محمدؐ کے بارہ اماموں کی صداقت کا زندہ ثبوت ہے جو ایک کہتا ہے وہی سب کہتے ہیں اور یہی علامہ معین الدین سندھی نے اپنی کتاب میں لکھا کہ آل محمدؐ میں سے جو ایک کہتا ہے سارے وہی کہتے ہیں:۔

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ

فضیلت اس کا نام ہے کہ منکر بھی اقرار کرنے پر مجبور ہو جائے۔

زندگی گزارنے کا طریقہ

لیکن آج افسوس سے کہنا پڑتا ہے ایک جملہ کہہ کے آگے بڑھوں گا۔ کہ آج اُن بارہ کے ماننے والے، اُن چودہ کے ماننے والے ہماری حالت دیکھی جائے تو ہماری جماعت بھی الگ الگ، ہمارا لباس بھی الگ الگ، ہماری شادی کرنے کا انداز بھی الگ الگ، مرنے والے کا سوگ منانا ہو تو الگ الگ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایسے شتر ہیں جن کی کسی کے ہاتھ میں مہار نہیں ہے۔ اللہ ہمارے حال پہ رحم کرے۔

اگر حقیقی مسلمان بننا ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے اُس وقت تک نہ مرو جب تک پہلے صحیح معنوں میں مسلمان نہ بنو۔ تو ہر کام سے پہلے، ہر اقدام سے پہلے، ہر کلام سے پہلے، ہر حرکت و سکون سے پہلے، ہر خوشی و غم منانے سے پہلے اللہ کا قرآن بھی پڑھنا پڑے گا اور چودہ کا فرمان بھی پڑھنا پڑے گا۔ اللہ کا قرآن کیا کہتا ہے اور چودہ کا فرمان کیا کہتا ہے؟۔

اسی کا نام دوسرے لفظوں میں عبادت ہے۔ اللہ کے حکم کے مطابق محمدؐ و آل محمدؐ کے حکم کے مطابق جینا یہ بھی عبادت ہے اور موت کی آغوش میں جانا بھی عبادت ہے۔

لہٰذا اگر اُن کے حکم کے مطابق زندگی گزاری جائے تو ساری زندگی گزارنا اللہ کی عبادت ہے اور یہ عین سعادت ہے ۔ لیکن کیا کیا جائے:۔

ے زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بتِ پندار کو اپنا خدا تو نے

دعویٰ تو ہے:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰهِ

لیکن جب حجام آتا ہے حجامت بنانے کے لیے اُس کے ہاتھ میں اُسترا بھی ہوتا ہے اور قینچی بھی ۔ پھر آپ سے کہتا ہے کیا کروں، کیسے بناؤں؟ آپ شیشہ لے کر ہاتھ میں دیکھتے ہیں کہ کون سا پوز اچھا لگتا ہے ۔ جو پوز اچھا لگے اگر داڑھی اچھی لگے تو کہتے ہیں خط بنا دے، اگر بھدی لگے تو کہتے ہیں صاف فرما دے یا چار زیرو پھیروا لیتے ہیں یا اُسترے سے صاف کرا لیتے ہیں ۔ یہ پھر نفس امارہ کی عمل داری ہے یہ خالق اکبر کے قرآن پر عمل تو نہیں ہے ۔ نہ یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے معصومینؑ کا عمل کیا تھا ۔

شادی کرنی ہو تو جیب کو دیکھتے ہیں کہ جیب میں گنجائش ہے کہ نہیں ۔ اگر جیب بھری ہوئی ہے یا بینک بیلنس ماشاء اللہ بڑا معقول ہے تو پھر سب کچھ کرتے ہیں ۔ اور اگر پیسے نہ ہوں تو پھر شریفانہ انداز میں شادی فرما لیتے ہیں ۔ لیکن یہ کوئی نہیں دیکھتا کہ جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہیں اُس نے شہزادی یثرب کی شادی کس طرح کی تھی؟ ۔ کوئی لڑکے والا نہیں دیکھتا کہ جس حیدر کرارؑ کی غلامی پہ ناز کرتے ہیں اُنہوں نے اپنے جنت کے جوانوں کے سردار بیٹوں کی شادی کس طرح کی تھی؟ ۔ (صلوات)

حقیقت اسلام

لہٰذا یہ ایک ہی مدرسہ تھا جس نے شعور دیا اور اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر مسلمان دین کے مرکز ڈھونڈنا ہے تو پہلے مسلمان بننا پڑے گا اور اسلام کی حقیقت کو سمجھنا ہے تو جس گھر سے اسلام نکلا تھا اس گھر کے افراد کی خدمت میں حاضر ہونا پڑے گا۔ پیغمبر اکرمؐ اپنے بعد فرما گئے تھے:

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا

میں علم کا شہر ہوں جس کے دروازے کا نام علیؑ ولی ہے:۔

مَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَأْتِ مِنَ الْبَابِ

جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے علوم نبویہ سے اپنے دامن فراد کو بھرنا چاہتا ہے اس پہ لازم ہے علیؑ ولی والے دروازے پہ حاضر ہو۔ علیؑ مل گئے تو نبیؐ مل جائیں گے، نبیؐ مل گئے تو خالق جلیل بھی مل جائے گا۔ اور اگر حیدر کرار کا دامن چھوٹ گیا تو نہ نبیؐ تک پہنچ سکو گے نہ خالق جلیل تک پہنچ پاؤ گے۔ گویا نتیجہ یہ نکلا علیؑ مل گئے تو سب کچھ مل جائے گا، علیؑ ولی کا دامن چھوٹ گیا تو نہ گھر کے رہو گے نہ گھاٹ کے رہو گے۔ (صلوات)

اقبال نے بھی کہا تھا اور سچ کہا ہے:۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

اے مسلمان اگر اللہ تک پہنچنا چاہتا ہے تو پہلے مصطفیٰ تک اپنے آپ کو پہنچا، اگر نبیؐ مل گئے تو خالق بھی مل جائے گا۔ لیکن اگر نبیؐ تک نہ پہنچے براہ راست خدا تک پہنچنے کی کوشش کی تو پھر ابوجہل اور ابولہب بن کر رہ جائے گا۔ میں کہتا ہوں اقبال نے بالکل بجا کہا ہے اگر اللہ تک براہ راست ہم پہنچ سکتے تو

اللہ نبی کیوں بھیجتا؟ ۔ اگر نبی تک براہ راست ہم پہنچ سکتے تو خالق نبیوں کے وصی کیوں مقرر کرتا؟ ۔

لہٰذا سلسلہ یہ سلسلہ پہلے وصی تک پہنچیں گے تو پھر نبی تک پہنچیں گے، نبی تک پہنچیں گے تو پھر خالق اکبر تک پہنچیں گے ۔ لیکن اقبال یہ بتانا بھول گیا کہ نبی تک پہنچنا ہو تو کس دروازے پہ حاضری دینا پڑے گی؟ ۔

حقیقت اسلام تک رسائی

پیغمبر اکرمؐ نے واضح کر دیا کہ مجھ تک پہنچنے کے دروازے تو لوگوں نے بہت بنا رکھے ہیں لیکن اللہ کے حکم کے مطابق جو دروازہ میں بنا کے جا رہا ہوں وہ حیدر کرارؑ والا دروازہ ہے ۔ اگر علیؑ تک پہنچ گئے تو مجھ تک بھی پہنچ جاؤ گے اور جب مجھ تک پہنچ جاؤ گے تو خالق اکبر تک بھی پہنچ جاؤ گے ۔ لہٰذا نتیجہ واضح ہے مفہوم مخالف یہ نکلا کہ علیؑ کا دامن چھوٹ گیا تو نبیؐ تک نہیں پہنچ پاؤ گے اور نبیؐ تک نہیں پہنچ سکے تو خالق اکبر تک کیسے پہنچو گے؟ ۔ (صلوات)

لہٰذا آؤ میرے دوستو! میرے سنی شیعہ بھائیو! تمام کلمہ گویان اسلام سے میں گذارش کروں گا کہ اگر حقیقی اسلام کو سمجھنا ہے تو نبیؐ کے بعد آؤ اُس دروازے پر جو نبیؐ دکھا کے گئے تھے ۔ اُن ہستیوں کا دامن پکڑو جن کا دامن نبیؐ اُمت کے ہاتھوں میں پکڑوا کے گئے تھے ۔ اور وہ علیؑ اور اولاد علیؑ ہیں کوئی اور نہیں ہے ۔ اگر اِن کے دروازے پہ حاضر ہو گے تو اسلام بھی سمجھ میں آ جائے گا، قرآن بھی سمجھ میں آ جائے گا، حلال و حرام بھی سمجھ میں آ جائے، پورا دین اسلام اور حقیقت ایمان بھی سمجھ میں آ جائے گی ۔ اس کے سوا کوئی اور دروازہ نہیں ہے ۔ (صلوات)

اسلام اور حضرت علی علیہ السلام

اسلام گواہ ہے، پورا عالم اسلام گواہ ہے، چودہ سو سال کی تاریخ اور مفسرین کا بیان گواہ ہے کہ جب پیغمبر اکرمؐ نے اعلان رسالت کیا تھا تو سینکڑوں آدمیوں کو دعوت ذوالعشیرہ میں بلایا گیا تھا۔ جس میں بڑے بڑے بزرگ بھی تھے، خورد بھی تھے۔ لیکن حیدر کرارؑ کے بارے میں مؤرخین نے ایک جملہ لکھا ہے۔ کہ اُن لوگوں میں جن کو دعوت ذوالعشیرہ میں بُلایا گیا اور جن کے سامنے پیغمبر اکرمؐ نے اعلان نبوت کیا سب سے اگر کوئی عمر میں چھوٹا تھا اور عمل میں سب سے بڑا تھا تو اُس کا نام حیدر کرارؑ تھا۔　　(نعرہ)

اگر اُن کے قد و کاٹھ پہ نظر ڈالی جاتی، اُن کی ظاہری عمر کو دیکھا جاتا تو سب حاضرین سے چھوٹے نظر آتے تھے۔ اور اُن کے کردار، اُن کی روش و رفتار، اُن کی عقل خدا داد، علم خدا داد پہ نظر ڈالی جاتی تو سب حاضرین سے بڑے نظر آتے تھے۔ پیغمبرؐ اعلان کرتے ہیں (میرے موضوع سے خارج ہے کہ میں تفصیلات میں جاؤں) مؤرخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ جب پیغمبر اکرمؐ نے اعلان فرمایا کہ:۔

میں ایسی شریعت لایا ہوں جو ساری شریعتوں سے زیادہ وسیع بھی ہے اور آسان بھی ہے تم میں کوئی ایسا ہے جو میرے ساتھ میرا ہاتھ بٹائے، میرے ساتھ تعاون کرنے کا وعدہ کرے؟۔ آج جو میری تائید کرے گا میں وعدہ کرتا ہوں میرے بعد میری مسند کا وارث وہی ہوگا، میرے بعد میرا قائم مقام وہی ہوگا، میرے بعد کائنات کا ہادی و امام وہی ہوگا۔

پیغمبرؐ اعلان کر رہے ہیں دُنیا پر خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ لیکن ایک حیدر کرارؑ ہیں عمر کو دیکھو سب سے چھوٹے اور عظمت کو دیکھو تو سب سے زیادہ

بزرگ، سینہ تان کے کہتے ہیں آپ دوسروں کو کیوں زحمت دیتے ہیں میں علیؑ جو موجود ہوں ۔ پیغمبر اسلامؐ نے اُسی وقت فرمادیا تھا لوگو! سُن لو یہ میرا بھائی بھی ہے، میرا وصی بھی ہے، میرا وزیر بھی ہے اور میرے بعد میرا قائم مقام بھی ہے ۔ آپ کہیں گے پہلے دن اگر یہ اعلان کر دیا تھا تو غدیر خم میں کیا اعلان کیا؟ تو میں عرض کروں گا کہ اعلان تو زبانی طور پر پہلے دن کر دیا تھا لیکن غدیر خم کے مقام پر پیغمبرؐ نے رسم ولی عہدی ادا کی تھی اور حیدر کرارؑ کے سر اقدس پر ولی عہدی کی پگڑی بندھوا کر، خیمہ لگوا کر، علیؑ کو بٹھا کر صحابہ کرامؓ کو حکم دے کر:

سَلِّمُوْا عَلٰی عَلِیٍّ بِاُمْرَۃِ الْمُؤْمِنِیْنَ

جاؤ اور جا کر حیدر کرارؑ کو کرو سلام ۔ لیکن یا علیؑ السّلام علیکم نہ کہنا، بلکہ کیا کہنا؟

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَمِیْرَالْمُؤْمِنِیْنَ

(نعرہ)

لہٰذا اعلان امامت وزعامت وخلافت پہلے دن کر دیا تھا، آخری رسم ولی عہدی اب ادا کی تھی، ولی عہدی والی پگ بندھوائی تھی اور اُن کو خیمے میں بٹھا کر لوگوں سے اقرار کرایا تھا اور اُن سے اظہار کرایا تھا اور اُن سے مولا علیؑ کو سلام کرایا تھا تا کہ ولی عہدی کی رسم مکمل ہو جائے، کوئی چوں چراں نہ کر سکے ۔ کوئی کہہ نہ سکے کہ میں نے اعلان سنا نہیں تھا یا یہ نہ کہہ سکے کہ میں نے ولی عہدی کی پگڑی نبیؐ کو باندھاتے ہوئے دیکھا نہیں تھا ۔ لہٰذا حجت تمام ہوگئی :-

ے
مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جائیں گے

(صلوات)

لہٰذا جب علیؑ ولی نے عہد کر لیا میں آپ کی خدمت کے لیے، اسلام پھیلانے کے لیے، کفر مٹانے کے لیے حاضر ہوں ۔تو پھر مؤرخین کا بیان پڑھو پیغمبر اکرمؐ تیرہ سال مکے میں رہے حیدر کرارؑ جس طرح آدمی کا سایہ آدمی سے جدا نہیں ہوتا، کبھی شب و روز میں علیؑ، نبیؐ سے الگ نہیں ہوئے ۔

تیرہ سال یوں گزر گئے اور جب ہجرت کا وقت آیا تو خطرے کا مقام تھا دُنیا جانتی ہے کہ پیغمبرؐ کو حکم تھا کہ راتوں رات مکہ چھوڑ کے مدینے چلے جاؤ ۔پر بستر رسول کو خالی نہیں چھوڑا جا سکتا تھا ضرورت تھی کہ کوئی نفس نبیؐ، نبی بن کر دُنیا کو بتائے کہ نبیؐ اپنے بستر پر آرام کر رہے ہیں ۔تو حیدر کرارؑ نے جانثاری کا ثبوت دے کر یہ آیت خالق نے اُتار دی: ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ‌ؕ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ۝ (سورہ البقرہ)

پیغمبرؐ مدینے پہنچے، ہجرت کے بعد جتنی جنگیں لڑی گئیں، جتنی جنگیں اسلام کے خلاف کافروں نے چھیڑیں، میں دُنیا کو چیلنج کر سکتا ہوں کہ دُنیا ساری مل کر مجھے ایک جنگ کا نام بتائے جو حیدر کرارؑ نے فتح نہیں کی ۔(نعرہ)

کوئی دُنیا ایک جنگ کا نام بتائے جس کا علمبردار حیدر کرارؑ نہیں تھا یا جس کا فاتح اعظم حیدر کرارؑ نہیں تھا ۔یہ علیؑ ولی ہیں جن کی عظمت وجلالت اور جن کی قوت ومروت اور جن کی شجاعت وشہامت کے قصیدے آسمان کے قدسیوں نے پڑھے ۔

تاریخ پڑھو جنگ اُحد کی ہے جب حیدر کرارؑ ہزاروں آدمی آگے تھے اور سر پر ٹانگیں رکھ کر دوڑ رہے تھے اور مولا علیؑ تنہا اُن کا تعاقب کر کے اُن کو مولیوں گاجروں کی طرح کاٹ رہے تھے، آسمان کے قدسی یہ منظر دیکھ کر

آسمان پہ رُک نہ سکے، زمین پہ آئے ابھی زمین پہ پہنچے نہیں تھے کہ زمین و آسمان کے درمیان یہ منظر دیکھ کر یہ قصیدے پڑھنے لگے:۔

لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

او حسنینؑ کا بابا، او علیؑ ولی تیری شجاعت نے، تیری بہادری نے، تیری شہامت نے، تیری دلیری نے ہمیں مجبور کر دیا یہ کہنے پر کہ کائنات میں کوئی تلوار ہے وہ صرف ذوالفقار ہے اور کوئی بہادر ہے تو صرف حیدر کرارؑ ہے۔

(نعرہ)

اُس علیؑ سے بڑھ کر کون بتا سکتا ہے کہ پیغمبرؐ کی نماز کا طریقہ کیا تھا؟ پیغمبر کے روزے رکھنے کا سلیقہ کیا تھا؟ پیغمبرؐ حج کس طرح کرتے تھے؟ پیغمبرؐ وضو کس طرح کرتے تھے، پیغمبرؐ سوتے کس طرح تھے؟ پیغمبرؐ جاگتے کس طرح تھے؟ پیغمبرؐ زندگی کس طرح گزارتے تھے؟ اپنے بیگانوں کے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے؟ مجھے کوئی مائی کا لال بتائے جو علیؑ ولی سے بڑھ کر پیغمبرؐ اکرم کی سیرت اور اُن کے کردار اور اُن کی روش و رفتار سے آگاہ ہو؟ پھر مولا علیؑ نے تیئس برس نبیؐ کو ہر کام کرتے دیکھا، ہر کلام کرتے سُنا۔ اور پھر اُن کی شادی کے بعد جب شہزادے پیدا ہوئے تو پیغمبرؐ نماز پڑھ رہے ہیں شہزادے اُن کے کندھوں پہ سوار ہیں، پیغمبرؐ حج بجا لا رہے ہیں اور حسنینؑ کو گود میں اُٹھایا ہوا ہے۔ اُن سے بہتر کون بتا سکتا ہے کہ نبیؐ کے نماز پڑھنے کا انداز کیا تھا؟ اور حج کرنے کے پیغمبرؐ کے ارکان کیا تھے؟

اَھْلُ الْبَیْتِ اَدْرٰی بِمَا فِی الْبَیْتِ

گھر والے بہتر جانتے ہیں کہ گھر میں کیا ہے؟ دوسروں کو کیا پتہ کہ گھر کے اندر کیا ہے؟ کوئی عالم ہو یا کوئی فاضل گھر کا بچہ بھی وہ بتائے گا جو گھر میں ہوگا

بڑے بڑے علماء بڑے بڑے فضلاء و وکلاء بھی نہیں بتا سکتے ۔ کیونکہ گھر کا معاملہ گھر والے بہتر جانتے ہیں ۔ (صلوات)

اسلام اور اہل بیت نبوت

خلاصے پر آؤں باتیں بہت ہو گئیں اور وقت بھی زیادہ گذر گیا، تمہیدیں ختم کروں اور نتیجہ پہ آؤں جب ہم نے علیؑ اور اولادِ علیؑ کی طرف رجوع کیا، کہ مولاؑ ہم حقیقی معنوں میں مسلمان بننا چاہتے ہیں آپ فرمائیں کہ حقیقت اسلام کیا ہے؟ اور حقیقی مسلمان بن کر جینے مرنے کا طریقہ کیا ہے؟ جو کچھ انہوں نے فرمایا اُس کا لب لباب آج عرض کرتا ہوں اور تفصیلات انشاء اللہ آنے والی مجالس میں بقدر وسعت مکان وزمان عرض کرنے کی کوشش کی جائے گی ۔

تو میرے دوستو، عزیزو، بزرگو! جو کچھ آل محمدؐ نے، جو کچھ اہل بیتؑ نبوت نے حقیقت اسلام ہمیں بتائی ہے اور سمجھائی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام ایک معجون مرکب ہے اور اُس کے اجزائے ترکیبی پانچ ہیں ۔ پانچ چیزوں کے مجموعے کا نام ہے اسلام ۔ اب آؤ نام آج بتا دوں اور تفصیل کل سے انشاء اللہ شروع ہو گی ۔ وہ کیا پانچ اجزاء ہیں؟

☆ پہلا ہے حُسن عقیدہ، حُسن اعتقاد کہ مسلمان وہ ہے جس کا عقیدہ اسلام کے عین مطابق ہو ۔

☆ دوسرا جزء ہے حُسن عبادت، مسلمان وہ ہے جو اُس طرح اللہ کی عبادت کرے جس طرح خالق اکبر نے حکم دیا ہے ۔

☆ تیسرا جزء ہے حسن معاملہ، لوگوں کے ساتھ تعلقات اُس طرح اُستوار کرے جس طرح شریعت محمدیہ حکم دیتی ہے، یہ حُسن معاملہ ۔

☆ چوتھا جزء ہے حُسن خُلق، کہ اپنے اندر اخلاق اُس طرح رکھے، اُس طرح

اخلاق جمیلہ پیدا کرے جس طرح محمدؐ و آلِ محمدؐ نے اخلاق جمیلہ کا مظاہرہ کر کے دُنیا کو سبق دیا ہے۔

☆ اور پانچواں جزء ہے حسن معیشت، حلال کی روٹی کمائے، حلال کا لقمہ کھائے اور بیوی بچوں کو اور مہمانوں کی خدمت بھی کرے تو حلال کے مال سے کرے۔

ان پانچ اجزاء کے مجموعے کا نام ہے اسلام۔ اب رہ گئی یہ بات کہ اسلام عقیدے کیا بتاتا ہے؟ اسلام عبادت کا سبق کیا پڑھاتا ہے؟ اسلام انسانوں کے ساتھ، دوستوں دشمنوں کے ساتھ کس طرح برتاؤ کا حکم دیتا ہے؟ اخلاق عالیہ کس طرح اپنے اندر پیدا کرنے کی فرمائش کرتا ہے؟ اور کس طرح لقمہ حلال کما کر کھانے کھلانے کا سبق دیتا ہے؟

یہ پانچ اجزاء جب مکمل ہو جائیں گے تو انشاء اللہ العزیز اسلام کی تصویر مکمل ہو جائے گی، اسلام کی تعبیر کامل ہو جائے گی اور ہمارے لیے صحیح معنوں میں مسلمان بن کر جینا مرنا بالکل آسان ہو جائے گا۔ کوئی نہیں کہہ سکے گا کہ مجھے پتہ نہیں کہ اسلام کیا ہے؟ مسلمان بننے کا طریقہ کیا ہے؟ اللہ فرماتا ہے:-

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (سورہ البقرہ آیت ۲۵۶)

نیکی الگ ہو چکی، بدی الگ ہو چکی، اسلام الگ ہو چکا، کفر الگ ہو چکا، ایمان الگ ہو چکا، بے ایمانی الگ ہو چکی۔ کوئی کافر نہیں کہہ سکتا مجھے اسلام کا پتہ نہیں، کوئی بے ایمان یہ نہیں کہہ سکتا مجھے ایمان کا علم نہیں، کوئی بدکار یہ نہیں کہہ سکتا مجھے نیکوکار بننے کا طریقہ کار معلوم نہیں؟ کوئی مانے یا نہ مانے شریعت نے سب کچھ بیان کر دیا ہے اور کھول کر بیان کر دیا ہے۔ سمجھنے کے لیے یا قرآن پڑھنا پڑے گا یا چودہ کا فرمان پڑھنا پڑے گا۔ اور اگر کوئی براہ راست

قرآن نہیں پڑھ سکتا، چودہ کا فرمان نہیں پڑھ سکتا تو علماء اعلام کی طرف رجوع کرنا پڑے گا:۔

فَسْـَٔلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورہ نحل)

علم ایک کوٹھے کے اندر ہے اور کوٹھے کو تالا لگا ہوا ہے۔ تالے کی چابی کا نام ہے سوال۔ جب سوال کرو گے تو تالا کھل جائے گا، جب تالا کھل جائے گا تو دروازہ کھل جائے گا، جب دروازہ کھل جائے گا تو جو کچھ مکان کے اندر ہے وہ واضح ہو جائے گا۔ (صلوات)

بس میرے دوستو میں نے آپ کی بڑی تھوڑی خراشی کی، اور اونچا اونچا بول کے بھی جبکہ میں کوشش کرتا ہوں کہ اونچا نہ بولا جائے کیونکہ اونچا بولنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ جس طرح عام گفتگو ہوتی ہے اسی طرح پہ گفتگو کی جائے تو آدمی بور نہیں ہوتے اس لیے خدا نے اونچی آواز کی مذمت کی ہے۔

لہٰذا اتنا کافی ہے باقی انشاء اللہ کل، آج اتنا عرض کروں گا کہ جن سے دین لینا تھا، جن سے ایمان سیکھنا تھا، جن سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنی تھی، جن سے قانون اسلام ہم نے معلوم کرنا تھا دُنیا نے اُن کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ:۔

ہیچ کافر نہ کند آنچہ مسلمان کردند

مصائب   شہادت حضرت علیؑ

کوئی کافر بھی یہ سلوک نہیں کر سکتا تھا جو اسلام کے دعویداروں نے کیا۔ کل میں نے بڑے اختصار کے ساتھ پیغمبرؐ کی شہزادی کی وفات کا اجمالاً ذکر کیا تھا۔ اب میں چاہتا ہوں نفس نبیؐ جس کو خالق نے قرآن میں نفس نبیؐ کہا، اور جس کو پیغمبرؐ نے دین دُنیا میں اپنا بھائی کہا اور ہم نے جس کو اللہ کا ولی اور پیغمبرؐ کا بلافصل وصی کہا اور جس کو احمقوں نے، بے عقلوں نے رب کی جگہ رب العالمین

کہا اُس حیدر کرارؑ کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ بھی حضرت امام حسینؑ کی شہادت کا ایک پیش خیمہ تھا۔

کوئی سوچ سکتا تھا کہ حیدر کرارؑ جیسا اسلام کا خادم، اسلام کا ناشر، اسلام کا مجاہد، اسلام کے جھنڈے گاڑنے والا، کفر کے جھنڈے اُکھیڑنے والا، پورے تیئس برس پیغمبر اسلامؐ کا ساتھ دینے والا مسجد میں جائے گا، حالت نماز میں ہو گا، حالت روزہ میں ہو گا، خالق اکبر کی بارگاہ میں سجدہ کر رہا ہو گا کہ ظالم اُن کے سر پر ایک ایسی تلوار کا وار کرے گا کہ سر اقدس کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے۔ یا علیؑ تیری پاک ذات پر پوری کائنات قربان اگر کوئی آدمی مرنے لگے تو کئی اُلٹی سیدھی باتیں کرتا ہے۔ لیکن جب مولاؑ کے سر اقدس پر تلوار لگی اور سر اقدس کے دو ٹکڑے ہوئے تو مولاؑ کی زبان سے جو پہلا جملہ نکلا وہ یہ تھا کہ:۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ

دشمنوں کو چیلنج کر دیا، کبھی کل ایمان کے ایمان میں شک نہ کرنا، جب میں پیدا ہوا تھا تو قرآن کی تلاوت کی تھی اور آج جب اللہ کی بارگاہ میں جا رہا ہوں تو اپنے ایمان کا اظہار کر کے جا رہا ہوں۔ اُس کے بعد دوسرا جملہ جو حیدر کرارؑ کی زبان حق ترجمان سے نکلا وہ یہ تھا کہ:۔

فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ

مجھے کعبہ کے رب کی قسم علیؑ آج اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ امام حسنؑ آگے بڑھے، دیکھا کہ مولاؑ کے سر اقدس دو ٹکڑے ہو چکا ہے، خون بہہ رہا ہے، مولاؑ خاک مسجد کوفہ سر میں ڈال رہے ہیں تو شہزادوں نے چادر بچھائی اپنے زخمی بابے کو چادر پر لٹایا۔ ایک طرف سے امام حسنؑ نے پکڑا دوسری طرف سے امام حسینؑ نے حضرت ابوالفضل العباسؑ نے سہارا دیا۔ جب گھر میں لے گئے دُعا

کرو کسی عظیم باپ کی عظیم بیٹیاں اپنے باپ کو اس حالت میں نہ دیکھیں۔
علامہ مجلسی نے "جلاء العیون" میں لکھا ہے کہ جب شہزادیوں کی نظر اپنے باپ کی اس حالت پہ پڑی تو اتنا زار وقطار رونا شروع کیا کہ آسمان کے فرشتے بھی رونے لگ گئے کیونکہ وہ پہلے اپنی مادر گرامی کا صدمہ سہہ چکی تھیں، نانے کی جدائی برداشت کر چکی تھیں اب جناب امیرؑ اُن کے نانا بھی تھے، اُن کی ماں بھی تھے اور اُن کے باپ بھی۔ جب اُن کا سایہ سروں سے اُٹھ گیا تو بیبیوں نے اتنا بلند آواز میں گریہ کیا کہ آسمان کے فرشتے بھی رونے لگ گئے۔ حیدر کرارؑ نے آنکھیں کھولیں دیکھا میری بیٹیاں بلند آواز میں رو رہی ہیں ور اُدھر دروازے پر میرے صحابی کھڑے ہیں فرمایا حسنؑ بیٹا میرے قریب آؤ۔ امام حسنؑ کو بلایا، فرمایا دروازے پہ جاؤ میرے اصحاب سے کہو کہ اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو جاؤ کیونکہ مولاؑ یہ برداشت نہ کر سکے کہ میری شہزادیوں کے رونے کی آواز میرے صحابیوں کے کانوں میں نہ پڑ جائے۔ میں اتنا عرض کروں گا۔ او میرا مجسمہ غیرت امام، او میرا غیور امام آج تو آپ اتنی بات برداشت نہ کر سکے کہ آپ کی شہزادیوں کے رونے کی آواز آپ کے صحابیوں کے کانوں میں نہ پڑ جائے۔ یا علیؑ مجھے اتنا فرماؤ اُس وقت جنت میں آپ کی کیا حالت ہوئی ہوگی جب یہی آپ کی شہزادیاں ہوں گی، یہی کوفے کا دربار ہوگا، تیری شہزادیوں کے سر پر کوئی چادر نہیں ہوگی اور بیبیاں جب دربار میں آئیں گے، تو جناب زینب عالیہؑ ایک طرف بیٹھ جائیں گی اور ظالم دربار کا مالک پوچھے گا:۔

مَنْ هٰذِهٖ؟

یہ بی بی کون اور وہ بی بی کون؟ میں کہا کرتا ہوں کہ اے کاش قیامت کا

زلزلہ آجاتا، اے کاش کہ کوفہ برباد ہوجاتا، اے کاش کہ لوگ اندھے ہوجاتے پر حیدر کرارؑ کی شہزادیوں کا یہ منظر نہ دیکھتے اور یہ بات نہ سنتے کہ درباری کہہ رہے تھے :۔

هٰذِهٖ زَيْنَبُ وَتِلْكَ اُمُّ كُلْثُوْمٍ

یہ علیؑ کی بڑی شہزادی زینب عالیہؑ ہیں اور وہ اُن کی شہزادی چھوٹی بیٹی جناب اُم کلثوم ہے۔

شامیاں بستند بازو زینبؑ وکلثومؑ را
اے فلک آن ابتدا این انتہائے اہلبیت

اگر ایسا نہ ہوتا تو کربلا کا واقعہ بھی پیش نہ آتا مسلمانوں کی جرأت بڑھ گئی تھی آل محمدؐ کی توہین کرنے کی، اُن کو شہید کرنے کی اور بیبیوں کو قید کرنے کی اور دربار میں لانے کی۔

اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

تیسری مجلس

حقیقت اسلام

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین

حقیقت اسلام

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنَ وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ:۔

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ○

(سورہ آل عمران) (صلوات)

خالق کائنات اور مالک موجودات کے اِس فرمان واجب الاحترام کا ترجمہ اور حاصل مطلب یہ ہے کہ کائنات کے تمام ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کو خطاب کر کے فرما رہا ہے اے ایمان کے دعویدارو! اپنی زبانی مومن کہلانے والو! میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ سے اُس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔ تمہارا نفع، تمہارا نقصان، تمہارا سود، تمہارا زیاں، تمہاری موت، تمہاری حیات سب کچھ اُس کے قبضہ قدرت میں ہے۔

لہٰذا اُس کو خوش کرنے کی کوشش کرو، اُس کی ناراضگی سے بچو۔ اور دوسرا حکم یہ ہے کہ اُس وقت تک نہ مرو جب کہ موت برحق ہے:۔

جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا
جب احمد مرسل نہ رہے تو کون رہے گا

لہٰذا اُس وقت تک نہ مرو، موت کی آغوش میں نہ جاؤ جب تک پہلے صحیح معنوں میں، حقیقی معنوں میں مسلمان نہ بن جاؤ۔ اور تیسرا حکم یہ ہے کہ اللہ کے دین والی رسی کو مضبوطی سے پکڑو یعنی پکے دیندار بن کے رہو۔ اور جس چیز سے اللہ نے روکا ہے وہ یہ ہے کہ آپس میں تفرقہ بازی نہ کرو، اختلاف سازی نہ کرو، اپنی صفوں میں انتشار پیدا نہ کرو بلکہ اتحاد و اتفاق کے ساتھ اکٹھے جیو اور اکٹھے مرو۔　　(صلوات)

یہ ہے حاصل مطلب جو میں نے اپنے لفظوں میں ادا کر دیا ہے۔ اور کل کی تقریر یہاں ختم ہوئی تھی کہ جب خالق کائنات ایمان کے دعویداروں کو حکم دے رہا ہے کہ اُس وقت تک نہ مرو جب تک پہلے صحیح معنوں میں مسلمان نہ بن جاؤ۔

اسلام کی حقیقت

ضرورت اِس بات کی ہے کہ پہلے اسلام کی حقیقت کو سمجھا جائے تب مسلمان بننے کا امکان ہوگا۔ اسلام کی اصلیت کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تب ہم صحیح معنوں میں مسلمان بن کے جی، مر سکیں گے۔ تو عرض کیا تھا کہ آج ایک اسلام جو اللہ نے بنایا تھا جو پیغمبر اکرمؐ نے تیئس سال کی طویل مدت میں دُنیا وَ مَا فِيهَا کی مصیبتیں جھیل کے ہم تک پہنچایا تھا، جسے حیدر کرارؑ اور بعض مخلص صحابہ اخیارؓ نے مل جل کے دُنیا کے کونے کونے تک پھیلایا تھا اور جسے مشکل وقت آنے پر مظلوم کربلا اور شہید نینوا سرکار سید الشہداؑ نے سب کچھ لٹا کر، سب کچھ کٹوا کر زندہ جاوید بنایا تھا اُس دین اسلام کے آج تہتر فرقے بن چکے ہیں۔

لہٰذا اصلی کون سا ہے اور نمبر دو کون سا ہے؟ اس کا پہچاننا بڑا مشکل ہے۔

لہٰذا لوگوں نے کئی طریقے بتائے کہ اصلی اسلام کی پہچان یہ ہے اور وہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ ساری بھرتی کی باتیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جن کا دامن چھوڑنے کی وجہ سے ایک اسلام کے تہتر اسلام بنے جب تک اُن کے دروازے پر حاضر نہیں ہوں گے حقیقت اسلام کبھی ذہن میں نہیں آسکے گی۔ اور وہ ہیں اہلبیت رسالت، اہلبیت نبوت، عترت رسول اور آل عباؑ۔ اگر اُن کے دروازے پہ جائیں گے تو انشاء اللہ حقیقت اسلام کا پتہ چل جائے گا اور جب اسلام کی حقیقت معلوم ہو جائے گی تو پھر مسلمان بن کر جینے مرنے کا سلیقہ بھی آجائے گا۔ (صلوات)

اسلام کے اجزائے ترکیبی

اور کل اختتام یہاں ہوا تھا کہ جب ہم نے آل محمدؐ کی طرف، علیؑ اور اولاد علی علیہم السّلام کی طرف رجوع کیا تو ہمیں یہ معلوم ہوا کہ اسلام پانچ چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔ پانچ اُس کے اجزائے ترکیبی ہیں۔

- ✫ کچھ عقائد ہیں۔
- ✫ کچھ اعمال وعبادات ہیں۔
- ✫ کچھ انسانی معاملات وتعلقات ہیں۔
- ✫ کچھ اخلاقیات ہیں اور کچھ معاشیات ہیں۔

اسلام صرف چند رکعت نماز پڑھنے کا نام نہیں تا کہ ہم کہیں ہمارا معیشت سوشل ازم ہے وہ ہم چین والوں سے لیں گے، یہ ہمارا سیاست والا نظام انگریز والا ہے جو ہم انگریزوں سے لیں گے۔ اسلام بحمد للہ خود کفیل ہے۔ اُس کا نظام اخلاقیات بھی ہے، اُس کا نظام عبادات بھی ہے، اُس کا نظام معاملات

بھی ہے، اُس کا نظام اخلاقیات بھی ہے اور اُس کا نظام معاشیات بھی ہے اور اُس کا نظام سیاسیات بھی ہے:۔

ع　　جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اسلام عین سیاست ہے اور سیاست عین اسلام ہے۔ اگر وہ شریعت محمدیہ کے مطابق کی جائے ورنہ یہ بے دینی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا جب اسلام پانچ چیزوں کا نام ہے تو ضرورت ہے کہ اسلامی اعتقادات کو پہلے سمجھا جائے جو بنیاد ہیں۔ پھر اسلامی عبادات کو سمجھا جائے جو فروع دین کہلاتے ہیں۔

پھر اسلامی معاملات و تعلقات کو سمجھا جائے پھر اخلاق اسلامی کو سمجھا جائے پھر معاشیات کا سبق پڑھا جائے۔ اور جب سب چیزوں کی سمجھ آجائے تو اپنے آپ کو اسلام کے رنگ میں رنگا جائے یہ نہ ہو کہ اسلام اور ہے اور ہم مسلمان اور ہیں، یہ تاثر ختم ہو جائے۔ مولا امیرؑ فرماتے ہیں:۔

ان الفتی من یقول ھا انا ذا　　لیس الفتی من یقول کان آبی

مسلمان کا کردار

جوان مرد وہ ہوتا ہے، مرد میدان وہ ہوتا ہے جو میدان میں آکر خم ٹھونک کر دُنیا کے سامنے کہے میں مسلمان ہوں۔ اگر تمہیں شک ہے تو میرے کردار کی طرف نگاہ کرو کوئی غیر اسلامی عادت میرے اندر موجود ہے اور کوئی خامی میرے اندر موجود ہے؟ لیکن جو کہے میرا بابا ایسا تھا اور میرا دادا ایسا تھا اُس کو مرد میدان نہیں کہتے۔ پدرم سلطان بود کے دعوے کرنا اور ہے حقیقتاً مسلمان بن کے، سینہ سپر ہو کر دُنیا کے سامنے کہنا کہ اسلام کو دیکھنا ہے تو میرے کردار کو دیکھو۔　　(صلوات)

ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا دو طبقے بڑے بدنام ہیں ایک شعراء، دوسرے اہل

علم، مقررین، واعظین۔ شعراء کے بارے خدا بھی سورۃ شعراء میں فرماتا ہے:۔

وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ (سورہ الشعرآء)

شاعر لوگ کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں ہیں۔ اقبال نے خود ہی اقرار کیا ہے:۔

اقبال بڑا اپدیشک ہے، من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا

لہٰذا شعراء بھی بدنام ہیں کہ کہتے کچھ اور ہیں اور کرتے کچھ اور۔ لیکن مقررین بھی، واعظین بھی اور سٹیج والے بھی بدنام ہیں کہ منبروں پر کہتے کچھ اور ہیں اور خلوت میں جا کر کرتے کچھ اور ہیں۔ آج سے تقریباً آٹھ سو سال پہلے حافظ شیرازی نے کہا تھا کہ:

مشکلے دارم ز دانش مند مجلس باز پرس
توبہ فرمایند چرا خود توبہ کم تر می کنند

مجھے ایک مشکل درپیش ہے میں ارباب دانش و بینش سے اِس کا حل چاہتا ہوں کہ ممبروں پر جا کر لوگوں کو توبہ توبہ کرنے کا حکم دینے والے خود توبہ کیوں نہیں فرماتے:۔ (صلوات)

دعوت اسلام کا طریقہ

لہٰذا ضرورت ہے اسلام جو عمل کا داعی ہے ایک آدمی امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کرنے لگا مولاؑ آپ ہمیں اجازت دیتے ہیں:۔

اَنَدْعُو النَّاسَ اِلٰى هٰذَا الْاَمْرِ

آپ کی طرف لوگوں کو بلائیں، لوگوں میں پھیل جائیں اور آپ کے

دروازے پر لوگوں کو گھیر گھار کے لے آئیں تا کہ مومن بن جائیں ۔ امامؑ نے فرمایا بڑی نیکی کی بات ہے ۔لوگوں کو امر بالمعروف کرو، نہی عن المنکر کرو تا کہ لوگ حق و حقیقت کو پہچان لیں ۔

وہ خوش ہو گیا اور جانے لگا امامؑ نے اُس کو روک کر فرمایا جو بات میں نے تمہیں کہی تھی خیال کرنا لوگوں کو دعوت دینا لیکن منہ نہ کھولنا، زبان سے کچھ نہ بولنا پھر دعوت دینا ۔ وہ آدمی حیران ہو گیا، مولاؑ آپ نے اجازت بھی دی ہے کہ میں لوگوں کو آپ کی طرف، مذہب حق کی طرف بلاؤں پھر آپؑ فرماتے ہیں زبان سے کچھ نہ کہوں : ۔

کَیْفَ نَدْعُوْھُمْ وَ نَحْنُ سُکُوْت

اگر مہر سکوت نہیں توڑوں گا، منہ سے نہیں بولوں گا تو لوگوں کو آپ کی طرف دعوت کیسے دوں گا؟ امامؑ نے جو جواب دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے ۔فرمایا اگر تم صدق نیت سے، حقیقتاً دردِ دل سے لوگوں کو ہماری طرف دعوت دینا چاہتے ہو، لوگوں کو مذہب حق کی طرف بلانا چاہتے ہو تو زبان سے دعوت نہ دو بلکہ باالعمل کردار ایسا پیش کرو کہ دنیا تمہارا کردار دیکھتی جائے اور حیدر کرارؑ کی ولایت کا کلمہ پڑھتی جائے ۔ (نعرہ)

تم عام لوگوں جیسے نہیں ہو، تم آل محمدؐ کے دامن کو تھامنے والے ہو ۔ اور تم آل محمدؐ اور امیر المومنینؑ، امام المتقینؑ امام کے نام لیوے ہو ۔

میں چاہتا ہوں کہ تم جب لوگوں میں پھیل جاؤ تو لوگ دیکھیں تم واجبات کو پابندی کے ساتھ ادا کر رہے ہو اور محرمات سے دامن کو بچا رہے ہو تا کہ لوگ مانیں کہ جن کے امام معصوم ہیں اُن کے غلام بھی بڑے شریف ہیں ۔

تو بہر حال : ۔

کُونُوا لَنَا زَیْنًا وَلَا تَکُونُوا عَلَیْنَا شَیْنًا

امامؑ نے بار بار فرمایا جہاں بھی رہو، جس ملک میں رہو، جس علاقے میں رہو، جس ماحول اور معاشرے میں رہو ہمارے لیے باعث زینت بن کے رہو، ہمارے لیے باعث ننگ و عار نہ بنو۔

بہر حال بات کو مختصر کروں کہ اب آؤ پہلے یہ دیکھیں اسلام کے اعتقادات کیا ہیں؟ پھر دیکھیں گے کہ عبادات کیا ہیں؟ پھر غور کریں گے کہ معاملات کیا ہیں؟ پھر انشاء اللہ سوچیں گے کہ اخلاقیات اسلام کیا ہیں؟ اور آخر میں دیکھیں گے کہ معاشیات اسلام کیا ہیں؟ (صلوات)

اسلام کے لئے عقائد

تو میرے دوستو! جس طرح پرسوں کی مجلس میں مختصراً عرض کیا تھا، ایک اسلام عمومی کے معنی کے لحاظ سے جو تین عقیدے رکھ لے :۔

- ☆ اللہ کو واحد لا شریک مانے۔
- ☆ پیغمبر اسلامؐ کو خاتم الانبیاء جانے۔
- ☆ قیامت کو برحق مانے یعنی کہے :۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

۔ اُس کو عام عمومی معنی میں مسلمان کہتے ہیں اسلامی برادری کا رکن کہتے ہیں۔

ایمان کے لیے عقائد

لیکن اگر کوئی مسلمان ترقی کر کے اہل ایمان خصوصی معنی میں بننا چاہتا ہو تو دو عقیدے اور بھی ساتھ رکھنے پڑتے ہیں :۔

- ☆ ایک اللہ کو عادل ماننا پڑتا ہے۔

☆ اور دوسرا علیؑ سے لے کر مہدی دوراںؑ تک بارہ ائمہ اہلبیتؑ کی امامت کا بھی اقرار کرنا پڑتا ہے۔ تو دوسرے لفظوں میں یوں کہہ دوں جو:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

پڑھ کے خاموش ہو جائے وہ عمومی معنوں میں مسلمان ہے اور جو اس کے ساتھ: ۔عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰهِ بھی پڑھے وہ صاحب ایمان ہے۔

یہ اپنے اپنے مقدر کی بات ہے لوگ لاکھوں کو ولی مانتے ہیں ہمارے سرگودہا میں بھی ہیں، ملتان تو پیروں سے پُر ہے، لاہور بھی چھلک رہا ہے ہر ملک وملت میں چند ولی مل جاتے ہیں۔ لوگ اُن کے سال بھر عرس مناتے ہیں، پھولوں کی چادریں چڑھاتے ہیں اور اُن کی بڑی تعظیم وتکریم بجالاتے ہیں۔ جب پوچھو کون ہیں؟ کہتے ہیں اللہ کے ولی ہیں۔

ہم ایک بار بھی اعتراض نہیں کرتے بلکہ یہی کہتے ہیں ہر قوم کو اپنے ولی مبارک، اپنے وصی مبارک، اپنے پیر مبارک، اپنے اپنے بزرگ مبارک۔ لیکن سمجھ نہیں آتی کہ۔ جب ہم ایک مولا علیؑ کو علی ولی اللہ کہتے ہیں تو لوگوں کے ماتھوں میں مروڑ پیدا ہونے لگ جاتے ہیں، پیشانیوں پر شکنیں اُبھر آتی ہیں۔

دیکھو اگر ہم کہتے کہ علیؑ اللہ ہے تو قابل اعتراض بات ہے، خاتم الانبیاء کے بعد اگر ہم کہتے مولا علیؑ رسول ہیں یا نبی ہیں تو بھی قابل اعتراض بات تھی۔ ہم مولا علیؑ کو نہ اللہ کہتے ہیں نہ نبی کہتے ہیں، کہتے صرف یہ ہیں کہ علیؑ مولا کیا ہیں؟ اللہ کے ولی ہیں اور پیغمبر اسلامؐ کے بلافصل وصی ہیں۔ اس پر بُرا منانے کی ضرورت کیا ہے؟ لیکن کیا کیا جائے، کیا عرض کیا جائے؟

میں اتنا پوچھنا چاہوں گا برادران اسلامی سے، او لاکھوں کو ولی ماننے والو! مجھے اپنی کتابیں پڑھ کے بتاؤ، مجھے اپنے علماء کرام سے پوچھ کے بتاؤ کہ

تمہارے ولیوں کو اگر ولایت ملی ہے تو کس دروازے سے ملی ہے۔ اگر آپ کے مولوی صاحبان نہ بتائیں اور آپ کتابیں بھی نہ پڑھ سکیں تو میں حوالہ عرض کر دیتا ہوں تحقیق کرنا آپ کا کام ہے اور نشان دینا میرا کام ہے، رہنمائی کرنا میرا کام ہے۔

ولیوں کے وسیلہ

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ہمارے برادران اسلامی کے نامی گرامی عالم اُن کی چھ جلدوں میں تفسیر قرآن ہے جس کا نام ہے "تفسیر مظہری" ہے جو کانپور میں عربی میں چھپی ہے اُس کی جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 119 کی آخری سطر اور صفحہ نمبر 120 کی پہلی سطر میں لکھتے ہیں کہ:

مَا بَالَغَ اَحَدٌ دَرَجَةِ الْاَوْلِيَآءِ مِنَ الْاُمَمِ السَّابِقَةِ اِلَّا بِرُوْحِ عَلِيِ ابْنِ اَبِیْ طَالِبِ كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰى وَجْهَهٗ۔

کہتے ہیں آدمؑ سے لے کر آج تک کوئی ولی اُس وقت تک ولی نہیں بنا جب تک ولایت کے امیدوار نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حسنینؑ کے بابے حیدر کرارؑ کی روح مقدس کو وسیلہ نہیں بنایا ہے:۔ (نعرہ)

جس علیؑ ولی کے وسیلہ سے لوگوں کے ولیوں کو ولایت ملی ہے ہم اُن کو اللہ کا ولی کہہ دیتے ہیں تو بُرا ماننے کی ضرورت کیا ہے؟ میں کیا عرض کروں جناب امیر المومنین کی ولایت وہ معتبر چیز ہے، وہ قابل قدر چیز ہے کہ جس کے بارے میں جب نظام الدین دہلوی سے پوچھا گیا کہ آپ بھی ولی ہیں اور مولا علیؑ بھی ولی ہیں پھر آپ دونوں کی ولایت میں فرق کیا ہے؟ تو نظام الدین خوش ہونے کی بجائے بگڑ گئے، مزاج میں تبدیلی آ گئی، چہرے کا رنگ بدل گیا۔ کہنے لگے تم بڑے احمق ہو، مولا علیؑ کے مقابلے میں مجھے لا کے کھڑا کر رہے ہو

اور کہتے ہو کہ علیؑ بڑے ولی ہیں یا تم بڑھے ولی ہو، سنو: ۔

نظام الدین حیا دارد کہ گوید بندۂ شاہم
ولیکن قنبر اُو را کمینہ یک گدا باشد

کہتے ہیں میں یہ تو دعویٰ بھی نہیں کر سکتا کہ میں غلامِ علیؑ ہوں ۔ جناب علیؑ کے غلام ہیں جناب قنبرؓ ۔ مجھے قنبرؓ کے دروازے کا کمینہ گدا اگر تسلیم کر لیا جائے تو اِس سے بڑھ کر میرے لیے اور قابل فخر بات کیا ہے؟ ۔(نعرہ)

اِسی بنا پر جناب جوش ملیح آبادی جیسے عظیم شاعر نے بڑے ہوش کے عالم میں کہا تھا:

؎ یا علیؑ جس کا تُو مولا ہے اُس کو فخر کرنا چاہیے
یا علیؑ جس کا تو آقا ہے اُس کو ناز کرنا چاہیے

جس کو علیؑ جیسا مولا مل جائے وہ اپنی خوش قسمتی پر ناز نہ کرے تو پھر فخر کون کرے گا؟ جس کو علیؑ جیسا ولی مل جائے وہ اپنی قسمت پر ناز نہ کرے تو کون کرے؟

لہٰذا ایرانیوں سے پوچھو جب اُن کو امریکہ بہادر یا کوئی اور طاقت دھمکی دیتی ہے تو ایک دھمکی کے بدلے وہ دس دس دھمکیاں دیتے ہیں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے ہیں ۔ اگر کوئی کہے کہ جناب اپنی حیثیت کو دیکھو وہ سپر طاقت ہے تو وہ کہتے ہیں سپر طاقت ہے خدا: ۔

چہ غم داریم خدا داریم
چہ غم داریم مصطفیٰ داریم
چہ غم داریم علی مرتضیٰ داریم

ہمیں کیا پریشانی ہے خدا جو رکھتے ہیں، ہمیں کیا فکر ہے مصطفیؐ جو رکھتے

ہیں، ہمیں کیا پریشانی ہے حیدر کرارؑ جو رکھتے ہیں۔ اللہ جیسا مرکز کوئی نہیں ہے اور محمدؐ و آلِ محمدؐ جیسا وسیلہ کوئی نہیں ہے۔ جن کے ایک ہاتھ میں دامن توحید ہو اور دوسرے ہاتھ میں دامن رسالت و امامت ہو اگر وہ لوگوں سے ڈرتے ہیں تو ایمان کی کمزوری ہے۔ ورنہ مومن اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ (نعرہ)

اعتقادات

تو بات لمبی نہ ہو جائے میرے دوستو! بات ہو رہی تھی اعتقادات کی۔ لہٰذا مومن بننے کے لیے، سچا مسلمان بننے کے لیے پانچ عقیدے دل و دماغ میں اِس طرح راسخ کرنے پڑتے ہیں کہ باد آئے باران آئے، کوئی مادی طوفان آئے، کوئی زلزلہ آئے، زمین و آسمان کا نقشہ بدل جائے پر مومن کے ایمان میں خلل نہ آئے۔

قرآن میں خالق اکبر نے کچھ منافقوں کا ذکر کیا ہے، اُن کو مال و دولت مل جائے تو کہتے ہیں اسلام بڑا اچھا دین ہے، کوئی تکلیف پہنچ جائے تو کہتے ہیں اسلام بُرا دین ہے، ہمیں تکلیف پہنچی ہے، ہمارا تو پہلا مذہب ٹھیک تھا۔ تو آدمی کو یوں ڈھل مل یقین نہیں ہونا چاہیے بلکہ جس حالت میں خدا رکھے اُسی حالت پہ راضی رہنے کا نام اسلام ہے۔ یا تو اللہ کو عادل نہ مانا جائے لیکن اللہ عادل ہے، اللہ رحمٰن بھی ہے، اللہ رحیم بھی ہے، اللہ رؤف بھی ہے اللہ کریم بھی ہے۔ تو پھر ماننا پڑتا ہے "مرضی مولا از ہم اولیٰ" جو اللہ اپنے بندے کے لیے پسند کرتا ہے بندے کی اُسی میں بہتری ہوتی ہے۔

عقیدہ توحید

لہٰذا آؤ اسلامی عقائد کو دیکھیں۔ پہلا عقیدہ ہے توحید، اب توحید کے بارے میں، میں نے کئی عشرے پڑھے ہیں کہیں ایک عشرہ پڑھا ہے توحید پر،

کہیں رسالت پر، کہیں عشرہ پڑھا ہے امامت پر۔ اگر یوں تفصیل میں جائیں تو ساری باتیں ادھوری رہ جائیں گی۔ لہٰذا آج تیسری مجلس ہے اور باقی ہیں انشاء اللہ چھ مجالس، روز عاشورہ تو میں نے مجلس پڑھنی نہیں ہے۔

لہٰذا انشاء اللہ آپ زندہ و سلامت رہیں چھ مجلسیں ہیں اگر تفصیل میں جائیں تو صرف عقائد بھی ختم نہیں ہوں گے۔ جبکہ میرا ارادہ ہے کہ پورے اسلامیات کو ان چھ سات دنوں میں بیان کر دیا جائے تو اختصار سے کام لینا پڑے گا کہ:-

☆ ہمارا عقیدہ توحید کیا ہے؟

☆ ہم اللہ کو کیا سمجھتے ہیں؟

میں لمبی چوڑی بحثوں میں پڑنے کی بجائے صرف یہ مشورہ دوں گا اگر قل ھو اللہ چھوٹی سی سورت کو ترجمہ اور تشریح کے ساتھ پڑھ لیا جائے، اُس کے مطابق عقیدہ رکھ لیا جائے امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ جو سورت قل ھو اللہ کو پڑھے، اُس کے مطابق عقیدہ توحید رکھے قیامت والے دن خالق کائنات اپنی ذات کے بارے میں اس سے زیادہ سوال نہیں کرے گا۔ جس کا شان نزول مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ یہودیوں نے بھی درخواست دی، عیسائیوں نے بھی درخواست دی، عرب جاہلیت نے بھی درخواست دی کہ یا رسول اللہ آپ جو ہمیں مشرک کہتے ہیں عیسائیوں کو مشرک کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں، آپ یہودیوں کو بھی مشرک کہتے ہیں کہ حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اور عرب جاہلیت کو بھی آپ مشرک کہتے ہیں یہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتے ہیں۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ جبرائیلؑ و میکائیلؑ یہ سارے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

لہٰذا اپنے رب کا نسب نامہ بتاؤ؟ جس کی طرف آپ لوگوں کو بُلاتے ہیں ۔اُس اللہ کا حسب کیا ہے؟ اور اللہ کا نسب کیا ہے؟ ۔ جب انہوں نے درخواستیں دیں تو پیغمبر اکرمؐ آپ کو پتہ ہے کہ: ۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴ (سورہ النجم)

جب تک اللہ کی وحی کا مطالعہ نہیں کرتے تھے، اپنی خواہش نفس سے منہ کھولتے ہی نہیں تھے، زبان سے کچھ بولتے ہی نہیں تھے ۔لہٰذا اللہ کی وحی کا انتظار کیا ۔خالق نے فوراً وحی کی ڈوری ہلائی کہ: ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱

میرا حبیبؐ اِن سوال کرنے والوں سے، درخواست دینے والوں سے کہہ دو کہ میرا پروردگار ایک ہے ۔

اللہ کی صفات

تم تین سو ساٹھ خداؤں کو مانتے ہو، کوئی کم وبیش کو خدا مانتا ہے، اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو پھر اُن کو معبود سمجھ کے اُن کی پرستش کرتے ہو، میرا پروردگار وہ ہے جس کی طرف میں کائنات کو بُلاتا ہوں وہ ذات میں، صفات میں، افعال میں، عبادت میں ایسا ایک ہے کہ اُس کا کوئی شریک نہیں ہے: ۔

ع یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

(صلوات)

وہ ذات میں ایک ہے یعنی وہ واجب الوجود ہے ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا، نہ اُس کی کوئی ابتداء ہے نہ کوئی انتہا ہے ۔ جب کہ ہر مخلوق ممکن الوجود ہے جس کی ابتداء بھی ہے، جس کی انتہا بھی ہے، ولادت بھی ہے، وفات بھی ہے، ولادت بھی ہے، شہادت بھی ہے ۔ لیکن اللہ وہ ہے جس کے لیے موت تو

کُجا، نیند نہیں ہے، نیند کب آئے گی جب کہ اُس کے لیے اُونگھنا بھی نہیں ہے: ۔

لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (سورہ بقرہ آیت ۲۵۵)

تو اللہ کی ذات میں کوئی شریک نہیں وہ ایک ہے ۔ اللہ کے صفات و کمالات میں کوئی شریک نہیں ۔ اللہ کا علم ہے، قدرت ہے، سماعت ہے، بصارت ہے جو کچھ ہیں اُس کے ذاتی صفات ہیں ۔ لیکن نبیوں میں، اماموں میں، عام پبلک میں جو کچھ صفاتِ کمال پائی جاتی ہیں وہ اللہ کی عطا کردہ ہیں اُن کی اپنی ذاتی نہیں ہیں ۔ اور اللہ کے افعال میں بھی کوئی شریک نہیں ۔ اللہ کے کاموں میں بھی کوئی شریک نہیں ۔ وہ واحد لاشریک ہے ۔

البتہ یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ وہ کام کون سے ہیں جو اللہ ہی کرتا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں ہے تو اس کے لیے میں آپ حضرات کو دعوت دوں گا کہ قرآن مجید اپنے گھر جا کر کھولیں پارہ نمبر اکیس کی سورت روم کو کھولیں ساتواں رکوع دیکھیں اللہ نے وہاں اپنے کام گنوائے ہیں: ۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ط

(سورہ روم آیت ۴۰)

☆ فرماتا ہے میں اللہ کا پہلا کام تو یہ ہے کہ میں نے کائنات پیدا کی ہے جس کو چاہا بیٹیاں دیں جس کو چاہا بیٹے دیے، جس کو چاہا جوڑا جوڑا دیا جس کو چاہا بانجھ بنایا ۔

☆ تو اولاد دینا میرا کام، پھر جس کو اولاد دیتا ہوں اُس کی روزی کا انتظام کرنا بھی میرا کام ہے ۔ خالق کائنات بھی میں ہوں اور رازق کائنات بھی میں ہوں ۔

☆ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ جب تمہاری زندگی کے شب و روز ختم ہو جائیں گے تمہاری عمر کی معیاد ختم ہو جائے گی تو ایک گھنٹہ نہ بڑھ سکتی ہے نہ گھٹ سکتی ہے تو

موت کا ذائقہ چکھانے والا بھی میں ہوں۔

☆ اور جب قیامت کا دن آئے گا لاکھوں سالوں کے مردوں کو، خاک میں مل کر خاک ہو جانے والوں کو، حیات نو عطا کر کے اُسی جسم و جان کے ساتھ جس کے ساتھ کبھی دُنیا میں رہتے تھے۔ پھر میدان حشر میں لانے والا بھی میں ہوں۔ یہ چار کام گنوانے کے بعد پھر فرماتا ہے:۔

هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ

(سورہ روم آیت ۴۰)

اُو میرے شریک بنانے والو! کوئی ایسا میرا شریک ہے جو میرے والے یہ چار کام کر سکے؟ پھر خود جواب دیتا ہے:۔

سُبْحٰنَهٗ اللہ پاک ہے: وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾

اور مشرکین کے شرکوں سے بہت بلند و بالا ہے۔ یہ تیسری قسم کی توحید ہے کہ اللہ کے کاموں میں کوئی شریک نہیں۔

☆ اور چوتھی توحید یہ ہے کہ اللہ کی عبادت میں بھی کوئی شریک نہیں۔ نماز پڑھو تو قربةً اِلی اللہ، روزہ رکھو تو قربةً اِلی اللہ، زکوٰۃ و خمس ادا کرو تو قربةً اِلی اللہ، حج کا سفر کرو تو قربةً اِلی اللہ، آلِ محمدؑ کی زیارات کا سفر مبارک کرو تو قربةً اِلی اللہ کیونکہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے۔ یہی وہ ذات ہے کہ جس کی آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک عبادت کرتے رہے جس کی علیؑ ولی سے لے کر مہدی دورانؑ تک عبادت کرتے رہے۔ حتٰی کہ پیغمبر اکرمؐ نے اللہ کی اتنی عبادت کی خالق کو کہنا پڑا میرا حبیبؐ ذرا عبادت گھٹا دو:۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ (سورہ مزمل)

اے میرا کملی اوڑھنے والا نبی رات کو جاگا کر، نماز پڑھا کر، مناجات کیا

کر پر ساری رات نہ۔ دن کو تبلیغ نبوت کریں لوگوں کی باتیں سنیں، لوگوں کے پتھر کھائیں، لوگوں کی گالیاں کھائیں جب آرام کا وقت ہو تو ساری رات محراب مسجد میں گزار دی جائے، میرا حبیبؐ مجھے تیری تکلیف گوارا نہیں کچھ آرام بھی کیا کر۔ آدھی رات میری عبادت کے لیے کافی ہے، اُس میں تھوڑی سی کمی کر دو۔ سورہ مزمل کی پہلی آیت پڑھ لینا یا اُس میں ذرا سا زیادہ کر لو لیکن ساری رات عبادت نہ کیا کرو کچھ آرام بھی فرمایا کرو۔

اور پیغمبر اکرمؐ کے بعد مولا علیؑ کے بارے میں جو تاریخ بتاتی ہے وہ آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک کسی نبی کے بارے میں نہیں ملتا، نماز فریضہ الگ اُس کے نوافل الگ، نماز تہجد الگ، دو رکعت نماز شفع الگ، ایک رکعت نماز وتر الگ۔ یہ بن گئی اکیاون رکعتیں اور اِن کے علاوہ چوبیس گھنٹوں میں ایک ہزار رکعت نافلہ الگ۔ مولاؑ کی پوری زندگی میں ایک ہزار رکعت نافلہ قضا نظر نہیں آتی۔ تو ایک ہزار رکعت کے بن گئے دو ہزار سجدے، اکاون رکعت کے بن گئے ایک سو دو سجدے تو مولا متقیان، امیر مومنان، لنگر زمین و آسمان چوبیس گھنٹوں میں دو ہزار ایک سو دو سجدے خالق اکبر کی چوکھٹ پر ادا کر کے پھر بھی کہتے ہیں:۔

مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ

اے پروردگار جو تیری عبادت کا حق تھا ابھی تو علیؑ نے ادا کیا ہی نہیں ہے (نعرہ)

الغرض پھر اللہ فرماتا ہے اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ صمد کا معنی ہے بے نیاز فارسی کا لفظ ہے بے نیاز یعنی کسی کا محتاج نہیں ہے۔ لیکن ساری کائنات اللہ کی محتاج ہے۔ دوسری جگہ قرآن میں وضاحت موجود ہے:۔

أَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ إِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ (سورہ فاطر)

تمام کائنات میری محتاج ہے، پیدا ہونے میں بھی میری محتاج، رزق حاصل کرنے میں بھی میری محتاج، نبی نبی بننے میں میرے محتاج، امام مسند امامت پر بیٹھے کے لیے بھی میرے محتاج کیونکہ امامت کے لیے انتخاب خدا کرتا ہے اعلان مصطفیٰؐ سے کراتا ہے۔ جیسا کہ غدیر خُم کے میدان میں ہوا تھا اللہ نے مولا علیؑ کا انتخاب کیا اور مجمع عام میں، صحابہ کرامؓ میں، مسلمانان عالم میں پالانوں اور پتھروں کے ممبر پر جا کر، حیدر کرارؑ کا بازو تھما کر، اور کائنات کو دکھا کر فرمایا تھا کہ میں جس کا مولا و آقا ہوں وہ تب میرا مسلمان اور مومن بنے گا جب حیدر کرارؑ کو بھی اپنا مولا و آقا مانے گا:۔

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ

لہٰذا امام ہوں یا نبی اللہ کے محتاج ہیں، اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ لَمْ يَلِدْ اللہ سے کوئی پیدا نہیں ہوا نہ عیسیٰؑ نہ کوئی موسیٰؑ نہ کوئی عزیرؑ نہ کوئی عزیزؑ نہ اللہ کا کوئی بیٹا ہے نہ اللہ کی کوئی بیٹی ہے۔ جو کہتے ہیں فرشتے بیٹاں ہیں یہ بھی غلط، جو کہتے ہیں حضرت عزیرؑ اللہ کا بیٹا ہے وہ بھی غلط، جو کہتے ہیں حضرت عیسیٰؑ اللہ کا بیٹا ہے وہ بھی غلط۔

آپ کو پتہ ہے قدیمی مومن بیٹھے ہیں یہ مباہلہ جو ہوا تھا اِسی بات پر ہوا تھا۔ ہمارا پیغمبر اکرمؐ کہتا تھا وہ اللہ کا بندہ ہو کر اللہ کا نبی ہے اور عیسائی کہتے تھے اللہ کا بیٹا ہو کر اللہ کا نبی ہے۔ پیغمبرؐ فرماتے ہیں وہ اللہ کا بیٹا نہیں۔ وہ کہتے ہیں اللہ کا بیٹا نہیں تو باپ کا نام بتاؤ؟ پیغمبرؐ فرماتے ہیں اللہ قادر ہے بغیر باپ کے بیٹا عطا کر سکتا ہے۔ کہتے ہیں کوئی مثال دو؟ پیغمبر اکرمؐ نے مثال دی آدمؑ کی ماں بھی کوئی نہیں اور بابا بھی کوئی نہیں۔ جو حضرت آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے پیدا

کر سکتا ہے وہ عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا نہیں کر سکتا؟ یہ وہ دلیل تھی جس کا پوری عیسائیت کے پاس قیامت تک کوئی جواب نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی سر ہلا دیا ہم نہیں مانتے۔ یا باپ کا نام بتاؤ یا اللہ کو بابا مان جاؤ۔ اللہ نے تب فرمایا تھا میرا حبیبؐ یہ دلیلیں نہیں مانتے اِن کو مباہلے کا چیلنج کر دو۔

لہٰذا مباہلہ واقع ہونے والا تھا جس میں سچوں نے جھوٹوں پر لعنت کرنی تھی تو اہل نجران سمجھ گئے تھے کہ اگر محمدؐ و آل محمدؑ نے دست دُعا بلند کر کے ہم پر لعنت کر دی تو قیامت تک ایک نصرانی زندہ نہیں رہے گا۔ جزیہ دینا قبول کر لیا اور اپنی شکست تسلیم کر لی پر محمدؐ و آل محمدؑ کے مقابلے میں آ کر اُن کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ کی۔

تو بہر حال اللہ کی اولاد کوئی نہیں۔ ساری کائنات اللہ کی مخلوق ہے اللہ کا مولود کوئی نہیں وَلَمْ يُولَدْ اللہ بھی کسی سے پیدا نہیں ہوا۔ اللہ کے ماں باپ تلاش نہ کرنا، اُس کے دھدیال ننھیال نہ ڈھونڈنا۔ آخر میں فرماتا ہے وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ میں ایسا بے مثل و بے مثال ہوں کہ پوری کائنات میں میری کوئی مثال نہیں ہے اور کوئی نظیر نہیں اور میرے جیسا کوئی اور نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں جب سورت قل ھو اللہ پڑھ لو، نماز میں پڑھو یا علاوہ نماز کے تو تین مرتبہ کہا کرو اور اگر وقت تھوڑا ہے تو دو مرتبہ اگر وقت اور بھی تھوڑا ہے تو ایک مرتبہ کہا کرو كَذٰلِكَ اللّٰهُ رَبِّيْ میرا پروردگار ایسا ہے جیسا کوئی اور نہیں ہے۔ اور امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ جو بندہ اس سورت قل ھو اللہ احد کے مطابق اللہ کے بارے میں عقیدہ رکھ لے خالق کائنات جب قیامت کے دن حساب و کتاب لے گا تو اپنی معرفت کے بارے میں اِس سے زیادہ بندے سے سوال نہیں کرے گا۔ جو قل ھو

اللہ پڑھ کے اللہ کے بارے میں یہ یقین پیدا کر لے کہ میرا اللہ ایسا ہے اُس کے مومن ہونے کے لیے کافی ہے۔　　　　(صلوات)

عقیدہ عدل

دوسرا عقیدہ اب مجھے ذرا اختصار سے کام لینا پڑے گا کیونکہ مجلسیں تھوڑی ہیں اور مطالب بہت زیادہ ہیں، دوسرا عقیدہ مومن بننے کے لیے یہ ہے کہ اللہ کو عادل بھی ماننا پڑے گا۔ عدالت وہ ہے کہ جس طرح ایک چکی ہوتی ہے اُس کا قطب ہوتا ہے (کلی)، جب تک وہ کلی درمیان میں نہ ہو وہ پاٹ گھوم نہیں سکتا۔ تو اسیاءِ اسلام کے قطب کا نام ہے عدالت۔

اسلام کی پوری چکی اللہ کی عدالت کے اردگرد گھومتی ہے۔ جب تک اللہ کو عادل نہ مانا جائے پورے اسلام کا ڈھانچہ ختم ہوجاتا ہے۔

اگر اللہ عادل نہیں تو اُس کے نبیوں نے جو کہا کہ مومنوں کو جنت میں ملے گی کیا یقین ہے اللہ عادل جو نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ وعدہ خلافی کر کے مومنوں کو جنت نہ دے۔ اُس نے جو کہا میرے کافروں اور میرے منکروں کو جہنم میں ڈالوں گا۔ عادل نہیں تو کیا پتہ کہ وہ سزا نہ دے۔ ہوسکتا ہے جس کو نبی بنا کے بھیجا وہ نبی نہ ہو، جس کو امام بنایا ہے (معاذ اللہ) وہ امام نہ ہو۔ تو جب تک اللہ کو عادل نہ مانا جائے اسلام کا کوئی ایک عقیدہ یا مسئلہ صحیح ثابت نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اللہ عادل ہے اتنا بڑا عادل کہ خود فرماتا ہے:۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝۷ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝۸ (سورہ الزلزلۃ)

جو نیکی کرے گا ایک رائی کے دانے کے برابر وہ ساتویں کوٹھی میں کرے یا مکان کی چھت پر کرے، دن کے اُجالے میں کرے یا رات کے اندھیرے

میں کرے میں جزاء دے کے رہوں گا عادل جو ہوں :۔

اَنِّیۡ لَاۤ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ (سورہ آل عمران آیت ۱۹۵)

میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا ۔ اور جو چھپ کے کرے یا لوگوں کے سامنے کرے، ساتویں کوٹھڑی میں کرے یا پہاڑ کی چوٹی پہ کرے، دن کے اُجالے میں کرے یا رات کے سناٹے میں کرے اگر ریت کے دانے کے برابر بھی بُرائی کرے گا تو خالق فرماتا ہے میں اُس کو سزا دے کے رہوں گا ۔ اللہ کی بارگاہ میں دیر تو ہو سکتی ہے پر اندھیر نہیں ہے :۔

؎ قریب ہے یار و روز محشر چھپے کا کُشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر، لہو پکارے گا آستین کا

آج دُنیا میں جو اونچ نیچ نظر آتی ہے کوئی ظالم ہیں کوئی مظلوم ہیں، ظالم دندنا رہے ہیں مظلوم بچارے رو پیٹ رہے ہیں ۔ ہم بھی چودہ سو سال سے رو بھی رہے ہیں اور ماتم بھی کر رہے ہیں ۔ اگر اللہ کی عدالت نہ ہو، ظالموں کو نہ پکڑے اور جہنم میں نہ ڈالے، ہمیں جزاء نہ دے اور کربلا والوں کو جزاء نہ دے تو اللہ کو عادل کون کہے گا؟ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا جزء ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے ۔ اور اُس نے عدالت کے لیے قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے ۔
(صلوات)

عقیدہ نبوت

تیسرا عقیدہ نبوت ہے یہ وہ عقائد ہیں جس کے لئے ایک ایک عشرہ درکار ہے ۔ میں ایک مجلس میں سارے بیان کر رہا ہوں ۔ لہٰذا بڑے اختصار کے ساتھ عرض کروں گا کہ نبی کون ہوتا ہے؟ میں تفصیل میں نہیں جا سکتا کہ ہمارے بھائی کیا کہتے ہیں؟، عام مسلمان کیا کہتے ہیں؟ اور ہمارا عقیدہ کیا ہے، آل محمدؐ

نے کیا بتایا؟ وہ تو کہتے ہیں پیغمبر اکرمؐ چالیس سال کے بعد نبی بنے تھے، ہم کہتے ہیں نبی پیدا ہی نبی ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ اپنی ولادت کا تیسرا دن ہے میں دعوت فکر دے رہا ہوں قرآن سے واقعہ عرض کروں گا۔ تیسرا دن ہے جناب مریمؑ اپنا بچہ گود میں لے کر بیٹھی ہیں، تمام قوم کے بڑے بڑے سردار آئے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں:۔

يَاأُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾

(سورہ مریم)

نہ تیرا بابا بُرا تھا نہ تیری ماں زناکار اور بُری تھی تو تُو بغیر شوہر کے بیٹا کہاں سے لائی؟۔ یہ قرآن کا واقعہ ہے یہ کتنا بڑا اعتراض ہے۔ تیرا بابا بھی بُرا نہیں تھا اگر ہوتا تو کہتے جیسے بابا تھا ویسے بیٹی بھی ہے۔ تیرا بابا بڑا شریف تھا۔

پتہ چلا کہ جناب مریمؑ خاندانی عورت تھی کوئی عام عورت نہیں تھی۔ لہٰذا تیری ماں بھی بُری نہیں تھی وہ بھی بڑی شریف عورت تھی تو تو نے یہ کرتوت کیا کیا؟ کہ بغیر شوہر کے بیٹا لائی۔ جناب مریمؑ نے بڑے پُر اعتماد لہجے میں کہا او زبان اعتراض دراز کرنے والو! مجھ سے نہ پوچھو میں کہاں سے لائی؟ اِس بچے سے پوچھو کہ وہ کہاں سے آیا ہے؟ (نعرہ)

اِس بچے سے پوچھو تین دن کے مولود مسعود سے پوچھو کہ کہاں سے آیا ہے؟ قوم کے لوگوں کا پارہ اور چڑھ گیا کہنے لگے "یک نہ شد دو شد" ایک چور اور پھر سینہ زور۔ پہلے بغیر شوہر کے بیٹا لائی ہے پھر ہم سے مذاق کرتی ہے کہ بچے سے پوچھو۔ قرآن خبر دیتا ہے اُنہوں نے کیا کہا:۔

كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ (سورہ مریم)

جو پنگھوڑے میں تین دن کا بچہ سو رہا ہے ہم اُس سے کلام کیسے کریں؟

اور وہ جواب کیسے دے گا؟ اُن کا یہ کہنا تھا ابھی پوچھا نہیں تھا کہ بچے نے انگڑائی لی: ۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ ؕ اٰتٰىنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾ (سورہ مریم)

او میری مادر گرامی پر اعتراض کرنے والو! میں اللہ کا بندہ خاص ہوں، اللہ کا بندہ کہا یہ نہیں کہا کہ اللہ کا بیٹا ہوں ۔نمبر ایک اللہ کی بندگی کا اقرار کیا اور دوسرا جملہ یہ کہا: اللہ نے کتاب اور نبوت دے کر مجھے دُنیا میں بھیجا ہے۔ پتہ چل گیا کہ نبی پیدا ہی نبی ہوتے ہیں، امام پیدا ہی امام ہوتے ہیں ۔ وہ دُنیا میں آ کر نہ نبی، نبی بنتے ہیں نہ امام، امام بنتے ہیں ۔

لہٰذا اگر حضرت عیسیٰؑ یہ کہے، اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے اور ہم کہیں کہ ہمارا نبی، سارے نبیوں کا سردار، آدمؑ سے لے عیسیٰؑ تک سارے نبی اکٹھے بھی ہو کر آجائیں تو حسنینؑ کے نانے کی شان کی برابری نہیں کر سکتے ۔

اگر عیسائی کہہ دیں مسلمانو تمہارا دعویٰ اور ہے اور دلیل اور ۔تم کہتے ہو تمہارے نبی کو نبوت ملی چالیس سال کے بعد ہم اُس نبی کو نبی مانتے ہیں جس کو نبوت ملی بچپن میں ۔ تین دن کا بچہ ہو کر کہتا ہے اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے تو پھر عیسیٰؑ افضل ہیں یا تمہارا نبی افضل؟ ۔ مجھے بتاؤ مسلمان کیا جواب دیں گے؟ کوئی جواب نہیں سوائے اس کے ہم سینہ تان کے، خم ٹھونک کے، عیسائیوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کہیں گے تمہارے نبی نے ولادت کے تیسرے دن کہا تھا کہ میں اللہ کا نبی ہوں ۔ ہمارا نبی وہ ہے جس نے کہا تھا: ۔

کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ

ابھی آدمؑ کا ڈھانچہ بھی نہیں بنا تھا کہ میں نبوت الکبریٰ کے عہدے پر فائز ہو چکا تھا ۔ (نعرہ)

دوسری صفت نبوت یہ ہے کہ عصمت کبریٰ کا تاجدار ہو، تیسری یہ ہے کہ عالم علم لدنی ہو، چوتھی یہ ہے کہ بہادر و دلیر ہو، پانچویں یہ ہے کہ اعلیٰ خاندان کا فرد ہو، چھٹی اور آخری صفت یہ ہے کہ صاحب معجزہ ہو۔

تو میرے دوستو! ختم کروں۔ آج اتنا ہی کافی ہے کہ ہمارا نبی وہ ہے جو پیدا ہی نبی ہوا۔ دوسرے نبی آئے کوئی اپنی ذات کا نبی بن کر آیا، کوئی چند افرادِ خانہ کا نبی بن کر آیا، کوئی ایک علاقے کا نبی بن کر آیا، کوئی ایک ضلع کا نبی بن کر آیا، زیادہ سے زیادہ ایک عالَم کا نبی بن کر آیا۔ لیکن جب ہمارے مصطفیؐ کا دور آیا تو خالق نے زمان و مکان کی ساری حدیں توڑ دیں۔ میرا حبیبؐ میں ہوں رب العالمین اور تو ہے رحمۃ العالمین۔

مطلب یہ ہے کہ جہاں جہاں تک میری خدائی کا تعلق ہے وہاں وہاں تک تیری مصطفائی کا تعلق ہے۔ میں عالمین کا رب ہوں تو تُو عالمین کے لئے رحمت ہے۔ اب اللہ بہتر جانتا ہے کہ عالم کتنے ہیں؟ عالم نہیں کہا، الحمد للہ رب العالمین۔ یہ ہماری زمین و آسمان جو سارا شمسی و قمری ایک عالم ہے۔ اسی طرح پہلے کہا جاتا تھا کہ سات عالم ہیں پھر لوگوں نے علمی کروٹ بدلی تو کہا چودہ عالم ہیں پھر ترقی کی لوگوں نے کہا چودہ سو عالم ہیں پھر کہا چودہ ہزار عالم ہیں۔

آج کی سائنس یہ کہتی ہے اللہ نے بے شمار اتنے عالم پیدا کیے ہیں کہ اگر ہمارے نظام شمسی و قمری کو اُن کے مقابلے میں رکھا جائے تو جس طرح جنگل میں ریت کا ایک ذرہ ہوتا ہے ہمارا عالم، ہمارا نظام شمسی ایک ذرہ نظر آئے گا باقی عوالم جنگل نظر آئیں گے۔

میں کہتا ہوں چودہ لاکھ ہیں، چودہ کروڑ ہیں اللہ بہتر جانتا ہے لیکن جہاں جہاں تک خالق کی خدائی کا تعلق ہے وہاں وہاں تک حسنینؑ کے نانے کی

مصطفائی کا تعلق ہے اور جہاں جہاں تک حسنینؑ کے نانے کی مصطفائی کا تعلق ہے (ابھی مسئلہ امامت میں نے شروع نہیں کیا پر مجھے کہنے دو) وہاں وہاں تک حیدر کرارؑ کی مرتضائی کا تعلق ہے۔ وہ عالمین کا پروردگار ہے، حسنینؑ کا نانا رحمۃ للعالمین ہے اور حیدر کرارؑ ھدی للعالمین ہیں۔ اور جہاں جہاں تک علیؑ ولی کی ولایت پھیلی ہوئی ہے وہاں وہاں تک حسینؑ ابن علیؑ کا احسان پھیلا ہوا ہے، یہ محسن عالمین ہیں۔ پورے عالمین کے یہ محسن ہیں:۔

حسینؑ اُس کا، حسینؑ اِس کا، حسینؑ تیرا، حسینؑ میرا، حسینؑ رب کا، حسینؑ سب کا

؎ انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

جوش ملیح آبادی نے بڑے ہوش کے ساتھ کہا تھا کہ:۔

؎ اِنقلابِ تُند خُو جس وقت اُٹھائے گا نظر
کروٹیں لے گی زمیں، ہوگا فلک زیر و زبر
کانپ کر ہونٹوں پر آجائے گی رُوحِ بحر و بر
وقت کا پیرانہ سالی سے بھڑک اُٹھے گا سر
موت کے سیلاب میں ہر خشک و تر بہہ جائے گا
ہاں مگر نامِ حسینؑ ابن علیؑ رہ جائے گا

آپ جو حسینیت زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے میں خوش تو ہو رہا تھا لیکن یہ بتاتا جاؤں کہ امام عالی مقامؑ ہمارے نعروں کے محتاج نہیں ہیں۔ وہ زندہ ہیں، زندہ رہیں گے اور قیامت آ کے چلی جائے گی پھر بھی حسینؑ زندہ رہیں گے۔ یزید مُردہ ہے کوئی کہے یا نہ کہے یزید مردہ تھا، یزید مردہ ہے اور ابدالآباد تک مردہ رہے گا۔ ہزاروں یزیدی اُس کو زندہ کرنے کی کوشش کریں

وہ خود فی النار ہو جائیں گے یزید پھر بھی مردہ باد رہے گا:۔

نہ مٹا، مٹ نہ سکا نام تیرا اے مولاؑ
آپ ہی مٹ گئے تجھ کو مٹانے والے

مصائب مطالبہ بیعت

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ زیاد کی وہ جفا رہی
جو رہا تو نام حسینؑ کا، جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

میرے عزیزو، میرے دوستو! شہادتیں تو میں بعد میں پڑھوں گا اتنا عرض کرتا جاؤں اِس سے بڑا انقلاب کیا آئے گا؟ کہ امیر شام مرجاتا ہے۔ یزید کو اپنا ولی عہد بنا جاتا ہے اور یزید ولی عہد بننے کے بعد پہلا کام کرتا ہے کہ حاکم مدینہ کو خط لکھتا ہے کہ حسینؑ پر میری بیعت پیش کرو، اگر وہ بیعت کرلیں تو فبہا ورنہ میرے خط کے جواب کے ساتھ حسینؑ کا سر قلم کر کے شام بھیج دو۔

اُس نے امام عالی مقامؑ کو دربار میں بُلایا تفصیلات میری کتاب "سعادت الدارین" میں دیکھی جاسکتی ہیں میں بڑے اختصار کے ساتھ دو چار جملے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ امام عالی مقامؑ کو دربار میں بُلایا گیا۔

امام عالی مقامؑ بھی سمجھ گئے کہ اِس رات کے وقت اُس کے امیر کو دربار میں بیٹھنے کی عادت نہیں تھی آج کوئی خاص کام ہے جس کے لیے مجھے بُلایا جارہا ہے۔ تو امام عالی مقامؑ نے ایک روایت کے مطابق اُنیس جوانوں کو، اور ایک روایت کے مطابق تیس بنی ہاشم کے جوانوں کو اور ایک روایت کے مطابق پچاس کو (میں نے تیس افراد والی روایت کو ترجیح دی ہے) امامؑ نے اُن کو کہا اپنے ہتھیار بھی لگالو اور میرے ساتھ چلو۔

جب دارالامارہ کے دروازے پہ پہنچے تو امامؑ نے فرمایا تم یہیں رُک جاؤ

میں اندر جاتا ہوں میری آواز بلند ہو تو تم اندر آ جانا۔ چنانچہ امام علیہ السّلام تشریف لے جاتے ہیں اور حاکم وقت ولید ابن عتبہ ابن ابوسفیان مرگ معاویہ کی خبر دیتا ہے، یزید کی ولی عہدی کی خبر دیتا ہے اور امامؑ سے تقاضا کرتا ہے کہ آپ اُن کی بیعت کر لیں۔ امامؑ نے دوٹوک لفظوں میں فرمایا یزید شرابی ہے، کبابی ہے، رُبابی ہے۔ بڑے سخت جملے کہے:۔

مِثْلِي لَا يُبَايِعُ مِثْلَهٗ

مجھ جیسا پاک باز انسان، پیغمبرؐ کی مسند کا وارث، اقلیم امامت کا تیسرا تاجدار ایسے نجس آدمی کے ہاتھ پہ ہاتھ نہیں رکھ سکتا۔ حاکم نے کہا اچھا آپ جا سکتے ہیں۔ مروان بیٹھا تھا اُس نے کہا خبردار اگر حسینؑ بچ کے نکل گئے تو پھر تمہارے قابو میں نہیں آئیں گے۔ ابھی اِن سے بیعت لے لو یا اِن کو شہید کر دو۔

امامؑ نے اُدھر رُخ کیا فرمایا یَابْنَ الزَّرْقَاء! او بُری عورت کے بیٹے مروان تو مجھے قتل کرے گا، یا یہ مجھے قتل کرے گا؟۔ امامؑ کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ تیس جوانان بنی ہاشم تلواریں بلند ہاتھوں میں لئے دربار میں داخل ہو گئے۔ جن میں جناب عباسؑ بھی تھے، جناب علی اکبرؑ بھی تھے اور باقی جوانان بنی ہاشم بھی تھے۔ اُن کو دیکھ کر دربار ہلنے لگا۔ امامؑ نے سب کو روکا کہ لڑنا نہیں اُن کو واپس لے گئے۔

میں کہتا ہوں آج امامؑ کی آواز بلند ہوئی تھی تو تیس جوانان بنی ہاشم امامؑ کی نصرت کے لیے حاضر ہو گئے لیکن وہ وقت کتنا قیامت خیز تھا کہ امام يَنْظُرُ يَمِيْنًا وَ شِمَالًا کبھی دائیں دیکھتے کبھی بائیں دیکھتے کوئی یار و انصار نظر نہیں آتا فرماتے ہیں:۔

هَلْ مِنْ نَّاصِرٍ يَّنْصُرُنَا؟

کوئی مددگار ہے جو میری مدد کو پہنچے۔

هَلْ مِنْ ذَآبٍّ يَّذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللهِ؟

کوئی ہے جو رسول زادیوں کا پردہ بچائے؟ کوئی ہے جو زینبؑ اور ام کلثومؑ کے پردے کی حفاظت کے لیے آگے آئے؟ لیکن ہر طرف خاموشی تھی، سناٹا تھا، حتیٰ کہ امامؑ یکا وتنہا شہید ہو گئے۔ زینب عالیہ دروازے پر دیکھتی رہیں۔ بھائی کی محبت کہتی تھی زینبؑ باہر نکلو، شریعت محمد یہ کہتی تھی بی بی قدم باہر نہ رکھنا۔ امامؑ شہید ہو گئے۔ ظالموں نے سر قلم کر لیا۔ نوک نیزہ پہ بلند کر دیا۔ ہاتفان غیبی کی آوازیں گونجیں:۔

الا قد قتل الحسین بکربلا

الا قد ذبح الحسین بکربلا

امامؑ عالی مقام نے ایک پیغام دیا ہے کہ:۔

چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نوک سنان پر

لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

اَلَا لَعْنَتُ اللهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

چوتھی مجلس

حقیقت اسلام

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علی رؤس المومنین

حقیقت اسلام

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ۔
اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنَ وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ:۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ○

(سورہ آل عمران)

(صلوات)

خالق کائنات نے اس آیت مبارکہ میں تمام ایمان کے دعویداروں کو خطاب کر کے تین حکم دیے ہیں اور ایک بُرے کام سے روکا ہے ۔ وہ تین احکام یہ ہیں ۔فرماتا ہے اے ایمان کے دعویدارو! اللہ سے اُس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے ۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ اُس وقت تک موت کے منہ میں نہ جاؤ، اُس وقت تک موت کی آغوش میں نہ جاؤ جب تک پہلے صحیح معنوں میں مسلمان نہ بن جاؤ ۔ اور تیسرا حکم یہ ہے کہ اللہ کے دین والی رسی کو مضبوطی سے پکڑو ۔ اور جس بات سے روکا ہے وہ یہ ہے کہ آپس میں تفرقہ بازی نہ کرو، اختلاف سازی نہ کرو، اپنی صفوں میں انتشار پیدا نہ کرو، خلفشار پیدا نہ کرو ۔

(صلوات)

سلسلہ کلام سابقہ مجالس میں یہاں تک پہنچا تھا کہ اب دیکھنا یہ ہے کہ صحیح معنوں میں مسلمان بن کر جینے مرنے کا طریقہ کیا ہے؟۔

تو اس سلسلے میں عرض کیا تھا کہ جب تک پہلے حقیقت اسلام کو نہیں سمجھیں گے، اُس وقت تک مسلمان نہیں بن سکیں گے۔ جس طرح ڈاکٹر بننے کے لیے ڈاکٹری کا سمجھنا ضروری ہے وہ تب ڈاکٹر بنتا ہے، جس طرح طبیب کے لیے طب پڑھنا ضروری ہے وہ تب طبیب بنتا ہے، وکیل کو وکیل بننے کے لیے وکالت پڑھنی پڑتی ہے تب وکیل کہلاتا ہے۔ جب تک ہم اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھیں گے اُس وقت تک صحیح معنوں میں مسلمان نہیں بن سکیں گے۔ اور اگر اسلام کو سمجھنا ہے کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بدقسمتی سے ایک اسلام کے تہتر اسلام بن چکے ہیں، ایک مسلمان کے تہتر گروہ بن چکے ہیں۔

اب پیغمبر اکرمؐ والا اصلی اسلام کون سا ہے؟ اور دو نمبر کون سا ہے؟ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا، اتنا عرض کیا تھا اور پھر کروں گا کہ اگر حقیقی اسلام کو سمجھنا ہے تو آلِ محمدؑ کے دروازے پہ حاضر ہونا پڑے گا۔ کیونکہ اَهْلُ الْبَيْتِ اَدْرٰى بِمَا فِي الْبَيْتِ گھر والے بہتر جانتے ہیں کہ گھر میں کیا ہے؟ تو جب ہم نے اہلبیت نبوت، خاندان رسالت، آلِ عباء کی طرف رجوع کیا تو پتہ چلا کہ اسلام ایک معجون مرکب ہے جس کے اجزائے ترکیبی پانچ ہیں۔ یہ پانچوں چیزیں اکٹھی ہو جائیں تو مجموعے کا نام اسلام ہوتا ہے۔

وہ پانچ چیزیں کیا تھیں بار بار عرض کر چکا ایک دفعہ پھر عرض کروں گا کہ وہ:۔

☆ حُسنِ عقیدہ، عقیدہ اسلام کے مطابق رکھا جائے۔

☆ عبادات دوسرا جزء ہے کہ عبادات اسلامی طریقہ کے مطابق بجا لائی جائیں۔

☆ پھر تیسرے نمبر پر معاملات ہیں کہ لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات اسلامی قانون کے مطابق رکھے جائیں۔

☆ اور چوتھا جزء یہ ہے کہ آدمی کے اخلاق سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السّلام کے اخلاق عالیہ کے مطابق ہوں۔

☆ اور پانچواں جزء اور آخری جزء یہ ہے کہ حلال کا لقمہ کمایا جائے، حلال کا لقمہ کھایا جائے اور بیوی بچوں، مہمانوں کو بھی حلال کا لقمہ کھلانے کی کوشش کی جائے۔ یہ پانچ اجزاء جب اکٹھے ہو جائیں تو اسلام کا مجموعہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اسلام کی حقیقت جو ہے پانچ چیزوں کا مرکب ہے وہ تام و تمام ہو جاتی ہے۔

اسلامی عقائد

اب سلسلہ کلام اسلامی عقائد کے بارے میں جاری تھا کہ وہ عقائد کون سے ہیں؟ جو اسلام نے پیش کیے ہیں اور ہر مسلمان کا فرض ہے؟ کہ وہ اپنے دل و دماغ میں وہ عقیدے رکھے۔ تو عرض کیا تھا کہ وہ پانچ عقیدے ہیں:۔

☆ پہلا عقیدہ توحید۔

☆ دوسرا عقیدہ عدالت۔

☆ تیسرا عقیدہ نبوت و رسالت

ان تینوں پر بقدر ضرورت تبصرہ ہو چکا ہے۔

عقیدہ امامت

آج میں سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے آج ایمان کے چوتھے جزء کا یعنی امامت اور ولایت کے بارے میں کچھ عرض کروں گا اور آخر میں قیامت کے بارے میں چند معروضات پیش کیے جائیں گے اُس کے بعد کم از کم عقائد والی بحث ختم ہو جائے گی۔ پھر عبادات کا سلسلہ کل سے شروع کیا جائے گا انشاءاللہ۔ (صلوات)

چودہ سو سال گزر گئے پندرہویں صدی کا پینتیسواں سال شروع ہو گیا ہے، آج تک مسئلہ خلافت اُلجھا ہوا ہے، سلجھنے کا نام نہیں لیتا۔ یہ انتہائی اختلافی مسئلہ ہے، انتہائی حساس مسئلہ ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا:۔

اے کہ نشناسی خفی را از جلی هشیار باش

اے گرفتارِ ابوبکر و علی هشیار باش

آپ کو پتہ ہے کہ آج ہمارا ملک ان اختلافی مسائل کے بیان کرنے کا متحمل نہیں ہے۔ وہ دور گزر گیا جب علماء بحثیں کرتے تھے، ایک دوسرے کے خلاف کتابیں لکھتے تھے، لوگ پھر سُنتے تھے، پڑھتے تھے، سر دُھنتے تھے۔ آج تو علمی بات کا جواب گولی ہے۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور اُمت مسلمہ اپنا بھولا ہوا سبق یاد فرمائے کہ اسلام دہشت گردی کا دین نہیں، اسلام تشدد کا دین نہیں۔ اسلام رواداری کا دین ہے، اسلام بُردباری کا دین ہے، اسلام تحمل اور رواداری کا دین ہے، اسلام گالیاں کھا کر دُعا دینے کا دین ہے۔

لہٰذا میں بڑے اختصار کے ساتھ اجمالاً اس مسئلے کو بیان کر کے آگے بڑھوں گا۔ کہ اگر پیغمبر اکرمؐ کے بعد ہمارے پاس حیدر کرارؑ اور اُن کی عترت اطہار کی امامت، ولایت، خلافت، وصایت، وراثت کے بارے میں اتنے دلائل ہیں کہ ہمارے علماء نے دو دو ہزار دلیلیں پیش کی ہیں کتابیں لکھ کر جس کا نام ہی "الفین" ہے۔ علامہ حلّی نے کتاب لکھی تھی مسئلہ خلافت پر جس کا نام "دو ہزار" ایک ہزار قرآن کی آیتیں اور حدیثیں ہیں اور ایک ہزار عقلی دلیلیں ہیں۔ اور میں نے بھی اس موضوع پر ایک مفصل کتاب بحمد اللہ لکھ کر شائع کی ہے جو کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے جس کا نام "اثبات الامامت" ہے۔ میں ساری آیات کو چھوڑ کر، سب روایات کو چھوڑ کر ایک عقلی طریقے پر چند جملے عرض کروں گا کہ

کسی کا خلیفہ وہ ہوتا ہے، کسی کا قائم مقام وہ ہوتا ہے کہ جس کی مسند پہ بیٹھا ہے اُس کے صفات کا مالک نظر آئے۔

آپ جانتے ہیں کہ وکیل کی جگہ وکیل ہی پُر کر سکتا ہے، ڈاکٹر کی مسند خالی ہوتو پھر اُس پر کوئی ڈاکٹر ہی بیٹھ سکتا ہے، عالم کی مسند خالی ہوتو اُس پر کوئی عالم ہی بیٹھ سکتا ہے۔ تو جب خاتم الانبیاء کی مسند خالی ہو گی تو اُس پر وہ بیٹھے گا جو پیغمبر اکرمؐ کی صفات و کمالات کا حامل اور مالک ہوگا۔ کل کی مجلس میں پیغمبر اکرمؐ کے میں نے اجمالی صفات کا خاکہ پیش کیا تھا:۔

انبیاء کی صفات

☆ کہ ہر نبی کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کے مدرسہ لدُنی سے فراغت کی سند لے کر آئے۔ وہ دُنیا کے سکولوں میں نہ پڑھے۔

☆ دوسری صفت یہ تھی کہ جو نبی بن کر آئے اللہ کی طرف سے آئے وہ عصمت کبریٰ کا مالک و مختار بن کر آئے، ساری دُنیا کے دشمن اکٹھے ہو جائیں اُس کی چادر عصمت پر گناہِ صغیرہ کا بھی دھبہ ثابت نہ کر سکیں۔

☆ اور تیسری صفت یہ تھی کہ نبی کے لیے ضروری ہے کہ اعلیٰ خاندان کا فرد ہو، اُس کے مردوں، عورتوں کی طرف کوئی دشمن بھی انگلی نہ اُٹھا سکے۔

☆ اور چوتھی صفت جو ہر نبی کے لیے ضروری تھی وہ یہ ہے کہ وہ بہادر و دلیر ہو، اگر میدان میں کبھی لڑنا پڑے تو پھر دشمن کو پیٹھ دکھا کے میدان سے راہ فرار نہ اختیار کر جائے۔

☆ اور پانچویں صفت جو ہر نبی کے لیے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے اُس کے پاس کوئی سند ہو کہ یہ اللہ کا بنایا ہوا ہے یہ بندوں کا منتخب کردہ نہیں ہے، اُسی سند کا نام ہے معجزہ۔

امام کی صفات

تو میرے دوستو اب جتنے دعویداران امامت نظر آئیں، جتنے مدعیان خلافت نظر آئیں، جتنے دعویداران مسند رسالت نظر آئیں میں بڑے اختصار اور انصاف کا دامن پکڑ کے کہوں گا خواہ اُس کا جس خاندان سے تعلق ہو، جس خانوادے سے تعلق ہو، جس ذات سے تعلق ہو، جن صفات کا مالک ہو، میں کہتا ہوں اُس کو اگر پیغمبرؐ کی مسند پہ بٹھانا ہے تو پہلے یہ دیکھ لو کہ پیغمبرؐ کے اِن صفات کا مالک ہے یا نہیں ہے ۔ اور اگر اس معیار پہ پرکھیں گے تو میں آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں، منبر نبی کی شبیہ پہ بیٹھ کر کہتا ہوں، خالق کائنات کو حاضر و ناظر سمجھ کے کہتا ہوں اور دُنیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کہتا ہوں اور میں بلا خوف تردید کہتا ہوں اگر دُنیا انصاف کا دامن پکڑ کر اور تعصب و عناد کا دامن چھوڑ کر اللہ کا قرآن پڑھے گی، نبی کا فرمان پڑھے گی، تاریخ اسلام پڑھے گی اور باپ دادے کی اندھی تقلید کا پٹہ توڑ کے پڑھے گی تو میں کہتا ہوں تحقیق کرتے کرتے، زمین و آسمان کے محور و مرکز بدل جائیں گے، آسمان زمین پہ گر جائے گا، زمین اپنے اہل کو لے کر پانی میں دھنس جائے گی، سورج مشرق کی بجائے مغرب سے اُبھر آئے گا، سمندروں میں آگ لگ جائے گی، بڑے بڑے اونچے پہاڑ دھنکی ہوئی کپاس کی طرح فضا میں اُڑ جائیں گے، قیامت کبریٰ قائم ہو جائے گی لیکن اللہ کے قرآن سے، پیغمبرؐ کے فرمان سے، بزرگوں کے کلام سے، تاریخ اسلام سے اگر پیغمبر اکرمؐ کے ان پانچ صفات کا کوئی مالک نظر آئے گا، کوئی حامل نظر آئے گا اور ان صفات کے ساتھ متصف نظر آئے گا یا علیؑ نظر آئیں گے یا اولاد علیؑ نظر آئے گی ۔ (نعرہ)

بس مختصر لفظوں میں عرض کر کے آگے بڑھوں گا کہ جس طرح نبی کے

بارے میں تمام اُمت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ:۔

☆ پیغمبرؐ نے کسی دُنیا کے سکول و کالج میں علم حاصل نہیں کیا تھا اُسی طرح حیدر کرارؑ کے بارے میں بھی پوری کائنات متفق ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد حیدر کرارؑ نے بھی کسی دُنیاوی سکول میں داخلہ نہیں لیا تھا۔لیکن پیغمبرؐ ہیں تو وہ بھی خطیب منبر سلونی نظر آتے ہیں، پیغمبرؐ کے بعد اگر حیدر کرارؑ ہیں تو وہ بھی سلونی سلونی کے دعویدار نظر آتے ہیں۔

☆ اور جہاں تک عصمت کا تعلق ہے میں کہتا ہوں یقیناً پیغمبر اسلامؐ کی بڑی مخالفت کی گئی، بڑے بڑے جاہلوں نے، یہودیوں نے، نصرانیوں نے، عرب کے جاہل لوگوں نے، مشرکوں نے بڑی مخالفت کی، لیکن جتنی حیدر کرارؑ کی مخالفت ان چودہ سو سال میں کی گئی اُس کی دُنیا میں نظیر نظر نہیں آتی۔لیکن بقول ابن ابی الحدید معتزلی وہ کہتا ہے:

یَا عَلِیؑ مَا اَقُوْلُ فِیْ رَجُلٍ اقرّ له اعدائه و خصومه بِالْفَضْلِ

میں حیران ہوں کہ تیرے بارے کہوں تو کیا کہوں؟ جن کے بارے میں دشمنوں نے بھی فضل و کمال کا اقرار کیا، یہ جملہ ساتویں صدی میں اُس نے بیٹھ کے لکھا تھا جب بغداد کے اندر بنی عباس کی حکومت تھی اور آخری بادشاہ معتصم باللہ عباسی فرمانروا اسلام تھا۔ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ:

فقد علمت انه استولی بنو امیة علی سلطان الاسلام فی مشرق الارض و غربها

اے علیؑ تو ہی بتا تیرے بارے میں میں کیا کہوں؟ کہ تو اُن دوروں سے گزرا، اُس زمانے سے گزرا، اُن سلاطین کے دور سے گزرا کہ تیرے دوست شدت خوف و ہراس کی وجہ سے تیرے کمالات بیان نہیں کر سکتے تھے اور

تیرے دشمن اپنی دشمنی اور عداوت کی وجہ سے تیرے فضائل گھٹاتے رہے تیرے کمالات مٹاتے رہے۔لیکن صدیاں گزر گئیں نہ دوست بیان کر سکے، نہ دشمنوں نے تیرے کمالات اُجاگر کیے حیران اِس بات پر ہوں کہ جدھر نگاہ اُٹھتی ہے مشرق ہو یا مغرب، جنوب ہو یا شمال تیرے فضائل سے کائنات گونجتی ہوئی نظر آتی ہے۔

یا علیؑ تعجب اس بات پر ہے کہ مشرق و مغرب تیرے فضائل سے چھلکتی ہوئی نظر آتی ہے۔لہٰذا آج تک دشمنان علیؑ بھی چادر تطہیر حیدر کرارؑ پر گناہ صغیرہ کا بھی کوئی دھبہ ثابت نہ کر سکے۔لہٰذا مولا علیؑ، عالم علم لدُنی بھی ہیں اور پیغمبر اکرمؐ کی طرح معصوم عن الخطا بھی ہیں۔اور جو خاندان پیغمبرؐ کا ہے اُسی خاندان کے چشم و چراغ حیدر کرارؑ بھی ہیں۔

☆ اور جہاں تک بہادری کا تعلق ہے یقیناً نبی نبی ہیں ہر حالت میں وہ علیؑ ولی کے بھی سید و سردار ہیں پر مجھے کہنے دو جہاں تک اظہار کا تعلق ہے، شجاعت کے مظاہرہ کا تعلق ہے، شجاعت کے جواہر بکھیرنے کا تعلق ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ حیدر کرارؑ نے اسلامی غزوات میں شجاعت کے وہ انمول موتی پیش کیے ہیں وہ جواہر بکھیرے ہیں، وہ داد شجاعت دی ہے کہ آسمان کے قُدسی تسبیح و تقدیس خالق چھوڑ کر، آسمان کی بلندیاں چھوڑ کر فرش زمین پر آرہے ہیں لیکن ابھی زمین پہ قدم نہیں رکھا جب جنگ اُحد میں دیکھا ہزاروں دشمن ٹانگیں سر پہ رکھ کے دوڑ رہے تھے اور حیدر کرارؑ اُن کو مولیوں گاجروں کی طرح پیچھے سے کاٹ رہے تھے تو فرشتوں نے یہ ترانہ بکھیر دیا کہ اے علیؑ آپ نے وہ شجاعت کے جوہر دکھائے ہیں ہم آسمان کے قُدسی ہو کر یہ کہتے ہیں کہ:۔

لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

اگر کائنات میں کوئی تلوار ہے تو صرف ذوالفقار ہے اور اگر کوئی بہادر اور جرار ہے تو صرف حیدر کرارؑ ہے۔ (نعرہ)

اتنا بڑا مولاؑ کا کمال سُن کر ایک بچے نے نعرہ لگایا ہے آپ صُمٌّ بُکْمٌ میرا منہ دیکھ رہے ہیں۔ (نعرہ) اب سو نعرہ لگاؤ وہ نعرہ جو بغیر کہنے کے لگتا ہے اُس کی قیمت اور ہوتی ہے۔ اب لگاؤ گے تو اپنی شرافت کا ثبوت دو گے سخاوت یہ نہیں ہوگی۔

؎ بے طلب دیں تو مزا اس میں سوا ملتا ہے
وہ گدا جس کو نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے

سخی اُس کو کہتے ہیں جو خود ٹوہ لگائے کہ میرے محلے میں یا میرے شہر میں بیوہ عورت کون ہے؟، یتیم بچہ کون ہے؟ لُولا لنگڑا اور محتاج کون ہے؟، اندھا کون ہے؟، بے سہارا کون ہے؟ پھر اُس کی ضروریات زندگی بغیر مانگے اُس کے گھر میں پہنچائے، اُس کو کہتے ہیں سخی۔ یہ معصومینؑ نے بیان فرمایا اور جو مانگنے کے بعد کچھ دے دے اُس کو شریف کہتے ہیں، کوئی ہاتھ پھیلائے (دے جا سخیا راہِ خدا تیرا بھلا ہوگا) جیسا کہ چوراہوں پہ ہوتا ہے یا کوئی آپ کے ڈیرے پہ آجائے، گھر میں آجائے پھر آپ سے مانگے، آپ دے دیں تو اس کا نام سخاوت نہیں شرافت ہے اور جو مانگنے کے بعد بھی نہ دے، کہے بابا اور دروازے کوئی نہیں ہیں صبح شام میرا دروازہ ہی تمہیں نظر آتا ہے تم نے ہمارا مغز چاٹ لیا ہے۔ صبح دیکھو تو یہ حاضر پھر شام کو دیکھو تو یہ حاضر ہے۔ اُس کو رذیل اور کمینہ کہتے ہیں، وہ شریف بھی نہیں ہے۔ (صلوات)

تو بہرحال ہمارے ائمہ کا طریقہ یہی تھا کہ وہ کوشش بھی یہی کرتے تھے کہ سائل کو سوال کرنے کی بھی نوبت نہ آئے وہ گھروں میں چیزیں پہنچا دیتے

تھے جس کا نام سخاوت ہے۔

بہرحال میں عرض کر رہا تھا کہ مولا علیؑ کی جہاں تک شجاعت کا تعلق ہے مولاؑ نے وہ شجاعت کے انمول موتی بکھیرے ہیں کہ اس عالم آب و گل میں علیؑ کی شجاعت کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ ابن ابی الحدید پھر یاد آتا ہے وہ مولاؑ کائنات کی جب بہادری پر آتے ہیں تو کہتے ہیں:

واما الشجاعة فانه انسی الناس فیها ذکر من کان قبله و محی اسم ما یأتی بعده

علیؑ ولی کی بہادری کا کیا کہنا وہ کہتا ہے کہ جب علیؑ ولی کے کارنامے دیکھے جائیں تو پتہ چلتا ہے علیؑ نے پہلے بہادروں کے نام دُنیا کو بھلا دیے اور آنے والے بہادروں کے نام فہرست شجاعت سے مٹا دیے ہیں۔ اب علیؑ ولی جیسا بہادر پوری کائنات میں کوئی نظر نہیں آتا۔ لہٰذا چار صفتیں تو ہو گئیں ثابت۔

☆ اب پانچویں صفت یہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ سے علماء نے، مؤرخین نے، سنی شیعہ علماء نے تحریر کی اور دیکھا کہ پیغمبرؐ کے تقریباً چار ہزار معجزات کتابوں میں ملتے ہیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں جس دن دُنیا تعصب کی عینک اُتار کے حیدر کرارؑ کے معجزات کی فہرست پڑھے گی تو انشاء اللہ مولا علیؑ کے معجزے بھی چار ہزار سے کم نظر نہیں آئیں گے۔ (صلوات)

لہٰذا اب بات بڑی واضح ہے یا تو کوئی ایسی ہستی پیش کی جائے جو پیغمبرؐ کی ان پانچ صفات کی حامل و مالک نظر آئے۔ بے شک اگر کوئی ثابت کر دے جو منوائیں گے ہم مان جائیں گے۔ لیکن اگر قیامت تک کوئی ثابت نہ کر سکے تو میں یہی کہوں گا کہ ضد چھوڑ دو، اپنے بزرگوں کی اندھی تقلید کا پٹہ توڑ دو اور مان جاؤ کہ علیؑ ولی کی موجودگی میں مسند رسالت پر بیٹھنے کا کوئی

اہل نہیں ہے۔ (صلوات)

ایک تلخ حقیقت

اور یہ بھی واضح رہے کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں ہمارے نعرے سُن کر کیونکہ ہمارے ہاں اللہ رحم کرے، ہماری مجالس، ہمارا منبر چونکہ نا اہلوں کے قبضے میں چلا گیا:

ع زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

ہمارے بھائیوں کا محراب اُس دن سے خراب ہو گیا جب بنی اُمیہ کے دور میں ایک نظریہ گھڑا گیا تھا کہ ہم نے قرآن کے پیچھے نماز پڑھنی ہے پڑھانے والا جیسا ہو۔ شبلی نعمانی نے مقالات شبلی میں یہ تصریح کی ہے کہ اُس دور میں ضرورت کے تحت دو مسئلے گھڑے گئے تھے ایک یہ چونکہ پڑھانے والے ایسے ہوتے تھے کہ لوگ اُن کا کردار دیکھتے تو نفرت کرتے تو اُن لوگوں نے ضرورت کے تحت یہ مسئلہ گھڑوایا کہ تم یہ نیت کر کے نماز پڑھا کرو کہ ہم نے پیش نماز کو نہیں دیکھنا قرآن کی اقتداء میں نماز پڑھنی ہے۔

اُس دن سے ہمارے بھائیوں کا مصلیٰ برباد ہو گیا۔ اور ہماری قوم نے وہ شرطیں عائد کیں کوئی تیرہواں امام ہی آ کر نماز پڑھائے گا ورنہ ہر پیش نماز پر اعتراض ہے۔ اُس میں یہ خامی ہے اور اُس میں یہ خلل ہے اور اُس میں یہ عیب ہے۔

الغرض ہمارا محراب تو رہا ٹھیک لیکن منبر ہمارا بھی خراب ہو گیا۔ جب سے ہم نے یہ فارمولا بنایا کہ ہم نے ذکر حسینؑ سننا ہے ذاکر جیسا ہو۔ لہٰذا معذرت کے ساتھ عرض کروں گا، پہلے ہی ذاکرین کرام مجھ سے ناراض رہتے ہیں کیونکہ میں نے نجف اشرف سے آنے کے بعد سب سے پہلا یہی کام کیا تھا کہ میں

نے "اصلاح المجالس" کے موضوع پر ایک رسالہ لکھا تھا جس کی وجہ سے آج تک ملنگ بھی ناراض ہیں اور ذاکر بھی ناراض ہیں اور پیشہ ور مولوی بھی ناراض ہیں۔

لہٰذا کوئی ناراض ہو یا کوئی راضی یہ ماننا پڑتا ہے یہ منبر جب ہم کہتے ہیں مولا علیؑ کی موجودگی میں کسی اور کو پیغمبرؐ کے ممبر پر قدم رکھنے کا حق نہیں تو پھر ہمارے منبر کا عالم کیا ہے؟ منبر کا تقدس محراب سے زیادہ ہے۔ ہم ہر بندے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے جب تک جامع الشرائط پیش نماز نہ ہو، لیکن کبھی منبر کے بارے میں بھی سوچا ہے جس سے ہم نے دین حاصل کرنا ہے، مقصد شہادت امام حسینؑ سیکھنا ہے وہ خود بھی کوئی پڑھا ہوا ہے یا نہیں ہے؟۔

لہٰذا اگر ذاکر ہے معاف رکھنا تو ہمارا معیار صرف یہ ہے کہ اُس کی سُر اچھی ہونی چاہیے اور اگر کوئی مولوی کہلواتا ہے تو اُس کا گُر اچھا ہونا چاہیے۔ لہٰذ اللہ اللہ تے خیر سلاّ۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے اسلام کا اور مذہب کا حلیہ بگڑ گیا ہے۔

نصیریت

کہیں علیؑ ولی کی امامت پہ نعرے لگ رہے ہیں، کہیں علیؑ رب کے نعرے لگ رہے ہیں، کہیں علیؑ اللہ کے نام پہ دھمالیں ڈالی جا رہی ہیں اور وہ بھی لاہور جیسے شہر میں۔ تو پھر غیر جب ہماری تقریریں سنیں گے کہ علیؑ اللہ، علیؑ رب پھر دھمالیں ڈالیں گے تو ہمارے بارے میں کیا نظریہ قائم کریں گے؟ وہ تو یہی کہیں گے شیعہ کافر ہیں۔ (صلوات)

حالانکہ اگر کلمہ سمجھ کے پڑھ لیا جائے میں سمجھتا ہوں کوئی بندہ گمراہ نہیں ہوسکتا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

پہلا جز وکلمہ یہی ہے کہ اِلٰہ ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور اِلٰہ کے معنی سمجھتا ہوں تو میں آپ پڑھے لکھے لوگوں سے اپیل کروں گا قرآن مجید کوئی

بھی کھول کے سامنے رکھ لیں، کوئی ترجمے والا قرآن اُس کا بیسواں پارہ پہلا رکوع پڑھیں پتہ چل جائے گا کہ اللہ کے قرآن میں اِلٰہَ کا مفہوم کیا ہے؟۔ شروع یہاں سے ہوتا ہے:۔

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

وہ کون ہے میرے سوا جس نے آسمان کا شامیانہ لگایا؟ وہ کون ہے جس نے میرے سوا زمین کا فرش بچھایا۔ اِسی طرح اللہ نے للکار للکار کے اپنے پندرہ صفات اور کمالات گنوائے ہیں اور ہر فقرے کے بعد فرماتا ہے اِلٰہٌ مَعَ اللہ: میرے علاوہ کوئی اور بھی الٰہ ہے یعنی:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

الغرض کہیں فرماتا ہے اِلٰہ وہ ہے جو زمین و آسمان کا خالق ہے۔ کہیں فرماتا ہے کائنات کا خود اِلٰہ وہ ہے جو تمہیں خلق فرماتا ہے، پیدا فرماتا ہے، کہیں فرماتا ہے اِلٰہ وہ ہے جو تمہاری روزی کا انتظام فرماتا ہے:

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (سورہ النمل آیت ٦٢)

وہ کون ہے میرے سوا جو مضطر اور پریشان کی دُعا و پکار کو سُنتا ہے اور اُس کی مصیبتوں کو ٹالتا ہے۔ (صلوات)

کیا کیا جائے میرے عزیزو، میرے دوستو، بزرگو!

ع

دیکھ کر طرزِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا

ملتان سے ایک پمفلٹ چھپا ہے میرے پاس وہ موجود ہے جس کو شک ہو وہ حاصل کر سکتا ہے۔ چھاپنے والے نے اپنا نام بھی لکھا ہے، فون نمبر بھی لکھا ہے:۔

چہ دلاور است دزدی کہ بہ شب چراغ دارد

پورا صفحہ ہے کہ اللہ کا خالق علیؑ، اللہ کا مالک علیؑ، اللہ کا پالک علیؑ، اللہ کا

رزاق علیؑ، اللہ کا مشکل کشاء علیؑ ۔ میں نے وہ پڑھ کے کہا تھا یہ لکھنے والا ایک جملہ کہہ سکتا تھا علیؑ اللہ ۔ لیکن پورا صفحہ کیوں بھرا؟ ۔ اللہ کی توہین کرنے کے لیے ۔ اللہ کا رزاق علیؑ، اللہ کا مشکل کشاء علیؑ، اللہ کا مالک علیؑ، اللہ کا خالق علیؑ، اللہ کا پالک علیؑ جو ہم اللہ کے بارے میں کہتے ہیں اُس نے اللہ کو مخلوق بنا دیا اور حیدر کرارؑ کو اللہ کا بھی اللہ بنا دیا ۔ جو یہ رسالہ پڑھے گا، یہ پمفلٹ پڑھے گا وہ ہمارے شیعان حیدر کرارؑ کے بارے میں کیا تصور قائم کرے گا؟ ۔

شیعیت

خواب غفلت سے جاگو، ایسے لوگوں کا محاسبہ کرو جو ہمارے مذہب کا جنازہ نکال رہے ہیں، اُن کا گریبان پکڑو کہ ہمارا مذہب یہ نہیں، یہ نصیریت ہے یہ شیعیت نہیں ہے ۔ شیعیت کیا ہے؟

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَّلِيُّ اللّٰهِ

اللہ ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں، محمد عربی پوری کائنات کے سید و سردار اُن جیسی ہستی اللہ نے آج تک نہ پیدا کی ہے نہ قیامت تک پیدا کرے گا ۔ خدا، خدا ہونے میں بے مثل و بے مثال، اللہ کی پوری کائنات میں مصطفیؐ بے مثال ہے ۔ جب محمدؐ رسول اللہ اتنی عظمت کا مالک بھی اللہ نہیں، اللہ کا شریک بھی نہیں بلکہ اللہ کا رسول ہے ۔ دین اللہ بناتا ہے اور پہنچاتا مصطفیؐ ہے ۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ علیؑ جو پیغمبرؐ کے بعد ساری کائنات سے بلند و بالا ہے آسمان والوں سے علیؑ بلند، زمین والوں سے علیؑ بلند، ما قبل سے علیؑ بلند، ما بعد سے علیؑ بلند ۔ وہ ذات میں علیؑ، وہ صفات میں علیؑ، وہ کمالات میں علیؑ، وہ معجزات میں علیؑ، (علیؑ کا معنی بلند ہے یہ ذہن میں رکھنا) وہ علیؑ جو ہر چیز میں علیؑ ہیں، اُن کے بارے میں ہم کہتے ہیں:

عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰہِ وَ خَلِیْفَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ

علیؑ نبی نہیں آخری نبی کا بلافصل وصی ہے۔

علیؑ اللہ نہیں اللہ کا ولی ہے۔

(نعرہ)

لوگ کہتے ہیں شیعہ مشرک ہیں یہ تو مولا علیؑ کو خدا مانتے ہیں۔ میں بھنگیوں، چرسیوں کا ذمہ دار نہیں، مذہب آلِ محمدؐ میں، شیعہ مذہب میں علیؑ اللہ کے ولی ہیں اور پیغمبرِ اکرمؐ کے بلافصل وصی ہیں۔

علیؑ ولی کا وسیلہ

اللہ ہے مرکزِ کائنات، اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ علیؑ ولی۔ اللہ یہی فرماتا ہے:۔

یَاۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ

(سورہ مائدہ آیت ۳۵)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اگر اللہ کبھی ناراض ہو جائے، اُس کو راضی کرنا چاہو، اللہ تمہاری بات نہ مانے، اللہ سے کوئی دُعا قبول کرانا چاہو، روٹھے ہوئے اللہ کو منانا چاہو تو کوئی وسیلہ پیش کرو۔ وسیلے کون ہے؟ یا نبیؐ ہیں یا علیؑ ہیں یا گیارہ امام ہیں۔

یہ ہمارے وسیلہ جن کو پیغمبرِ اکرمؐ مباہلہ والے دن میدانِ مباہلہ میں لے گئے تھے اور فرمایا تھا آج صادقین اور کاذبین کے درمیان مباہلہ ہوگا یعنی بد دعاؤں کا تبادلہ ہوگا۔ اد میرے اہلبیتؑ بددُعا میں کروں گا، آمین تم کہنا۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر پیغمبرؐ تنہا چلے جاتے، ساری کائنات کے مشرک اور یہودی، نصرانی اُدھر آ جاتے، اللہ کن کی دُعا قبول کرتا، پیغمبرِ اکرمؐ کی۔ لیکن مولا علیؑ کو، جنابِ خاتونِ قیامتؑ کو، حسنینؑ شریفین کو کیوں ساتھ لے گئے۔ دُنیا کو دکھانا چاہتے تھے کہ جن کے وسیلہ پکڑنے کا خالق نے حکم دیا ہے،

وسیلہ یہی ہستیاں ہیں جن کو میدان مباہلہ میں اپنے ساتھ لے کر جا رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ بد دُعا میں کروں گا آمین تم کہنا۔

پیغمبرؐ نے سمجھانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن کیا کیا جائے:۔

ع جنہیں ہو ڈوبنا ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

آج تک دُنیا کو پتہ نہ چلا کہ اہلبیتؑ رسالت کون ہیں؟ خدا ہیں یا بارگاہِ خدا میں وسیلہ ہیں۔ (صلوات)

آیت تطہیر پیش کی جائے کہ پیغمبرؐ نے دُعا مانگی تھی:۔

اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ

جناب اُمِ سلمٰی کے گھر میں، ہماری روایتوں کے مطابق جناب خاتون قیامت کے گھر میں، ہمارے بھائیوں کی روایتوں کے مطابق جناب عائشہ کے گھر میں تو دُعا مانگی:۔

اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ

جب پنجتن پاک چادر کے نیچے آ گئے تو پیغمبرؐ نے دُعا مانگی "یا اللہ یہ میرے اہلبیتؑ ہیں اِن کو اس طرح پاک اور پاکیزہ رکھ جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے" تو اللہ نے آیت تطہیر نازل فرمائی:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۝۳۳ (سورہ احزاب)

اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ کو چاہیئے تھا کہ مجمع عام میں لوگوں کو بتاتے کہ میرے اہلبیتؑ یہ ہیں، گھر میں ایک دو آدمی سن رہے تھے تو وہاں اعلان کیا۔ مجمع عام میں کیوں نہیں بتایا؟ ۔ جب مباہلے کا وقت آتا ہے پیغمبرؐ نے دوستوں دشمنوں کے مجمع عام میں چٹے دن میں اعلان فرمایا کہ:۔

هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْلُ بَيْتِي

تو کہتے ہیں پیغمبرؐ کا یہ مطلب تھا کہ یہ بھی میرے اہلبیت میں شامل ہیں یہ کہاں سے آگیا کہ صرف یہی اہلبیتؑ ہیں۔ (صلوات)

پیغمبرؐ کے فرمان کا عربی ترجمہ جو بھی عربی جانتا ہے وہ یہی کرے گا "اے اللہ یہی ہستیاں میرے اہلبیت ہیں" (صلوات)

تو بہر حال میں اپنی مجلس کو بزم مناظرہ نہ بناؤں، عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد، پیغمبرؐ کے صفات کا کوئی مالک ہے، کمالات کا کوئی حامل ہے، پیغمبرؐ کے صفات کا کوئی مظہر ہے تو علیؑ اور اولاد علیؑ ہیں۔

لہٰذا ماننا پڑے گا کہ پیغمبرؐ کے بعد اُن کے قائم مقام بھی یہی ہیں اور کائنات کے ہادی و امام بھی یہی ہیں۔ ہم اِن کو اللہ نہیں مانتے، اللہ کو اللہ مانتے ہیں، مرکز کائنات مانتے ہیں۔ اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ اِن کو مانتے ہیں۔ لہٰذا دُعا اللہ سے کرتے ہیں، واسطہ اِن کا دیتے ہیں۔ اے اللہ ہمیں اولاد دے واسطہ محمدؐ و آل محمدؑ کا، یا اللہ ہمارے گناہ معاف فرما تجھے واسطہ محمدؐ و آل محمد علیہم السّلام کا، یا اللہ ہماری مشکلیں آسان فرما تجھے واسطہ آل عباءؑ کا، تا کہ ہر سننے والا سمجھے کہ دُعا مانگنے والا اللہ کو مرکز کائنات جانتا ہے اور اُس تک پہنچنے کا وسیلہ محمدؐ و آل محمدؑ کو جانتا ہے۔ (نعرہ)

عقیدۂ قیامت

اُس کے بعد ہے عقیدہ قیامت۔ جس کے بغیر اسلام و ایمان کے عقائد مکمل نہیں ہوتے اور وہ یہ ہے کہ ایک وقت آنے والا ہے کہ خالق کائنات جو زندہ ہوں گے سب کو موت کا ذائقہ چکھائے گا خواہ آسمان والے ہوں یا زمین والے ہوں۔ اور جب تک خالق چاہے گا پورے عالمین، پورا عالم انسانیت

وغیرہ نیستی کی حالت میں پڑا رہے گا۔ اُس وقت خالق اکبر فرمائے گا:۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ

اُو میرے مقابلے میں حکومتیں کرنے والو، اُو میرے سامنے اکڑ اکڑ کے چلنے والو، میری چوکھٹ پہ جبین نیاز نہ جھکانے والو، میرے نبیوں کے مقابلے میں جھوٹی نبوت کی دکانیں کھولنے والو، میرے بنائے ہوئے اماموں کا انکار کر کے اپنی امامت کا ذبہ کی دکانیں چمکانے والو، آج بتاؤ کس کی حکومت ہے؟۔

مولا متقیان، امیر مومنان، لنگر زمین و آسمان نہج البلاغہ کے خطبہ میں فرماتے ہیں جب یہ آواز قدرت پردہ غیب کے پردوں کو چاک کر کے گونجے گی تو بھری ہوئی کائنات جو آج چھلک رہی ہے کوئی جن وانس میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جو جواب میں کوئی ہاں یا نہ کر سکے ۔تھوڑے وقفے کے بعد پھر آواز قدرت بلند ہوگی لله الواحد القهار آج اُس جبار وقہار کی حکومت ہے۔ جو ہر چیز پہ غالب ہے پر اُس پر کوئی غالب نہیں ہے:۔

ے موت نے کر دیا ناچار وگرنہ انساں
ہے وہ خود بین کہ خدا کا بھی قائل نہ ہوتا

اُس کے بعد جب خالق چاہے گا قیامت قائم کرے تو تمام اولین اور آخرین جو لاکھوں سال پہلے مر چکے تھے اور خاک میں مل کر خاک ہو گئے تھے اُن سب کو حیات نو عطا کر کے اُسی جسم و جان کے ساتھ جس جسم و جان کے ساتھ کبھی وہ دُنیا میں رہتے تھے اور نیکیاں بدیاں کرتے تھے، اُنہی اصلی جسموں کے ساتھ خالق کائنات سب کو محشور فرما کر میدان حشر میں اکٹھا کرے گا۔ اور پھر ساری زندگی کا حساب و کتاب لے گا کہ تو نے کیا کیا تھا؟ اُن ہزاروں سوالوں میں سے چار سوال یہ بھی ہوں گے جو ہر بندے سے کیے

جائیں گے کہ:۔

☆ اے انسان میں نے تمہیں زندگی جیسی گراں قدر نعمت دی تھی بتا تو نے زندگی کن کاموں میں گزاری تھی؟

☆ پھر زندگی کے تین شعبے ہیں بچپن ہے، جوانی ہے، بڑھاپا ہے۔ جوانی کے بارے میں سوال ہوگا تو نے جوانی کن باتوں میں گزاری تھی، کن باتوں میں اپنی جوانی ضائع کی تھی یا آباد کی تھی وہ کام بتا؟۔

☆ تیسرا سوال یہ ہوگا تو نے دولت کمائی تھی تو کس راستے سے کمائی تھی؟

☆ چوتھا سوال ہوگا وہ دولت خرچ کی تھی تو کہاں خرچ کی تھی؟۔

معصومؑ فرماتے ہیں جب تک کوئی بندہ ان چار سوالوں کا جواب نہیں دے گا قدم اُٹھانے کی مہلت نہیں ملے گی ۔ الغرض عجیب واقعات کتابوں میں ملتے ہیں خالق کائنات کیونکہ وہ عادل حقیقی ہے لہٰذا عدل فرمائے گا۔ جن کے آدمی دُنیا میں قتل کیے گئے تھے قاتل دندناتے رہے اور قاتلوں کو سزا نہ ملی۔ خالق اُن کو پکڑے گا جن کی عزتیں لوٹی گئیں اور لوٹنے والے دندناتے رہے اور لٹنے والے روتے دھوتے رہے، جن کو دُنیا کی عدالتوں نے انصاف نہیں دیا، خالق اُن کو انصاف مہیا فرمائے گا ۔ جن کی جائیدادوں پہ غاصبوں نے قبضے جمائے اور قبضہ کرنے والے گروپ دندناتے رہے اور گلچھرے اُڑاتے رہے اور لٹنے والے روتے دھوتے رہے، اللہ اُن ظالموں کو ایسا قانون کے شکنجے میں جکڑے گا کہ کوئی چھڑا نہیں سکے گا، اِس طرح پکڑے گا کہ کوئی بچا نہیں سکے گا اور ذرہ ذرہ کا حساب و کتاب دینا پڑے گا۔

الحجّۃ البالغہ

ایک واقعہ سُنا کے اپنے آج کے بیان کو ختم کروں ۔ حدیث میں ہے کہ

چند آدمیوں کو میدان حشر میں لایا جائے گا اور اللہ اُن سے پوچھے گا تم نے گناہ کیوں کیے تھے؟۔

☆ اُن میں ایک خوبصورت مرد ہوگا جس نے دُنیا میں بدکاریاں کی ہوں گی، اُس کو اللہ کھڑا کر کے پوچھے گا بتا میں نے تجھے حُسن و جمال دیا تھا تجھے ہنر و کمال دیا تھا، میری نعمتوں کا یہ شکریہ ادا کیا کہ زنا کاریاں کیں؟ وہ کہے گا یا اللہ نہ تو مجھے حُسن و جمال دیتا نہ میں بدکاریاں کرتا۔ گویا اللہ کے ذمے تھونپ رہا ہے کہ تو نے جو مجھے حسین بنایا تھا تو گناہ نہ کرتا تو کیا کرتا۔

اُس وقت خالق حضرت یوسفؑ کو میدان میں پیش کرے گا، فرمائے گا اپنی شکل بھی دیکھ اور میرے یوسفؑ کو بھی دیکھ، تو زیادہ حُسین تھا یا یہ؟ تو بندہ کہے گا یا اللہ میرے حُسن کو تو جناب یوسفؑ سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ خالق فرمائے گا اگر یہ عورتوں کے جھرمٹ میں رہ کر اپنی عصمت کی حفاظت کرسکتا تھا، اپنے دامن کی حفاظت کرسکتا تھا تو تو اِن کے نقش قدم پہ چلتا تو اپنا دامن نہیں بچا سکتا تھا؟ بندہ خاموش ہو جائے گا۔ حکم ہوگا اسے جہنم میں جھونک دو۔

☆ پھر ایک عورت کو لایا جائے گا جو حُسن و جمال میں عدیم النظیر ہوگی۔ خالق پوچھے گا میں نے تجھے حُسن دیا، جمال دیا تو نے یہ شکریہ ادا کیا کہ میری نافرمانیاں کیں، بدکاریاں کیں۔ عورت کہے گی یا اللہ تو نہ مجھے حُسن و جمال دیتا، نہ مجھ پر لوگ فریفتہ ہوتے، نہ میں کرتوت کرتی۔

اُس وقت خالق کائنات جناب مریمؑ کو پیش کرے گا۔ اُو اپنے حُسن پہ ناز کرنے والی ضعیف العقل عورت مجھے بتا کہ تو زیادہ حُسین تھی یا میری مریمؑ زیادہ حسین تھی؟ وہ کہے گی میری تو اُن کے ساتھ نسبت ہی کوئی نہیں ہے، وہ تو پیکر حُسن و جمال ہیں۔ تو اللہ فرمائے گا اگر یہ اپنے دامن کی حفاظت کرسکتی

تھیں، اُن کو کسی بشر نے چھوا تک نہیں تھا، تو تو اِن کے نقش قدم پہ چلتی تو اپنی عصمت کی حفاظت نہیں کر سکتی تھی؟ وہ لاجواب ہو جائے گی۔ حکم ہو گا کہ اسے جہنم کے حوالے کر دو۔

☆ پھر ایک مالدار کو لایا جائے گا، سرمایہ دار کو۔ تو نے یہ کیوں کیا، شرابیں کیوں پیں، بدکاریاں کیوں کیں، یہ کیوں کیا وہ کیوں کیا؟ یہ میری نعمت کا یہی شکریہ ادا کیا کہ تو نے میری نافرمانیاں کیں؟ وہ کہے گا یا اللہ نہ تو مجھے مال و دولت دیتا، نہ میں کرتوت کرتا یعنی اللہ پر تھونپ رہا ہے سارے کرتوت۔ تو نے جو مجھے مالدار بنایا، آخر میں نے پیسہ کہیں خرچ تو کرنا تھا، شراب و کباب پہ لٹائے، اِدھر خرچ کیا اُدھر خرچ کیا۔ خالق کائنات جناب سلیمانؑ کو میدان میں لائے گا۔ بتا میرا سلیمانؑ زیادہ مالدار تھا یا تو؟ وہ کہے گا مجھے تو ان سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ ارشاد ہو گا اگر سلیمانؑ اتنا دین و دُنیا کا بادشاہ ہو کر اپنے دامن کی حفاظت کر سکتا تھا اگر تو کوشش کرتا، اُن کی پیروی کرتا، تو تو میرا اطاعت گزار بندہ بن کے نہیں رہ سکتا تھا؟ وہ بھی لاجواب ہو جائے گا۔ فرمایا جائے گا اس کو بھی جہنم کے حوالے کر دو۔

☆ پھر آخر میں ایک غریب و نادار کو لایا جائے گا۔ جس نے چوریاں بھی کیں تھیں، ڈاکے بھی ڈالے تھے اور بھی کئی فراڈ بازیاں کی ہوں گی۔ اللہ فرمائے گا اُو میرا غریب بندہ تو نے کیوں یہ کرتوت کئے تھے؟ وہ کہے گا یا اللہ نہ تو مجھے غریب بناتا نہ میں بدمعاشیاں کرتا۔ تو نے جو مجھے رزق نہیں دیا تھا تو میں نے کمانے کے لیے کبھی چوریاں کیں، کبھی ڈاکے ڈالے، کبھی فریب کاری کی، کبھی دودھ میں پانی ملایا، کبھی اصلی گھی میں ڈالڈا ملایا اور پیسے روپے کمائے۔ خالق کائنات حضرت ایوبؑ کو پیش کرے گا۔ کہ میرا ایوبؑ زیادہ غریب تھا یا تو زیادہ

غریب تھا؟ اُس وقت وہ لا جواب ہو جائے گا اور حکم خداوندی ہوگا، اِس کو پکڑ کر جہنم کے شعلوں کے حوالے کردو۔ یہ قرآن کی آیت ہے کہ:۔

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ

اللہ کی دلیل ساری کائنات کی دلیلوں پر غالب ہے۔ اِس کے معنی حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھے گئے تھے۔ کہ مولاؑ اللہ کی دلیل کس طرح لوگوں کی دلیلوں پر غالب ہے؟ تو امام نے یہ واقعہ سنایا تھا جو ہماری کتب حدیث و تفسیر میں مذکور ہے کہ اللہ یوں غالب آئے گا کہ ہر دلیل پیش کرنے والا لا جواب ہو جائے گا اور پھر اُس کو جہنم میں جھونکا جائے گا، کیونکہ اللہ اُس پر حجت تمام کر دے گا۔ (صلوات)

مصائب　کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی آمد

بس میرے دوستو! پانچ بج رہے ہیں عزیزو، دوستو، بزرگو! میں ختم کروں گا۔ جو حج کر کے آئے ہیں اللہ اُن کا حج قبول فرمائے، جو جانا چاہتے ہیں خالق اُن کو توفیق عطا فرمائے۔ امامؑ عالی مقام نے بھی حج کا احرام باندھا ہوا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے لیکن یہ عجیب شاہکار فطرت ہے، قانون قدرت ہے کہ ساری کائنات حج کرنے کے لیے آرہی تھی اور حسینؑ ابن علیؑ احرام حج عمرہ مفردہ کے ساتھ بدل کے مکہ چھوڑ رہے تھے۔

کسی نے پوچھا تھا مولاؑ ایک دو دن باقی رہ گئے ہیں حج ادا کرنے کے۔ فرمایا تھا یزید نے حاجیوں کے لباس میں ایسے ظالم لوگ مقرر کیے ہیں کہ حسینؑ اگر غلاف خانہ کعبہ بھی پکڑ کے کھڑے ہوں تو اُن کو شہید کر دینا، اگر میں یہاں شہید ہو گیا تو لوگوں کو پتہ نہیں چلے گا کہ قاتل کون تھا؟ کس نے قتل کیا؟ قاتل لوگوں کے جھرمٹ میں چھپ جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ میدان کربلا میں

شہید کیا جاؤں تا کہ پتہ چل جائے ظالم کون تھا، مظلوم کون تھا؟ لختِ جگر رسولؐ، پیغمبر اسلامؐ کا نواسہ، شریعت کا وارث حسینؑ نویں ذوالحجہ کو عید الاضحیٰ سے ایک دن پہلے مکہ چھوڑ کے کربلا روانہ ہو رہے ہیں۔ محمد ابن حنفیہ نے بھی کہا، عبداللہ ابن عباسؓ نے بھی کہا: اے حسینؑ اگر آپ مرنے کے لیے جا رہے ہیں تو اپنی شہزادیوں کو ساتھ نہ لے جائیں، نبیؐ زادیوں کو ساتھ نہ لے جائیں۔ تو امامؑ نے فرمایا اُس وقت میرا مقصد شہادت پورا نہیں ہوسکتا جب تک یہ بیبیاں قید نہ ہوں، یہ قید ہوں گی تو میرا مقصد شہادت حاصل ہوگا۔ لوگوں کو پتہ چلے گا ظالم کون تھا؟ مظلوم کون؟ اور اُن کا جھگڑا کیا تھا؟ واضح ہو جائے گا کہ دین کی فناء و بقاء کا جھگڑا تھا۔

الغرض امامؑ نے سولہ منزلیں طے فرمائیں، دو محرم کو جب کربلا کے میدان میں پہنچے تو امامؑ نے پوچھا اِس زمین کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا مولاؑ اِس کو کربلا کہتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡکَرۡبِ وَالۡبَلَآءِ

امامؑ کی آنکھوں میں آنسو آگئے فرمایا:۔

ھَاھُنَا مَحَطُّ رِحَالِنَا

ہماری سواریاں بٹھانے کی جگہ یہی ہے:۔

وَھَاھُنَا مَحَلُّ قُبُوۡرِنَا

ہمارے دفن و کفن کی جگہ یہی ہے، ہماری قتل گاہ یہیں ہے۔ مجھے نانا نے یہی بتایا تھا۔ اُس کے بعد رحل اقامت ڈال دیا گیا، خیمے نصب کر دیے گئے۔ جب خیمے لگ گئے ایک جملہ عرض کروں گا چھوٹا سا واقعہ لوگ اختلاف کرتے ہیں کہ پہلی مجلس حسینؑ کب پڑھی گئی، کہاں پڑھی گئی؟ اس میں بڑی

بخشیں ہوتی ہیں، میں نے "سعادۃ الدارین" میں ثابت کیا ہے کہ پہلی مجلس حسین خود امام حسینؑ نے پڑھی ، کربلا میں پڑھی تھی ، اپنی بہنوں، بیٹیوں، بیٹوں، بھائیوں کے سامنے پڑھی تھی ۔امامؑ نے جب خیمے لگ گئے تو جو پہلا کام کیا اپنی بیبیوں، اپنے بچوں، اپنے بھائیوں، اپنے بیٹوں، اپنے بھانجوں اور اپنے بھتیجوں کو سب کو اکٹھا کر کے ایک گھنٹے تک کبھی شہزادے علی اکبرؑ کی جوانی کو دیکھتے، کبھی ابوالفضل العباسؑ کے بازوں کو دیکھتے ہیں، کبھی جناب علی اصغرؑ کے گلے کو دیکھتے ہیں کبھی اپنی بہنوں کے سروں پہ نگاہ کرتے ہیں ۔اُس کے بعد امامؑ کے بند صبر ٹوٹ گئے ۔کہا: ۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا عِتْرَۃُ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ

یا اللہ تو جانتا ہے کہ ہم تیرے محمدؐ کی عترت ہیں: ۔

وَ تَعَدَّتْ بَنُو اُمَیَّۃَ عَلَیْنَا

امامؑ دیکھ رہے تھے اِس وقت میری بیٹیوں کے سر پر چادر ہے لیکن وہ وقت آنے والا ہے کہ سر کی چادریں اُتر جائیں گی ۔ اِس وقت علی اکبر کی جوانی موجود ہے لیکن چند دن کے بعد خاک و خون میں مل جائے گی ۔ اِس وقت جناب عباسؑ کے بازو سلامت ہیں یہ روز عاشورہ کٹ جائیں گے ۔اب تو جناب علی اصغرؑ زندہ موجود ہیں اِن کے گلے پر تیر چل جائے گا اور گردن چھن جائے گی ۔

لہٰذا امامؑ نے رونا شروع کر دیا ایک گھنٹے تک مسلسل گریہ و بکا کرتے رہے اور پھر عرض کیا اَللّٰھُمَّ ۔اے اللہ گواہ رہنا ہم تیرے نبیؐ کی عترت ہیں، ہمیں مجبور کر دیا گیا کہ نانے کا روضہ چھوڑ کے جنگل کربلا میں آئیں اور سارا کنبہ کٹوائیں اور تیرا دین بچائیں ۔اے اللہ بنی اُمیہ سے بدلہ لینا، اُن ظالموں

کا نام ونشان مٹا دینا۔

لہٰذا یہی وجہ ہے کہ امام حسینؑ سب کچھ قربان کر کے بھی آج زندہ جاوید ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ بنی اُمیہ مردہ باد تھے، مردہ باد ہیں اور قیامت تک مردہ باد رہیں گے۔ یزید ہمارے مردہ باد کہنے کا بھی محتاج نہیں وہ مر چکا، حسینؑ ہمارے زندہ باد کہنے کے محتاج نہیں۔ اللہ اُن کی زندگی کی ضمانت دے چکا ہے۔ صبح قیامت بھی طلوع ہو جائے گی، قیامت آ کے گزر جائے گی، مگر حسینؑ پھر بھی زندہ باد رہے گا:۔

اِنقلابِ تُند خو جس وقت اُٹھائے گا نظر
کروٹیں لے گی زمیں، ہوگا فلک زیر و زبر
کانپ کر ہونٹوں پر آ جائے گی رُوحِ بحر و بر
وقت کا پیرانہ سالی سے بھڑک اُٹھے گا سر
موت کے سیلاب میں ہر خشک و تر بہہ جائے گا
ہاں مگر نام حسینؑ ابن علیؑ رہ جائے گا

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلِبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

پانچویں مجلس

حقیقت اسلام

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین رحمۃ الاسلام و المسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علی رؤس المومنین

حقیقت اسلام

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاٰهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

(سورہ آل عمران) (صلوات)

خالق کائنات اور مالک موجودات و ممکنات کے اِس فرمان واجب الاحترام کا مطلب خیز ترجمہ یہ ہے کہ خالق اکبر تمام کائنات کے ایمان کے دعویداروں کو مخاطب فرما کر تین حکم دے رہا ہے جو اچھے کام ہیں اور ایک بُرے کام سے روک رہا ہے۔ جن چیزوں کے بجالانے کا حکم دیا وہ تین امر یہ ہیں فرماتا ہے اللہ سے اُس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے اور پہلے دن یہ مطلب بیان کیا تھا کہ اللہ سے ڈرنے کا مطلب ہے کہ اللہ کو محسن، منعم و مالک و خالق سمجھ کر اُس کی نافرمانی سے ڈرو کیونکہ وہ اس قابل نہیں کہ اُس کی ادنیٰ سی بھی نافرمانی کی جائے اور دوسرا حکم یہ ہے کہ اُس وقت تک نہ مرو، اُس وقت تک موت کی نیند نہ سوؤ جب تک پہلے صحیح معنوں میں سچے سچے مسلمان نہ بن

جاؤ۔ اور تیسرا حکم یہ ہے کہ اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے اس طرح پکڑو کہ تمہارا ظاہر و باطن دین دار بن جائے۔ جو تمہیں دیکھے وہ بھی کہے کہ یہ دین دار ہیں اور جس چیز سے اللہ نے روکا ہے وہ یہ ہے کہ اپنی صفوں میں انتشار مت پھیلاؤ، خلفشار مت پیدا کرو، تفرقہ سازی نہ کرو، اختلاف سازی سے دامن کو بچاؤ۔ (صلوات)

اجزائے اسلام

تو سلسلہ کلام بحمد للہ اسلام کے ارکان کے بارے میں جاری تھا کہ جب ہم نے پیغمبر اکرمؐ کے بعد آل محمدؑ کی طرف رجوع کیا کیونکہ یہ وہ دروازہ ہے جو پیغمبرؐ دکھا کے گئے تھے، وہ حیدر کرارؑ جس کا بازو ایک لاکھ سے زائد مجمع عام میں پکڑوا کے گئے تھے اور لوگوں کو بتا کے گئے تھے کہ جس جس کا میں مولا و آقا ہوں اُس اُس کا یہ علیؑ ولی بھی مولا و آقا ہیں۔ تو ہم نے اُدھر رجوع کیا کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے؟ اور صحیح معنوں میں مسلمان بن کر جینے مرنے کا طریقہ کیا ہے؟ تو آل محمدؑ نے جو کچھ فرمایا اُس کا لب لباب یہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ پانچ چیزوں کے مجموعے کا نام ہے اسلام۔

- ☆ پہلا جزو اسلام ہے عقیدہ صحیح ہو، اسلام کے مطابق ہو۔
- ☆ دوسرا جزء یہ ہے کہ عبادت بجالائی جائیں تو اللہ کے فرمان کے مطابق، نبیؐ و آل نبیؐ کے عمل کے مطابق۔
- ☆ اور تیسرا جزء یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ جو تعلقات رکھے جائیں اور معاملات کیے جائیں تو وہ بھی قانون اسلام کے مطابق ہوں۔
- ☆ اور چوتھا جزو اسلام یہ ہے کہ آدمی کے اخلاق عالی ہوں، اخلاق بلند و بالا ہوں، بُرے اخلاق سے دامن کو بچایا جائے۔

☆ اور پانچواں جزءِ اسلام یہ ہے کہ آدمی حلال کا لقمہ کمائے، حلال کھائے، بیوی بچوں کو بھی حلال کی کمائی کا پھل کھلائے اور اپنے مہمانوں کی، آنے جانے والوں کی، غرباء و مسکینوں کی مدد بھی کرے تو حلال کے پیسے سے کرے، حلال کے لقمہ سے کرے۔ (صلوات)

بحمد للہ سابقہ مجالس میں تقویٰ پر گفتگو ہو چکی، ایمان اور اسلام کے درمیان جو فرق ہے اُس پر بھی گفتگو ہو چکی۔ اب سلسلہ کلام ارکان اسلام کے بارے میں جاری تھا اور اجزائے اسلامی و ایمانی کا بیان ہو رہا تھا۔ بحمد للہ اب عقائد بیان ہو چکے اور تفصیل کے ساتھ عرض کیا جا چکا کہ:۔

☆ توحید کیا ہے؟

☆ عدالت کیا ہے؟

☆ نبوت و رسالت کیا ہے؟

☆ ولایت و امامت کیا ہے؟

☆ اور عقیدہ قیامت کیا ہے؟۔

یہ مسائل اور عقائد بیان ہو چکے۔

عبادات

آج سے عبادات کا تذکرہ کروں گا۔ تو میں پہلے یہ عرض کروں گا کہ عبادت اور معاملہ میں باریک فرق کیا ہے؟ آدمی نماز بھی پڑھتا ہے، لوگوں کے ساتھ کاروبار بھی کرتا ہے، کوئی وعدہ بھی کرتا ہے، پھر وعدے کی وفا کرتا ہے، کوئی بولتا ہے تو سچ بولتا ہے، کوئی جھوٹ بولتا ہے۔ یہ معاملہ ہے۔ عبادت اُس کام کو کہتے ہیں کہ جس کے ادا کرتے وقت قربةً اِلی اللہ کی نیت کی جائے۔ جو بغیر قصد قربت کے عبادت نہ بن سکے وہ عمل عمل نہ بن سکے اُس کو

عبادت کہتے ہیں جیسے نماز، جیسے روزہ، جیسے حج، جیسے زکوٰۃ، جیسے خمس، جیسے جہاد۔ اِن تمام چیزوں میں قصد قربت لازم ہے۔

اگر ارادے میں تھوڑا سا خلل آ گیا آدمی نماز پڑھتا ہے اور ماشاء اللہ ہزاروں رکعتیں ایک رات میں پڑھ دیتا ہے لیکن لوگوں کو دکھانے کے لیے تاکہ لوگ کہیں کہ میں بڑا عابد وزاہد ہوں ہر شے چَٹ ہو جائے گی، عبادت منہ پر ماری جائے گی۔ تو اُس وقت تک نماز قابل قبول نہیں، اُس وقت تک نماز عبادت نہیں کہلا سکتی جب تک اُس کے ادا کرنے میں قصد قربت نہ کیا جائے۔ کہ میں عمل کر رہا ہوں اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے، اللہ کی خوشنودی کا پروانہ حاصل کرنے کے لیے، اپنے خالق و مالک کے امر کی تعمیل کر کے اُس کو راضی کرنے کے لیے۔

لہٰذا جس میں قصد قربت ضروری ہو اُس عمل کو عبادت کہتے ہیں اور جس کام کے کرنے میں قصد قربت ضروری نہ ہو اُس کو معاملہ کہتے ہیں۔ آپ دکان پر جاتے ہیں کبھی گڑ خریدتے ہیں کبھی شکر، کبھی کپڑا۔ کبھی آپ نے کہا ہے کہ میں گڑ خریدتا ہوں قربۃً الی اللہ یا بیچنے والے نے کہا ہو کہ میں گڑ بیچتا ہوں قربۃً اِلی اللہ؟ نہیں آپ نے اُس سے مُول بھاؤ چکایا، پیسے ادا کیے اور چیز لے لی۔ اِس کا نام ہے معاملہ۔ معاملے کے احکام الگ ہیں، عبادات کے احکام الگ ہیں۔ اِن پر انشاء اللہ بقدر ضرورت تبصرہ کیا جائے گا اور جب عشرہ محرم ختم ہوگا تو اجزائے اسلامی بھی ختم ہو جائیں گے اور آپ حضرات پر واضح ہو جائے گا کہ صحیح معنوں میں سچا سچا مسلمان بن کر جینے، مرنے کا طریقہ کیا ہے؟۔ (صلوات)

تو میرے دوستو، عزیزو اور بزرگو! جہاں تک عبادت کا تعلق ہے یہ

اسلام کا وہ جزو اعظم ہے عقیدے کے بعد جس چیز کی سب سے زیادہ اہمیت اُجاگر کی گئی ہے، جس پر سب سے زیادہ قرآن اور نبیؐ اور آل نبیؑ کے فرمان میں زور دیا گیا ہے وہ ہے اپنے معبود برحق کی عبادت کرنا۔ بلکہ اگر صحیح معنوں میں عرض کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ انسان کی وجہِ خلقت ہی خالق کی عبادت ہے۔ جیسا کہ خود فرماتا ہے:۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ (سورہ الذاریات)

میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ بھی عرض کرتا جاؤں کہ نماز ہو یا روزہ ہو یا حج و زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ ان اعمال و عبادات کے بجا لانے کا فائدہ خالق اکبر کو نہیں ہوتا، عبادت کرنے والے کو فائدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ ہے کائنات سے بے نیاز:۔

أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿١٥﴾ (سورہ فاطر)

ساری کائنات اللہ کی محتاج ہے پر اللہ کسی کا بھی محتاج نہیں ہے۔ اقلیم امامت کے چوتھے تاجدار صحیفہ کاملہ کی ایک دُعا میں فرماتے ہیں بلکہ یوں کہوں اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں اے وہ پروردگار کہ ساری کائنات مل کر تیری عبادت کرنے لگ جائے تجھے تو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور ساری کائنات تیری نافرمانی پر ایکا کر لے، فرعونیت پر تُل جائے تو تیری ذات و صفات کو کسی قسم کا ضرر و زیاں نہیں پہنچتا کہ وہ لوگوں کے ماننے یا نہ ماننے کا محتاج نہیں ہے۔

بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا جن کو اللہ نبی بناتا ہے یا جن کو اللہ نبی کا وصی بناتا ہے یا اپنا ولی بناتا ہے وہ بھی لوگوں کے ماننے یا نہ ماننے کے محتاج نہیں ہوتے۔ ساری دُنیا توحید کے سامنے جھک جائے تو بھی اللہ اللہ ہے اور ساری دُنیا انکار پہ ایکا کر لے تو بھی اللہ اللہ ہے۔ ساری کائنات مل کر محمدؐ رسول اللہ کا

کلمہ پڑھنے لگ جائے حسنینؑ کا نانا سید الانبیاء والمرسلین بھی ہے اور خاتم الانبیاء والنبیین بھی ہے۔ لیکن اگر ساری دُنیا نہ مانے، ایک بندہ بھی اقرار نہ کرے تو بھی پیغمبر اکرمؐ کی نبوت میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ حیدر کرارؑ کا معاملہ بھی یہی ہے ساری دُنیا علی ولی اللہ پڑھنے لگ جائے تو علیؑ کی شان بڑھ نہیں سکتی اور اگر ساری دُنیا انکار پر ایکا کر لے تو پھر بھی علیؑ ولی کی عظمت گھٹ نہیں سکتی۔ (نعرہ)

اپنے اپنے جذبات ہوتے ہیں بچوں کے بھی جذبات ہوتے ہیں، بڑوں کے بھی جذبات ہیں۔ تو بہر حال خالق کائنات اُن حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے جو اپنے ائمہ طاہرینؑ، اپنے قائدین اپنے سادات عظام کے نام سُن کر خوش ہو جاتے ہیں اور نعرہ لگاتے ہیں اُن کو اللہ جزا دے۔ جو آل محمدؑ کا نام سُن کر خاموشی کا روزہ رکھ لیتے ہیں خدا اُن کو بھی ہدایت فرمائے۔

آلِ محمدؐ کی محبت

بہر حال جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کا فرمان ہمیشہ سامنے رکھا کرو۔ اگر ہم آل محمدؑ کو مانتے ہیں تو اُن پر کوئی احسان نہیں کرتے۔ فرماتے ہیں:۔

مَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بَرْدَ حُبِّنَا فِي قَلْبِهِ فَلْيَشْكُرْ أُمَّهُ

(کتاب المحاسن للبرقی ج ا ص ۱۳۹)

صادق آل محمدؑ کا سچا فرمان، فرمایا جو آدمی عاقل و بالغ ہو اور اپنے دل و دماغ میں ہماری ولایت، ہماری محبت، ہماری مؤدت کی ٹھنڈک محسوس کرے اُس کو سب سے پہلے اپنی پاکدامن ماں کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ (نعرہ)

اُس کا کمال نہیں، اُس کی مادر گرامی کی پاکدامنی کا کمال ہے۔ وہ جا کر ماں کا شکریہ ادا کرے کہ اماں میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے میرے باپ کی

امانت میں خیانت نہیں کی، اس لیے میرے دل و دماغ میں آل محمدؑ کی ولایت کی شمع روشن ہے۔ اگر تو نے میرے باپ کی امانت میں خیانت کی ہوتی تو آج میرے ہاتھ میں آل محمدؑ کی ولایت کا دامن نہ ہوتا۔ تو بہر حال اللہ فرماتا ہے میں عبادت کا محتاج نہیں لیکن یاد رکھو:۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ط (سورہ فصلت آیت ۴۶)

جو نیک کام کرے گا فائدہ خود اُٹھائے گا، جنت میں خود جائے گا اور جو میری نافرمانی کرے گا نقصان اپنا کرے گا جہنم میں خود جائے گا اور جہنم میں جا کر گلے گا اور سڑے گا۔ (صلوات)

جنتیوں کی پہچان

میں عام طور پر سمجھانے کے لیے یوں مثال دیا کرتا ہوں کہ جنت میں جانے کے لیے ایک لباس مخصوص ہے۔ جہنمیوں کا بھی ایک لباس مخصوص ہے۔ اہل علم کا بھی ایک لباس ہوتا ہے، ججوں کا بھی ایک لباس ہوتا ہے، وکیلوں کا بھی ایک مخصوص لباس ہوتا ہے۔ گھر میں جو چاہیں وہ کپڑے زیب بدن کریں لیکن جج اگر مقدمہ سننا چاہے تو ججوں والا لباس زیب بدن کرنا پڑتا ہے۔ وکیل گھر میں جو چاہیں کپڑے استعمال کریں، لیکن اگر عدالت میں مقدمہ لڑنا ہو تو وکیلوں والا کوٹ اور پتلون پہننی پڑتی ہے۔

لباس تقویٰ

اگر جنت میں جانا ہے تو جنتیوں کا بھی ایک لباس ہے۔ کسی کو معاذ اللہ جہنم کا شوق ہے تو جہنمیوں کا بھی ایک لباس ہے۔ وہ کون سا لباس ہے؟ اللہ فرماتا ہے وَلِبَاسُ التَّقْوٰى اگر جنت میں جانے کا پروگرام ہے تو تقویٰ والا لباس زیب بدن کرنا پڑے گا کیونکہ:۔

اَلْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْن، اَلْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْن، اُزْلِفَتُ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْن

جنت بنائی ہی نیکو کاروں کے لیے گئی ہے۔ جنت سجائی ہی اہل تقویٰ و طہارت کے لیے گئی ہے۔ جنت میں جانا ہے تو جنتیوں والا لباس پہن کے جانا پڑے گا۔ تب رضوان جنت دروازہ کھولے گا۔ اور اگر کسی کو جہنم کا شوق ہے تو پھر باغیوں، طاغیوں، فسق و فجور والا لباس پہننا پڑے گا کیونکہ: ۔

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ (سورہ شعراء)

جہنم کی آگ بھڑکائی گئی ہے تو باغیوں کے لیے، سرکشوں کے لیے، اللہ کے نافرمانوں کے لیے۔ اور جنت سجائی گئی ہے تو اللہ کے نیک بندوں کے لیے، حیدر کرارؑ کے غلاموں کے لیے۔ کیونکہ علیؑ ہیں امام المتقین اور جنت ہے للمتقین۔ (صلوات)

انسان کی سعی و کوشش

لہٰذا پتہ چلا کہ اللہ نے ہمیں عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اللہ ہمیں فائدہ پہنچانا چاہتا ہے، ہمیں جا گیر جنت کا پٹہ دینا چاہتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ جنت کے لیے کوئی کام تو کرنا پڑے گا: ۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ (سورہ النجم)

اللہ کا قرآن گواہ ہے کہ ہر آدمی کو اتنا ملتا ہے جتنی کوشش کرتا ہے۔ ایک عرب شاعر متنبی کہتا ہے: ۔

يَغُوْصُ الْبَحْرَ مَنْ طَلَبَ اللَّاٰلِي

جو سچے موتیوں کا طلب گار ہوتا ہے اُسکو سمندر کی تہوں تک غوطہ لگانا پڑتا ہے: ۔

وَمَنْ طَلَبَ الْعُلٰى سَهَرَ اللَّيَالِي

جو بلندیاں چاہتا ہے اُسے رات کے سماں میں جاگنا پڑتا ہے، مصلیٰ بچھانا

پڑتا ہے، خالق اکبر کی بارگاہ میں گڑگڑانا پڑتا ہے۔ تب کوئی مقام ملتا ہے، تب کوئی منصب ملتا ہے۔ (صلوات)

کفار کے ساتھ جہاد

لٰہذا دوسرا جزء اسلام ہے عبادت بجالانا، نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، حج کرنا، زکوٰۃ دینا، خمس دینا، اللہ و نبی حکم دیں تو کافروں سے جہاد کرنا۔ اللہ و نبی و امام کا لفظ اس لیے کہہ رہا ہوں مولویوں کا جہاد اور ہوتا ہے اور نبی و امام کا جہاد اور ہوتا ہے۔ اقبال نے کہا تھا کہ:۔

؎ دین مومن فکر و تدبیرِ جہاد
دین مُلا فی سبیلِ اللہ فساد

یہ کافر ہے اِس کو مارو، وہ کافر ہے اُس کو قتل کرو:۔

؎ ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

لٰہذا مولویوں والا جہاد اور ہوتا ہے خدا اور رسول اور امام جس کا حکم دیں وہ کافروں سے جہاد ہوتا ہے۔ اور وہ بھی اُس وقت ہوتا ہے جب کافر حملہ آور ہوں، مسلمانوں پر حملہ کریں تو خالق اکبر دفاع کا حکم دیتا ہے کہ تم ثابت کردو حملہ آوروں کو کہ ہمارے ہاتھوں میں بھی چوڑیاں نہیں ہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ کسی کو مت چھیڑو خواہ کافر ہو یا کوئی مشرک ہو یا منافق۔ ہر بندے کو اللہ کی زمین میں رہنے کا حق ہے۔ لیکن اگر تمہیں کوئی خواہ مخواہ چھیڑے، پر امن شہریوں کا امن غارت کرنا چاہے تو پھر چھیڑنے والے کو مت چھوڑو۔ یہ اسلام کی پالیسی ہے کسی کو مت چھیڑو:۔

لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝٦ (سورہ الکافرون)

تمہارا دین کفر تمہارے لیے ہے، ہمارا دین اسلام ہمارے لیے ہے:۔

ع مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

لیکن خواہ مخواہ کوئی چھیڑے تو چھیڑنے والے کو بتا دو کہ چھیڑنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ (صلوات)

آپ چھیڑنے والے کو سبق تبھی سکھا سکیں گے جب آپ کے اندر کوئی طاقت ہوگی، قوت ہوگی، پاور ہوگی، صفوں میں اتحاد ہوگا۔ کمزور آدمی بچارہ کیا کرے گا وہ مار کھا کے کہے گا اب مارو تو میں دیکھوں، وہ اور مکا مار دے گا یہ پھر کہے گا ایک اور مارو میں تمہیں یہ کر دوں گا وہ اور مارے گا۔ یہ پُر تولتا رہے گا تو کمزور آدمی جو ہے وہ دفاع بھی نہیں کر سکتا۔ اسلام کہتا ہے اپنے دفاع کو مضبوط کرو اور کسی کو اپنے خلاف جارحیت نہ کرنے دو۔ (صلوات)

احکامِ اسلام پر زور

اب رہ گئی یہ بات کہ جتنی عبادات ہیں میرے دوستو، عزیزو، بزرگو! باتیں تو وہی ہیں جو آپ جانتے ہیں تقریباً۔ لہٰذا یہ نہ کہنا کہ یہ وہی باتیں ہیں جو سن چکے ہیں۔ جب قرآن اُترتا تھا تو کفار کا یہی مقولہ تھا یہی باتیں تورات میں پڑھی تھیں، یہی باتیں انجیل میں پڑھی تھیں، یہی باتیں زبور میں پڑھی تھیں۔ وہ بڑے فخر سے کہتے تھے، تکبّر سے کہتے تھے کہ نئی بات نہیں ہے:۔

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (سورہ الانفال آیت ۳۱)

پرانے زمانے کے وہی قصے کہانیاں ہیں جو پہلی کتابوں میں لکھی ہوئی تھیں۔ حتیٰ کہ جب بار بار پیغمبر فرماتے نماز پڑھو، نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو۔ یہ قرآن میں تقریباً چالیس مقامات کے لگ بھگ حکم ہے:۔

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

لوگوں نے کہا پیغمبرؐ کو بھی اس بات کے سوا کوئی اور بات نظر ہی نہیں آتی جب دیکھو یہی کہتے ہیں پڑھو نماز اور دو زکوٰۃ، پڑھو نماز اور دو زکوٰۃ۔ جب لوگوں نے پیغمبرؐ پر تکرار کا الزام لگایا تو خلق عظیم کے مالک کو اذیت ہوئی لیکن جواب نہیں دیا۔ اللہ نے جواب دیا فرماتا ہے اے میرا حبیبؐ لوگوں کے الزام کی پرواہ نہ کرو:۔

وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴿۵۵﴾ (سورہ الذاریات)

بار بار ان باتوں کی یاد دہانی کراؤ، بار بار امر بالمعروف کرو، بار بار نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرو۔ یاد رکھو تمہارا بار بار کا تکرار کرنا مومنوں کو فائدہ دے گا۔ (نعرہ)

اہمیت نماز

لہٰذا یہ نہ کہنا وہی باتیں ہیں جو پہلے بھی سنتے رہتے ہیں اور پڑھتے بھی رہتے ہیں کہ نماز پڑھو اور نماز پڑھو۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ یہ معراج المومن ہے۔ خالق کائنات نے پیغمبرؐ خاتم کو معراج کرائی تھی ہزاروں اہتماموں کے ساتھ۔ کہیں براق بھیجا، کہیں فرشتے بھیجے، پیغمبر اکرمؐ کو عزت و عظمت کے ساتھ قاب قوسین او ادنیٰ کی منزل پر لے گئے۔ لیکن مومن جب چاہے مصلّے پر کھڑا ہو کر اللہ اکبر کی نیت کر کے جب نماز شروع کرتا ہے تو مومن کی معراج یہی ہے۔ (نعرہ)

لہٰذا نماز وہ عبادت ہے جس کے بارے میں صادق آل محمدؐ جیسا سچا امام فرماتا ہے ہماری کتب احادیث چھلک رہی ہیں اور میں نے یہ ساری حدیثیں اپنی کتاب "قوانین الشریعہ" کی پہلی جلد کتاب الصلوٰۃ میں درج کی ہیں فرماتے ہیں:۔

اِنِّیْ لَآ اَعْرِفُ عَمَلًا اَفْضَلَ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ مِنْ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ

میں عالم علم لدنی ہو کر، نبیؑ کے علوم کا وارث ہو کر، اقلیم امامت کا چھٹا تاجدار ہو کر میں کہتا ہوں کہ معرفت اصول عقائد کے بعد پورے فروع دین میں اس نماز سے افضل کوئی اور عمل نہیں ہے۔ اور انہی معصومؑ سے منقول ہے فرماتے ہیں اگر آدمی کے پاس سونے کا ایک مکان بھرا ہوا ہو اور وہ سونا (جس کا ایک تولہ آج ساٹھ ہزار میں بک رہا ہے) فرمایا پورا سونے کا کمرہ اللہ کی راہ میں لٹوا دے، غریبوں میں تقسیم کر دے جو خالق اُس کو ثواب دے گا ایسے سونے سے بھرے ہوئے مکان کے صدقہ کرنے کے ثواب سے ایک حج کرنا افضل ہے اگر صحیح معنوں میں حج کیا جائے۔ اور فرماتے ہیں بیس حجوں سے افضل ہے ایک نماز جو قانون شریعت کے مطابق گھر میں ادا کی جائے۔

رحمتِ حق بهانه می جوید

امام عالی مقامؑ نے اپنے صحابی سے پوچھا (وسائل الشیعہ میں یہ روایت موجود ہے) فرمایا اگر تمہارے دروازے پر ایک نہر جاری ہو اور نہر میں چوبیس گھنٹوں میں پانچ وقت غسل کرو تمہارے بدن پر کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گی؟ نہیں مولاؑ! بدن بالکل صاف وشفاف ہو جائے گا۔ فرمایا نماز کی وہی مثال ہے کہ پانچ وقت نماز اگر باقاعدگی سے پڑھی جائے چوبیس گھنٹوں میں تو کسی گناہ کی کوئی کثافت ذرہ برابر آدمی کے نفس وروح پہ باقی نہیں رہ جاتی۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز

یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ (ہم نماز پڑھتے ہیں تو چند رکعتیں پڑھ کے تھک جاتے ہیں، اُکتا جاتے ہیں) پیغمبر اکرمؐ کو نماز میں وہ لطف آتا تھا جب دُنیا کے کاروبار کر کے تھک جاتے تھے تو فرماتے یا بلال: ۔ اَرِحْنَا اے

بلال ہمیں راحت پہنچاؤ، ہمارے آرام کا انتظام کرو۔ ہم تھک جائیں تو بستر بچھواتے ہیں، لیٹ جاتے ہیں پھر ماشاء اللہ چادر تان کے سو جاتے ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ کا مزاج شناس بلال جب پیغمبرؐ فرماتے کہ میری راحت کا اہتمام کرو تو مصلیٰ بچھا دیتے، پیغمبر اکرمؐ مصلّے پہ کھڑے ہو جاتے، نماز شروع کر دیتے۔ فرماتے:۔

قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ

میری آنکھوں کی ٹھنڈک اللہ کی عبادت میں ہے بالخصوص نماز میں ہے۔

(صلوات)

یہی وجہ ہے کہ آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک میں بلا خوف کہوں گا جس کو شک ہے وہ تحقیق کر لے میرے الفاظ ٹیپ ہو رہے ہیں آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ ابن مریمؑ تک ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی گزرے ہیں سب عبادت گزار تھے، سارے اطاعت شعار تھے لیکن کوئی تاریخ نہیں بتاتی، کوئی حدیث نہیں بتاتی، کوئی تفسیر نہیں بتاتی کہ اللہ نے کسی نبی سے کہا ہو کہ ذرا عبادت گھٹا دو۔ مگر اقلیم نبوت کے خاتم الانبیاء، تاجدار ختم نبوت، جد الحسنؑ والحسینؑ، عبداللہؑ و آمنہؑ کے لال نے اللہ کی بارگاہ میں اتنی نمازیں پڑھیں کہ خالق اکبر کو فرمانا پڑا کہ:۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُزَّمِّلُ ① قُمِ ٱلَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ② (سورہ المزمل)

اے میرا چادر اوڑھنے والا نبی رات کو جاگا کر میں روکتا نہیں پر ساری رات نہ، قلیل حصہ کافی ہے، کچھ آرام بھی کیا کر۔ سارا دن نبوت کی تبلیغ کرے، کافروں کی باتیں سنے، ظالموں کی گالیاں سنے، اُن بے دینوں کی تہمتیں سنے، اُن کے پتھر کھائے، دندان مبارک تڑوائے اور رات جب آرام کا وقت آئے تو ساری رات مصلّے پہ گزار دی جائے۔ فرمایا میرا حبیبؐ یہ تیری تکلیف مجھے

گوارہ نہیں ہے ذرا عبادت گھٹا دو ۔دوسری جگہ فرمایا: ۔

طٰهٰ ① مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ② (سورہ طٰہٰ)

اے میرا پاک و پاکیزہ نبیؐ میں نے آپؐ پر قرآن اس لیے نہیں اُتارا تھا کہ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال دو، مشقت میں ڈال دو؟ ۔لہٰذا رات کو جاگا کرو کیونکہ رات سے بہتر اللہ کی عبادت کرنے کا وقت کوئی نہیں لیکن ساری رات نہیں، آدھی رات کافی ہے، آدھی رات پر تسلی نہ ہو تو تھوڑا سا اضافہ کر دو یا اُس میں تھوڑی سی کمی کر دو ۔میرا حبیبؐ تیرا ساری ساری رات محراب مسجد میں گزار دینا، مصلیٰ عبادت پر بسر کر دینا مجھے گوارہ نہیں ہے ۔اللہ یہ فرماتا ہے اور حبیبؐ کبریا کی آواز بلند ہوتی ہے جو آج بھی مومنوں کے کانوں میں گونج رہی ہے: ۔

اِلٰهِيۡ مَا عَبَدۡنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ

اے پروردگار تیرا حکم سر آنکھوں پر گھٹائی تو وہ چیز جاتی ہے جو پہلے تکمیل کی منزل تک پہنچ جائے ۔میں تو سمجھتا ہوں کہ تیری عبادت کا حق میں نے ادا کیا ہی نہیں ہے تو گھٹاؤں کیسے؟ ۔

حضرت علی علیہ السلام کی نماز

جس مولاؑ کی ولایت پر ہم ناز کرتے ہیں اور نعروں پہ نعرے لگاتے ہیں آپ سب جانتے ہیں کہ مولاؑ نماز فریضہ الگ، اُس کے نوافل سارے مل کے بنتے ہیں تیئس رکعتیں وہ الگ، سترہ رکعتیں الگ، یہ بن گئیں تیئس اور سترہ چالیس رکعت، نماز تہجد کی آٹھ رکعت الگ، دو رکعت نماز شفع الگ، ایک رکعت نماز وتر الگ یہ بن گئیں چوبیس گھنٹوں میں اکیاون رکعتیں اور اکیاون رکعتوں کے بن گئے ایک سو دو سجدے اس کے علاوہ سُنی شیعہ اہل تاریخ متفق نظر آتے ہیں کہ مولا علی علیہ السلام کی پوری زندگی میں ایک ہزار رکعت نافلہ جو دن اور

رات میں مجموعی طور پہ پڑھتے تھے جس طرح کسی آدمی کی واجب نماز قضا نظر نہیں آئی حیدر کرارؑ کی ہزار رکعت نافلہ بھی کبھی قضا نظر نہیں آتی۔ (نعرہ)

ایک ہزار رکعت کے بن گئے سجدے دو ہزار، اور پہلے تھے ایک سَودو۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ مولا متقیان، امیر مومنان، لنگر زمین و آسمان چوبیں گھنٹوں میں دو ہزار ایک سَودو سجدے اپنے معبود برحق کی چوکھٹ پر ادا کر کے پھر بھی کہتے تھے اے میرا پروردگار جو تیری عبادت کا حق تھا ابھی تو علیؑ نے ادا کیا ہی نہیں ہے۔ اور مولاؑ کا موالی جو سوتے جاگتے کہتا ہے (یا علیؑ ہم تو تیرے ہیں اور جہنم کے لیے اور بہتیرے ہیں) اُس کے نامہ اعمال کو دیکھا جائے تو چونتیس سجدے بھی نظر نہ آئیں۔ سترہ رکعتوں کے سجدے کتنے بنتے ہیں؟ چونتیس۔ ہمارا امام دو ہزار ایک سَودو سجدے کر کے بھی کہے کہ تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ ہم چونتیس سجدے بھی نہ ادا کر سکیں تو کس منہ سے کہتے ہیں کہ یا علیؑ ہم تو تیرے ہیں:۔

ے آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

(صلوات)

زکوٰۃ کی اہمیت

ہمارا ہر ذاکر، ہمارا ہر چھوٹا بڑا مولوی، علامہ، فہامہ جو بھی سٹیج پہ آئے آیت ولایت پڑھتا ہے جو بڑا دلچسپ مضمون ہے جس پر نعرے لگتے ہیں، کہ مولاؑ نے نماز پڑھی اور حالت رکوع میں زکوٰۃ بھی دی اور زکوٰۃ میں وہ انگوٹھی دی جس کا نگینہ اتنا قیمتی تھا جس پر بڑے نعرے لگتے ہیں۔ ہم یہ تو ہمیشہ پڑھتے ہیں کہ مولا علیؑ اتنے عبادت گزار تھے کہ وہ نماز بھی پڑھتے تھے تو اُسی حالت نماز میں جب رکوع میں جاتے تو زکوٰۃ بھی ادا کرتے تھے لیکن ہم نے بھی کبھی

سوچا ہے: -

- کہ زکوٰۃ بھی کوئی واجبات میں سے، عبادات میں سے ایک عبادت ہے؟
- اُس کے شرائط کیا ہیں؟
- اُس کے قواعد کیا ہیں؟
- اگر گندم ہو تو اُس کی مقدار کیا ہے؟
- اگر پیسے ہوں تو اُن کی تعداد کیا ہے؟
- زکوٰۃ دینے کا قاعدہ کیا ہے، قانون کیا ہے؟

غلط تبلیغ کا نتیجہ

ہم مجلس پڑھا دیتے ہیں اور ذاکروں مولویوں کی جیبیں گرم کر دیتے ہیں پھر بھی تسلی نہ ہو تو سال میں اتنا بڑا جلسہ کراتے ہیں کہ لاکھوں روپے اُڑا دیتے ہیں۔ نہ نماز ہے، نہ زکوٰۃ ہے، نہ حق سادات ہے۔ یہ ہماری غلط تبلیغ کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے میں کہا کرتا ہوں پھر موضوع سے خارج نہ ہو جاؤں میں نے بڑے ممالک کی سیر و سیاحت کی ہے۔ بحمدللہ اللہ نے موقع دیا ہے بیرونی ممالک میں بھی تبلیغ اسلام کے لیے جاتا ہوں لیکن جتنی اچھی پبلک ہمارے پاکستان کی ہے میں نے کسی ملک میں نہیں دیکھی۔ لیکن کمی کیا ہے؟ ہمارے سٹیج کی کمزوری ہے۔

جو قوم حضرت امام حسینؑ کے نام پر لاکھوں کروڑوں روپے دس دن میں لٹا سکتی ہے جو ماتم کر کے چھریوں سے اپنا سینہ چاک کر سکتی ہے، خون بہا سکتی ہے اگر اس قوم کو کہا جاتا کہ نماز بھی ضروری ہے، زکوٰۃ و خمس بھی ضروری ہے اور روزہ بھی ضروری ہے اور سچ بولنا بھی ضروری ہے اور پورا تولنا بھی ضروری ہے کیا ہماری قوم عمل نہ کرتی؟ یقیناً کرتی۔

لیکن کیا کیا جائے کہ عقائد بھی خراب کیے جاتے ہیں اور عمل بھی برباد کیے جاتے ہیں۔ میاں نمازوں میں کیا رکھا ہے؟ علیؑ کے منکر بڑی نمازیں پڑھتے ہیں اُن کو نمازیں فائدہ دیں گی؟ لوگ کہتے ہیں نہیں۔ بس پتہ چلا کہ نماز میں کچھ نہیں (شاہ جانے تے راہ جانے) ڈاڑھی رکھو مولوی کہتے ہیں ڈاڑھی رکھو، مولوی نہیں کہتے خدا فرماتا ہے، محمدؐ و آل محمدؐ فرماتے ہیں ڈاڑھی رکھو۔ (صلوات)

وہ کہتے ہیں ڈاڑھیاں اگر جنت میں لے جائیں گی تو تارے سنگھ کی تو ڈاڑھی بڑی لمبی تھی وہ پہلے چلا جائے گا۔ پھر پوچھتے ہیں تارہ سنگھ جنت میں جائے گا؟ پبلک کہتی ہے نہیں۔ تو پتہ چل گیا کہ ڈاڑھیوں میں کوئی دین نہیں ہے۔

حج کی اہمیت

اچھا جی حج کرو مولوی کہتے ہیں حج کرو، حج کرو حالانکہ اللہ فرماتا ہے:۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ﴿٩٧﴾ (سورہ آل عمران)

جو اس استطاعت رکھتے ہیں اُن پر حج بیت اللہ ادا کرنا واجب ہے لیکن اگر یہ واجب ادا نہ کریں اور کافر بن جائیں گے قرآن کے لفظ ہیں:۔

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ﴿٩٧﴾ (سورہ آل عمران)

اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں ہوگا وہ تو پوری کائنات سے بے نیاز ہے پر جس پر حج واجب ہو اور ادا نہ کرے اُسکے پلے کچھ نہیں رہے گا۔ پیغمبرؐ فرماتے ہیں:۔

جس پر حج واجب ہو جائے اور کہے کہ اگلے سال کروں گا، اگلا سال آئے تو کہے فلانہ کام کرلوں اگلے سال کروں گا وہ اگلا سال آجائے تو کہے میں بچوں کی شادی کرلوں پھر اگلے سال کروں گا اور اُس کی موت واقع ہوگئی تو

اس کی اسلام پر موت واقع نہیں ہوگی وہ یہودی ہو کر مرے گا یا نصرانی ہو کر مرے گا۔ قرآن بھی یہی کہتا ہے نبیؐ کا فرمان بھی یہی کہتا ہے۔ تو کہتے ہیں اگر حج جنت میں لے جائیں گے تو علیؑ کے بڑے بڑے مخالف ہر سال لاکھوں روپے خرچ کر کے حج کرتے ہیں وہ جنت میں جائیں گے؟ پبلک کہتی ہے نہیں۔ تو کہتے ہیں پتہ چلا کہ حجوں میں بھی کچھ نہیں ہے۔

ولایت علی علیہ السلام اعمال کی قبولیت کی شرط

میرے عزیزو، میرے بزرگو، میرے دوستو! مجھے اتنا بتاؤ جو علیؑ ولی کی ولایت کا قائل نہیں میں بھی کہتا ہوں اُس کا کوئی عمل قبول نہیں۔ اگر علیؑ کے محبوں کو کسی عمل کی ضرورت نہیں؟ :۔

ع یہی تھے دو حساب سویوں پاک ہو گئے

دُنیا میں یا علیؑ کے محب ہیں یا علیؑ کے دشمن ہیں۔ دشمنوں کا کوئی عمل قبول نہیں یہ سب مانتے ہیں میں بھی مانتا ہوں اور اگر محبوں کو کسی عمل کی ضرورت نہیں تو اللہ نے دین بنایا کیوں؟ پیغمبر اکرمؐ نے پہنچایا کیوں؟ حیدر کرارؑ نے جام شہادت پی کر پھیلایا کیوں؟ اور حسینؑ ابن علیؑ نے سب کچھ قربان کر کے دین بچایا کیوں؟۔ (نعرہ)

تو میرے دوستو، پانچ بج گئے ہیں میں کیا عرض کروں اتنا تو سوچو ولایت علیؑ ہمارے عمل قبول کرانے کی شرط ہے، عملوں سے چھٹی دلانے کی شرط نہیں ہے۔ ولایت علیؑ اور اولاد علیؑ کے بغیر لوگ تو کہتے ہیں نماز قبول نہیں ہوتی، روزہ قبول نہیں ہوتا، حج قبول نہیں ہوتا ہر چیز فضول ہے میں بڑھ کر کہتا ہوں اگر ولایت علیؑ کا دامن ہاتھ میں نہیں کوئی توحید کا کلمہ پڑھے وہ بھی قبول نہیں، پیغمبر اکرمؐ کی رسالت کا اقرار کرے وہ بھی منظور نہیں، قیامت کو برحق جانے وہ بھی

قبول نہیں۔ میں نماز روزے کی بات نہیں کرتا میں کہتا ہوں پورے دین اسلام "الف" سے لے کر "ے" تک پورے دین اسلام کی قبولیت کا دارومدار حیدر کرارؑ کی ولایت پر ہے۔ (نعرہ)

من لم یوال فی البریۃ حیدراً
سیّان عند اللہ صلی اور زنیٰ

میں نے اپنی "اصول الشریعہ" میں یہ شعر لکھا ہے ترجمہ وہاں بھی نہیں کیا اور یہاں بھی نہیں کرتا۔ کسی عربی دان سے اِس شعر کا ترجمہ کرا لینا آپ کو پتہ چل جائے گا میں ولایت مولا علیؑ کو کتنا اہم سمجھتا ہوں۔

بہرحال یاد رکھو ولایت آل محمدؑ یہ ہے کہ یہ ہمارے ائمہ طاہرین ہیں، علیؑ ہیں امام المتقین ہیں اور امیر المومنین ہیں۔

☆ اگر اس مذہب کو ماننا ہے تو تقوے والا لباس زیب بدن کرنا پڑے گا۔

☆ امام حسن مجتبیٰؑ اُن کا نام بھی حسنؑ ہے حُسنِ عمل کا دامن پکڑنا پڑے گا۔

☆ سید الشہداءؑ کے دین و مذہب پہ رہنا ہے تو شوق شہادت اپنے اندر پیدا کرنا پڑے گا۔

☆ زین العابدینؑ کو چوتھا لال ولایت ماننا ہے تو اللہ کی عبادت کے ساتھ کچھ شوق اور ذوق پیدا کرنا پڑے گا۔

☆ اقلیم امامت کے پانچویں تاجدار ہیں باقر علم الاولین والآخرین اگر اُن کو پانچواں امام ماننا ہے تو پھر علم سے آشنائی پیدا کرنی پڑے گی۔

☆ اگر صادق آل محمدؑ کو چھٹا لال ولایت ماننا ہے تو زبان کو صداقت سے آشنا بنانا پڑے گا۔

☆ اگر امام موسیٰ کاظمؑ کو ساتواں امام ماننا ہے تو پھر غصہ پر کنٹرول کرنا پڑے گا۔

☆ اور اگر امام علی ابن موسیٰؑ رضا کو آٹھواں لال ولایت ماننا ہے تو اللہ کے ہر فیصلہ پر آپ کو راضی رہنا پڑے گا۔

☆ اگر امام تقیؑ و نقیؑ کو نواں اور دسواں امام ماننا ہے تو پھر تقویٰ کے پانی سے وضو کر کے لباس تقویٰ زیب بدن کرنا پڑے گا۔

☆ اگر امام حسن عسکریؑ کو گیارھواں لال ولایت ماننا ہے تو اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنا پڑے گا۔

☆ اور اگر قائم آل محمدؑ کو امام زمانہ ماننا ہے تو پھر حق کی خاطر باطل سے کنارہ کشی کر کے حق کا دامن کو تھامنا پڑے گا۔ (نعرہ)

مصائب — کربلا والوں کی نماز

بس میرے دوستو! کربلا والوں کی نماز کو دیکھو۔ پیغمبر اکرمؐ نے بڑی نمازیں پڑھیں کبھی میدان جنگ میں پڑھیں، کبھی گھر میں پڑھیں، کبھی مکے میں پڑھیں، کبھی مدینے میں پڑھیں، کبھی عرش پر کبھی فرش پر۔ اور حیدر کرارؑ نے بھی بڑی نمازیں پڑھیں اور دُنیا جانتی ہے کہ ہزاروں رکعتیں پڑھیں۔ ابھی میں نے بھی عرض کیا تھا لیکن جو کربلا والوں نے کربلا کے میدان میں نماز پڑھی ہے اُس کی کائنات میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:۔

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

امام عالی مقامؑ روز عاشورہ جنازے بھی اٹھا رہے ہیں، جہاد بھی فرما رہے ہیں اور آسمان کی طرف نگاہ بھی اُٹھا کر دیکھتے جاتے ہیں۔ جناب کے ایک اصحابی ہیں جناب ابو ثمامہؓ صائدی اُس نے عرض کیا مولاؑ نماز کا وقت فضیلت داخل ہو گیا ہے، ہماری خواہش تھی کہ زندگی کی آخری نماز آپؑ کی اقتداء میں

پڑھ کے مرتے۔ امامؑ نے جب اُوپر نگاہ اُٹھائی فرمایا ہاں ابوثمامہؓ یہ نماز ظہر کا وقت فضیلت ہے۔ پھر امامؑ نے ایک دُعا دی: ۔

ذَکَرْتَ الصَّلٰوۃَ

اے ابوثمامہؓ تو نے مشکل وقت میں نماز کو یاد کیا میں حسینؑ ابن علیؑ دُعا کرتا ہوں: ۔

جَعَلَکَ اللّٰہُ مِنَ الْمُصَلِّیْن

کہ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن تیرا حشر نشر نمازیوں کے ساتھ فرمائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نمازی ہو کر محشور ہونا امامؑ کی نظر میں کتنا اہم تھا امامؑ نے یہ نہیں کہا تمہیں اولاد دے، جائیداد دے۔ فرمایا تو نے مشکل وقت میں نماز کو یاد کیا میں حسینؑ دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تیرا حشر نشر نمازیوں کے ساتھ کرے۔ اُس کے بعد امامؑ نے حبیب ابن مظاہرؓ اپنے جد امجد کے بوڑھے صحابی کو، اپنے پرانے ساتھی کو حکم دیا کہ قوم اشقیاء کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو اتنی دیر کے لیے جنگ روک لو، ہم اللہ کی نماز ادا کر لیں۔

مؤرخین نے جو جواب لکھا، اُن بے دینوں نے جو جواب دیا میں نے مجبوراً اپنی مقتل والی کتاب "سعادۃ الدارین" میں وہ نقل تو کیا ہے لیکن آپ کا دل میں دکھانا نہیں چاہتا، آپ کو اُن ظالموں بے دینوں کا جواب نہیں سناتا کہ انہوں نے کیا کہا۔ باوجود اس کے امامؑ نے ہمت نہیں ہاری اپنے مٹھی بھر اصحاب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا، آدھوں کو فرمایا کہ دشمنوں کے سامنے ڈٹ جاؤ اور آدھوں کو حکم دیا میرے پیچھے صف بستہ کھڑے ہو جاؤ اور دو آدمیوں کو حکم دیا تم میرے سامنے سینہ سپر ہو جاؤ۔ امامؑ نے نماز پڑھی ہے میں دعویٰ سے کہتا ہوں جس طرح کربلا والوں نے نماز پڑھی ہے آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک

کسی نبی کو بھی ایسی نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔ امامؑ نماز پڑھ رہے ہیں چند آدمی پیچھے کھڑے ہیں دو آگے کھڑے ہیں اور جو دو آگے کھڑے ہیں تیر آ رہے ہیں، نیزے برس رہے ہیں، پتھر شائیں شائیں کر کے آ رہے ہیں ابو ثمامہؓ کی خواہش ہے میرے سینے پہ لگے میرا امامؑ بھی بچ جائے، میرے امامؑ کے مقتدی بھی بچ جائیں، میرا ساتھی بھی بچ جائے۔

دوسرے صحابی کی خواہش ہے کہ میرا سینہ چھلنی چھلنی ہو جائے میرا ساتھی بھی بچ جائے، میرا امامؑ بھی بچ جائے، میرے امامؑ کے غلام بھی بچ جائیں۔ اُدھر امامؑ نے بطور نماز خوف دو رکعت پڑھ کے سلام پھیرا اُدھر ابو ثمامہؓ صائدی نے ایڑیاں رگڑتے ہوئے آخری سانس کی ہچکی لے کر اللہ کی بارگاہ میں چلے گئے۔ اتنا کہا: ۔مَوْلَا هَلْ وَفَيْتُ؟۔ فرزند رسول مجھے اتنا فرماؤ میں نے آپ کی وفا کا حق ادا کر دیا ہے؟۔ امامؑ نے فرمایا اثبات میں جواب دیا ہاں تو نے وفاداری کا حق ادا کر دیا ہے۔ اُس کے بعد ایک جملہ کہا مولاؑ قیامت والے دن اپنے بابا اور اپنے نانے کی بارگاہ میں مجھے بھلانا نہیں۔ امامؑ نے فرمایا عجیب جملہ ہے فرمایا:۔

فرمایا جب میں جنت میں جاؤں گا تو تو میرے آگے آگے ہو گا پہلے تو جنت میں جائے گا اُس کے بعد میں جاؤں گا۔ یہ وہ لجپال امامؑ ہیں جو دُنیا میں بیٹھ کر جنت کی ضمانت دے رہے ہیں۔ اگر چہ مصائب بڑا ہو گیا ہے لیکن دل چاہتا ہے دو اڑھائی جملے اور بھی عرض کر دوں۔ حضرت امام حسینؑ جب خیمے سے رخصت ہو رہے تھے تو جناب زینب عالیہؑ کو ایک وصیت کی تھی:۔

أُخْتِي زَيْنَبُ لَا تَنْسِينِي فِي نَافِلَةِ اللَّيْلِ

بہن زینبؑ جب تک زندہ رہو، نماز پڑھتی رہو، نماز تہجد میں مجھے دُعا میں

بھلانا نہیں۔ شیخ جعفر نقدی نجف اشرف کے عالم گزرے ہیں اُنہوں نے ایک کتاب لکھی ہے "زینب الکبریٰ" اُس میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدینؑ راوی ہیں فرماتے ہیں کربلا سے لے کر کوفہ، کوفہ سے لے کر شام، شام سے لے کر مدینے تک اگرچہ کئی گھنٹوں کے سفر ہوتے تھے میری پھوپھیاں بے کجاوا اونٹوں پر سوار ہوتی تھیں ظالم نماز کے لیے اُنٹوں کو روکتے بھی نہیں تھے، وضو کے لیے پانی بھی نہیں دیتے تھے لیکن میری پھوپھی اماں نے ان حالات میں گھر کر بھی نماز تہجد کبھی قضا نہیں کی تھی۔

یہ ہے خاندان نبوت کا کردار، یہ ہے حسینؑ ابن علیؑ کی سیرت اور اُن کی روش و رفتار اور یہ ہے اُن کی بہنوں کا، اُم المصائب زینب عالیہ کی روش و رفتار۔ خداوند عالم ہمارے مردوں کو آل محمدؑ کے مردوں کے نقش قدم پر اور ہماری مستورات کو مخدرات عصمت وطہارت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہماری دُنیا بھی سنور جائے اور ہماری آخرت بھی سدھر جائے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ۔ وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

چھٹی مجلس

حقیقت اسلام

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علی روس المومنین

حقیقت اسلام

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاٰهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ:۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ○

(سورہ آل عمران) (صلوات)

خالق کائنات کے اِس فرمان واجب الاحترام کا ترجمہ اور خلاصہ مطلب یہ ہے۔ارشاد فرماتا ہے اے ایمان کے دعویدارو! اللہ سے اُس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے اور اُس وقت تک موت کی آغوش میں مت سوؤ جب تک پہلے صحیح معنوں میں مسلمان نہ بن جاؤ اور پھر سب کے سب مل کر اللہ کے دین کو رسی سمجھ کر مضبوطی سے پکڑ لو اور کبھی دین کا دامن مت چھوڑو اور اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرو، یگانگت پیدا کرو، ایک و نیک بن کے رہو اور اپنی صفوں میں انتشار پیدا نہ کرو، خلفشار پیدا نہ کرو، تفرقہ بازی نہ کرو، فرقہ سازی نہ کرو۔ (صلوات)

سلسلہ کلام مسلمان بن کے جینے مرنے کے بارے میں جاری تھا۔اور

عرض کیا تھا کہ کوئی آدمی اگر ڈاکٹر بننا چاہے تو جب تک ڈاکٹری نہ پڑھے ڈاکٹر نہیں بن سکتا۔ کوئی وکیل بننا چاہے تو جب تک پہلے وکالت نہ سمجھے، نہ پڑھے اُس وقت تک وکیل نہیں بن سکتا۔

افضل کی اطاعت

تو بلا شبہ اسی طرح اگر کوئی مسلمان بن کے جینا مرنا چاہے تو جب تک پہلے اسلام کو نہ سمجھے، اسلام کو نہ پڑھے اُس وقت تک مسلمان بننے کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ اور اسلام کو سمجھنا ہے۔ کیونکہ ایک اسلام کے آج تہتر اسلام بن چکے ہیں تو اصلی اسلام، حقیقی اسلام کو سمجھنا ہے تو پھر نبیؐ اور آل نبیؐ کے دروازے پر جا کر دق الباب کرنا پڑے گا کیونکہ:۔

اَهْلُ الْبَيْتِ اَدْرَىٰ بِمَا فِي الْبَيْتِ

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی عقل مند، کوئی صاحب شعور انکار نہیں کرسکتا کہ گھر والے بہتر جانتے ہیں کہ گھر میں کیا ہے؟ باہر والے جتنے عالم و فاضل کیوں نہ ہوں وہ نہیں بتا سکتے کہ گھر میں ساز کتنا ہے، سامان کتنا ہے، کپڑے کتنے ہیں، زیور کتنے ہیں، کرسیاں کتنی ہیں، میز کتنے ہیں؟ لیکن گھر کا بچہ بھی بتا دیتا ہے۔ تو بچہ بڑے عالم سے بڑا عالم نہیں ہوتا لیکن بات یہ ہے کہ عالم ہے باہر کا اور بچہ ہے گھر کا تو:۔

اَهْلُ الْبَيْتِ اَدْرَىٰ بِمَا فِي الْبَيْتِ

گھر والے بہتر جانتے ہیں کہ گھر میں کیا ہے؟ تو میں کہتا ہوں اگر بفرض محال آل محمدؐ کو اور کوئی فضیلت نہ ہوتی سوائے اہلبیت نبوت ہونے کے تو عقل کا تقاضا یہ تھا کہ دین اُنہی سے لیا جائے، قرآن اُنہی سے سمجھا جائے، پیغمبر اکرمؐ کے تعلیمات اُنہی سے حاصل کیے جائیں۔ چہ جائیکہ وہ اہلبیتؑ ہونے کے

علاوہ علم کو دیکھا جائے تو سب سے بڑے عالم نظر آتے ہیں، عصمت کو دیکھا جائے تو عصمت کبریٰ کے تاجدار نظر آتے ہیں۔ اگر سرداری کو دیکھا جائے تو جنت کے جوانوں کے سردار نظر آتے ہیں اور وہ قسیم الجنت والنار نظر آتے ہیں۔ (نعرہ)

لہٰذا یہ بات طے شدہ ہے کہ جو بھی معیار فضیلت ہیں علم ہے، عمل ہے، ایمان ہے اور اُس کے علاوہ قوت و طاقت ہے۔ جتنے بھی فضیلت کے معیار ہیں اُن معیاروں پر آل محمدؑ کے سوا کوئی بھی پورا اُترتا ہوا نظر نہیں آتا۔ لہٰذا قرآن کا بھی یہی فرمان ہے، پیغمبر آخرالزمانؐ کا بھی یہی حکم ہے کہ افضل کی طرف رجوع کیا جائے مفضول کا دامن چھوڑ دیا جائے۔ (نعرہ)

لہٰذا بحمداللہ ہم اللہ کی لاکھ لاکھ حمد و ثناء کرتے ہیں کہ جس نے ہمیں مسلمان ماں باپ کے گھر میں پیدا کیا اور ہمارا نام مسلمان رکھا۔ ہم اللہ کو واحد لاشریک مانتے ہیں، اللہ کو عادل مانتے ہیں اور سارے نبیوں کو عموماً اور حسنینؑ کے نانے کو سیدالانبیاء والمرسلین اور خاتم الانبیاء والمرسلین جانتے ہیں۔ اور جہاں سے تہتر فرقے بن گئے دُنیا جانتی ہے پندرہ سو سال کی تاریخ گواہ ہے ہم نے آلِ محمدؐ کا دامن نہ چھوڑا ہے نہ قیامت تک چھوڑنے کا ارادہ ہے۔

لہٰذا ہم آلِ محمدؐ کو اپنا آقائے نامدار اور اپنے آپ کو اُن کا ادنیٰ غلام جانتے ہیں۔ قیامت کو برحق مانتے ہیں، جتنے اصول اسلام ہیں سب کو واجب الاعتقاد جانتے ہیں اور جہاں تک شریعت اور احکام کا تعلق ہے واجبات پر عمل کرتے ہیں، محرمات سے دامن کو بچاتے ہیں۔ اگر ان چیزوں کے باوجود ہم جنت میں نہیں جا سکتے تو مجھے معاف رکھنا تلخ نوائی میں پھر ماننا پڑے گا یا جنت کا وجود نہیں ہے یا جنت میں جانے کا کوئی رستہ نہیں ہے۔ (صلوات)

سلسلہ کلام میں نے بڑے اختصار کے ساتھ کل نبوت کا تذکرہ بھی کر دیا، خلافت وامامت کا بیان بھی مختصر لفظوں میں کر دیا۔

قیامت

آگے بڑھنے سے پہلے آج میں چاہوں گا کہ کچھ بات قیامت کے بارے میں ہو جائے کہ:۔

- قیامت کیسی ہوگی؟
- قیامت میں کیا ہوگا؟
- قیامت کے شدائد کیا ہیں؟
- قیامت کے مصائب کیا ہیں؟
- قیامت کے حقائق کیا ہیں؟

انسان کامل

آگے بڑھنے سے پہلے ایک بات میں عرض کرتا جاؤں جو کل چھوٹ گئی تھی اور وہ یہ ہے کہ نبی ہو یا امام، آدمؑ سے لے کر خاتمؑ تک چلے آؤ ہر عالم نے ، ہر مذہب و مسلک کے علماء نے یہی لکھا ہے کہ نبی کیا ہوتا ہے؟ وہ فرشتہ نہیں ہوتا، وہ جن نہیں ہوتا، وہ انسان کامل ہوتا ہے۔ اور اُس کا کمال اس حد تک پہنچا ہوا ہوتا ہے کہ خالق اکبر سے ہم کلام ہوتا ہے۔

لہٰذا ہر دور میں قرآن گواہ ہے کہ لوگوں نے نبیوں کی نبوت کا انکار اس لیے کیا کہ اللہ نے انسان کو نبی بنا کر کیوں بھیجا؟ آسمان کے کسی فرشتے کو نبی بنا کے کیوں نہیں بھیجا؟

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا

(سورہ الاسرا آیت ۹۴)

اللہ فرماتا ہے کہ ہر دور میں، میں نے کافروں کو ایمان لانے سے نہیں روکا مگر اس بات میں کہ وہ کہتے تھے کہ:۔

اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (سورہ الاسرا آیت ۹۴)

اللہ نے انسان کو رسول بنا کر کیوں بھیجا؟ اللہ نے کوئی آسمان سے فرشتہ کیوں نہیں بھیجا؟ تو اللہ جواب میں کہتا ہے اے میرا حبیبؐ ان سے کہہ دو:۔

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ (سورہ الاسرا آیت ۹۵)

اگر زمین میں رہتے ہوتے فرشتے اور ہم نے فرشتوں کی طرف نبی بنا کر بھیجنا ہوتا تو:۔

لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ (سورہ الاسرا)

یقیناً آسمان سے کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیجتے۔ لیکن جب بھیجنا انسانوں کی طرف تھا تو عقل و نقل کا تقاضا تھا کہ انسانوں کی رہنمائی کے لیے انسان کو نبی بنا کر بھیجا جائے۔ تو احمقوں نے یہ مسئلہ بنا دیا کہ نبی و امام بشر ہوتے ہیں یا نور ہوتے ہیں۔ درحقیقت وہ نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں۔ جسمانی طور پر وہ انسان ہیں کیونکہ انسانوں کی طرح وہ کھاتے بھی ہیں، پیتے بھی ہیں، سوتے بھی ہیں، جاگتے بھی ہیں یہ انسانی خواص ہیں۔ لیکن روحانی طور پہ دیکھا جائے تو اُن کی روح جو ہے وہ نورِ مقدس سے بنی ہوئی ہے وہ اِنْسَانٌ نُوْرَانِيٌّ وہ ایسے انسان ہیں جن کو نور کہا گیا اور ایسے نور ہیں جن کو بشر اور انسان بھی کہا گیا۔ لہٰذا جب بشری جنبہ پر نظر کی جائے تو:

عَلِيٌّ خَيْرُ الْبَشَرِ مَنْ اَبٰى فَقَدْ كَفَرَ

پیغمبرؐ فرماتے ہیں علیؑ سارے انسانوں کے سید و سردار ہیں، جو اُن کو سردار نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ اور نورانی جنبہ کے طور پر دیکھا جائے تو وہ جبرائیلؑ کے

بھی استاد نظر آتے ہیں۔ لہٰذا جذبہ انسانی پہ نظر ڈالو تو سارے کائنات کے انسانوں کے آقائے نامدار نظر آتے ہیں اور جب نورانی پہلو پہ نظر ڈالی جائے تو سارے نورانیوں کے آقائے نامدار اور سردار نظر آتے ہیں۔ لہٰذا نُور اور بشر میں کوئی تضاد نہیں۔ نُور کی ضد ہے ظلمت اور بشر کی ضد ہے جن۔ بشر کہتے ہیں جس کا چہرہ، جس کا جسم نظر آئے اور جن کہتے ہیں جو نظر نہ آئے۔ نُور کہتے ہیں روشنی کو، ظلمت کہتے ہیں اندھیرے کو۔ اگر بحث کرنی تھی تو یوں کرتے کہ نُور ہیں یا ظلمت، بشر ہیں یا جن۔

لہٰذا نُور اور بشر میں کوئی تضاد نہیں، یہ نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں۔ جسمانی طور پر انسان ہیں روحانی طور پر نُور ہیں۔ لہٰذا دونوں چیزیں ان میں اکٹھی ہیں۔ لہٰذا اُن جیسا کوئی نہیں۔ ساری کائنات کی مخلوق میں سے افضل ہے انسان اور سارے انسانوں سے افضل ہیں انبیاء اور مُرسلین اور سارے نبیوں کے سید و سردار پیغمبر اسلامؐ نظر آتے ہیں اور اُن کے بعد کائنات کے آقائے نامدار علیؑ و اولادِ علیؑ نظر آتے ہیں۔ (صلوات)

عقیدہ قیامت

میرے دوستو! آخری عقیدہ جس کے رکھنے سے آدمی مسلمان بنتا ہے وہ یہ ہے کہ قیامت برحق ہے۔ حکومتیں قانون بناتی ہیں اور قانون کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو اچھے کام کرے، قانون کی پابندی کرے اُن کو جزا دی جاتی ہے جو قانون کو توڑے اُس کو سزا دی جاتی ہے۔ دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ نہ یہاں جزا ہے نہ کوئی سزا ہے۔ ظالم دندنا رہے ہیں مظلوم رو رہے ہیں، چیخ رہے ہیں چلا رہے ہیں۔ قاتل دندنا رہے ہیں مقتول کے وارث رو رہے ہیں۔ جائیدادوں پر ناجائز قبضہ کرنے والے دندنا رہے ہیں اور جن کی جائیدادوں پر قبضہ کیا گیا

وہ در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں ۔ ظالم عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہیں اور مظلوم آنسو بہا رہے ہیں ۔ عدالتوں میں جاتے ہیں تو کوئی شنوائی نہیں ہوتی، کسی اور بڑے آدمی کے پاس جاتے ہیں تو کوئی اُن کی رسائی نہیں ہوتی ۔

لہٰذا جب دُنیا کی عدالتوں نے مظلوموں کو انصاف مہیا نہیں کیا، اگر خالق اکبر بھی مظلوموں کی دادرسی نہ کرے اور ظالموں کو نہ پکڑے تو اللہ کو عادل کون کہے گا؟

آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک اللہ نے ہر دین بنایا اور نبیوں نے دین پہنچایا ۔ کچھ لوگوں نے اطاعت کی کچھ لوگوں نے نافرمانی کی کوئی مسلمان، کوئی کافر، کوئی مومن، کوئی بے ایمان، کوئی بدکار اور کوئی نیکوکار ۔

دُنیا ہے دارالعمل، یہ عمل کی جگہ ہے جہاں نیک لوگ نیکیاں کر رہے ہیں اور بدمعاش بدمعاشیاں کر رہے ہیں ۔ دُنیا دارُالجزاء نہیں ہے کہ نیکوں کو جہاں جزا دی جائے، بدمعاشوں کو سزا دی جائے ۔ عقل کا تقاضا ہے کہ کوئی ایسا دن ہونا چاہیے کہ آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک، ابتدائے آفرینش کائنات سے لے کر اُس کی انتہا تک نیکوکاروں، اطاعت گزاروں کو جزاء دی جائے اور وہ بھی جنت کی شکل میں ۔ بدکاروں، مشرکوں، منافقوں، بدمعاشوں کو سزا دی جائے اور وہ بھی جہنم کی شکل میں ۔ اُسی دن کا نام اسلام میں قیامت کا دن ہے: ۔

جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ (سورہ المرسلات)

وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ (سورہ کہف)

اس طرح میں دُنیا کو محشور کروں گا کہ ابتدائے آفرینش کائنات سے لے کر قیام قیامت تک جتنے آدمی دُنیا آئے ہوں گے سب کو اکٹھا کیا جائے گا، ایک بندہ بھی باقی نہیں چھوڑا جائے گا ۔

قیام قیامت

اب قیامت کیسے قائم ہوگی جو کچھ احادیث آلِ محمدؐ میں وارد ہے اُس کا لبِ لباب یہ ہے یہ ایک صُور (ایک آلہ ہے) وہ لے کر اسرافیلؑ زمین پر آئیں گے بیت المقدس کے چھت پہ کھڑے ہوکر (اُس کے دو دہانے ہیں ایک اُس کا دہانہ ہوگا آسمان کی طرف اور دوسرا ہوگا زمین کی طرف)۔ جب زمین والے صُور کی آواز بلند ہوگی تو اہل زمین ہلاک ہو جائیں گے، موت کی نیند سو جائیں گے اور جب اُس سرے کی آواز بلند ہوگی جس کا آسمان کی طرف رُخ ہوگا تو سارے اہل آسمان کی موت واقع ہوگی۔ جب تمام اہل زمین و آسمان موت کی نیند سو جائیں گے تو خالق اکبر فرمائے گا جیسا کہ مولا امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ میں فرمایا ہے:۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْم

اے میرے مقابلے میں خدائی کے دعوے کرنے والو! میرے بنائے ہوئے نبیوں کا انکار کر کے اپنی دکانیں نبوت کھولنے والو! میرے بنائے ہوئے اماموں کے مقابلے میں امامت پر قبضہ کر کے امامت کی دکانیں چمکانے والو! اے میرے سامنے اکڑ اکڑ کے چلنے والو اور میری چوکھٹ پر جبین نیاز نہ جھکانے والو! ذرا بتاؤ آج کس کی بادشاہت ہے؟ (نعرہ)

- آج بتاؤ کس کی حکومت ہے؟
- آج بتاؤ کس کی سلطنت ہے؟
- آج بتاؤ کسی کی تمکنت ہے؟
- آج بتاؤ کس قادر مطلق کی قدرت کارفرما ہے؟

مولائے متقیان، لنگر زمین و آسمان نہج البلاغہ کے خطبہ قاصعہ میں فرماتے

ہیں جب یہ ہاتف غیبی کی آواز بلند ہوگی تو سارے زمین والے اور سارے آسمان والے موت کی نیند سو چکے ہوں گے کوئی ایک بھی جواب دینے والا جب نہیں ہوگا تو تھوڑے وقفے کے بعد پھر آواز قدرت بلند ہوگی:۔

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

آج اُس جبار اور قہار خالق اکبر کی حکومت ہے جو ہر چیز پر غالب ہے پر اُس پر کوئی غالب نہیں ہے۔

زلزلہ قیامت

اُدھر صُور پھونکا جائے گا اِدھر زمین میں زلزلہ آئے گا۔ خالق اکبر قرآن میں خبر دیتا ہے:۔

اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① (سورہ الحج)

قیامت کا زلزلہ بہت بڑا زبردست ہوگا۔ یا اللہ کتنا زبردست؟ فرمایا:۔

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ (سورہ الحج آیت ۲)

ہر شفیق ماں اپنے دودھ پینے والے بچوں سے غافل ہو جائے گی:۔

وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى (سورہ الحج آیت ۲)

اور ہر حاملہ عورت کا حمل گر جائے گا اور لوگ دہشت کی وجہ سے اِس طرح ہراساں اور پریشان گھومتے پھرتے ہوئے نظر آئیں گے جس طرح کوئی شرابی، کبابی، ربابی زیادہ نشہ پی جائے، زیادہ شراب پی جائے وہ مخمور اور مدہوش ہو کر اِدھر اُدھر پھرتا ہے اُس کو ہوش نہیں ہوتا۔ انہوں نے نشہ آور چیز کوئی نہیں کھائی ہوگی، کوئی شراب نہیں پی ہوگی:۔

وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ② (سورہ الحج)

لیکن اللہ کا زلزلہ، اللہ کا عذاب اتنا سخت ہوگا کہ لوگ اپنے حواس کھو بیٹھیں گے۔ یہ ہے قیامت کا مختصر منظر۔

میدان حشر

لہٰذا جب سارے دُنیا والے مرجائیں گے نہ زمین پہ کوئی رہے گا نہ کوئی آسمان پہ، حتٰی کہ ملک الموت بھی مرجائے گا، اسرافیلؑ بھی موت کی نیند سو جائے گا۔ اب خالق اکبر دوبارہ پوری کائنات کو زندہ کر کے میدان حشر میں لائے گا۔ تفصیلات میں آدمی نہیں جا سکتا کہ آیا وہ کس ملک میں قیامت قائم ہوگی پاکستان میں ہوگی یا ایران میں ہوگی یا انگلستان میں ہوگی؟ اللہ فرماتا ہے:۔

یَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَیۡرَ الۡاَرۡضِ (سورہ ابراہیم)

زمین بدل جائے گی، یہ زمین کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ نہ کوئی پہاڑ رہے گا، نہ کوئی پرندر ہے گا، نہ کوئی چرند رہے گا، نہ کوئی دریا رہے گا، نہ کوئی سمندر رہے گا۔ آسمان کا شامیانہ ٹوٹ کے فرش زمین پہ گر جائے گا، آفتاب و مہتاب کی قندیلیں بے نُور ہو جائیں گی، ستاروں کے جال ٹوٹ کے فرش زمین پر گر جائیں گے، یہ زمین پانی کے اندر دھنس جائے گی۔

اللہ فرماتا ہے اِس زمین کی جگہ ایک اور زمین لائی جائے گی اُس پر قیامت قائم ہوگی۔ اور جب لوگ آئیں گے(کچھ لوگ کہتے ہیں جسم آئیں گے روح نہیں آئیں گی، کچھ لوگ کہتے ہیں روحیں آئیں گی جسم نہیں آئیں گے) صحیح عقیدہ اسلامی یہ ہے کہ جس جسم ورُوح کے ساتھ کوئی بندہ دُنیا میں رہتا تھا اُسی شکل میں، اُسی صورت میں، اُسی جسم و جان کے ساتھ میدان حشر میں آئے گا۔

حتٰی کہ لوگ دیکھنے والے پہچان لیں گے یہ فلاں ابن فلاں ہے، وہ فلاں

ابن فلاں ہے۔ اس لیے کہ اگر دُنیا میں لوگوں نے نیکیاں کی ہوں گا تو بھی اسی جسم و روح کے ساتھ، اگر بدیاں کی ہوں گی تو بھی اسی جسم و روح کے ساتھ۔ خالق اکبر قیامت کے حساب و کتاب کے بعد جب جزا دے گا تو اسی جسم اور روح کے ساتھ سزا بھی دے گا تو اسی جسم و رُوح کے ساتھ۔ (نعرہ)

کفار کا اعتراض

کافروں کو اسی بات پر اعتراض تھا، سارا قرآن بھرا پڑا ہے کوئی کہتا تھا کہ معاذ اللہ نبی مجنون ہیں یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے، خاک میں مل کر خاک ہو جائیں گے، مٹی میں مِل کر مٹی ہو جائیں گے، ہمارے اعضاء بکھر جائیں گے، ہماری شکل وصورت بدل جائے گی تو پھر کس طرح ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ تو خالق اکبر نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ میں علیم بھی ہوں اور میں قدیر بھی ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ کس آدمی کا جز کہاں ہے؟، کس آدمی کا ذرہ کہاں ہے؟۔

لہٰذا میں عالم بھی ہوں اور قدرت کاملہ بھی رکھتا ہوں۔ جس کا جز جہاں ہو گا کوئی مشرق میں ہوگا یا کوئی مغرب میں ہوگا فرماتا ہے میں سب اعضاء کو اکٹھے کر کے اپنی قدرت کاملہ سے اُس میں روح ڈال کر پھر میدان حشر میں لاؤں گا۔

ایک واقعہ ملتا ہے تاریخ میں ہے اور تفسیر میں ہے کہ ایک عرب، منکر اسلام ایک قبرستان سے گزر رہا تھا اُس کو ایک بوسیدہ ہڈی وہاں سے مل گئی جو قبر سے باہر پڑی تھی۔ اُس نے وہ بوسیدہ ہڈی اٹھالی، جیب میں ڈال لی، پیغمبر اکرمؐ کے سامنے آ کے کھڑا ہو گیا اُس نے ہڈی ہتھیلی پہ رکھی دوسری ہتھیلی سے رگڑا دیا وہ آٹے کی طرح بن گئی، اُس نے پھونک ماری وہ ذرّے ہوا میں بکھر

گئے۔ اُس نے کہا تم کہتے ہو قیامت آئے گی اِس ہڈی کو دوبارہ کون زندہ کرے گا؟ جس کے ذرے کائنات میں بکھر گئے ہیں۔ قرآن جواب دیتا ہے:۔

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ (سورہ یٰس)

میرا حبیبؐ اس کافر سے کہہ دے اِس کو دوبارہ وہی زندہ کرے گا جس نے اِس کو ہڈی پہلے بنایا تھا۔ (نعرہ)

تیرا یہ کہنا کہ ذرے بکھر گئے ان کو کون اکٹھا کرے گا؟ کون جانے گا کہ کون سا ذرہ کہاں ہے کون سا ذرہ کہاں ہے؟

وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾

اللہ اتنا عالم ہے، کائنات کا کوئی ذرہ اُس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے اور قادر اتنا ہے کہ جب چاہے اُن ذرّات کو اکٹھا کر سکتا ہے۔ لہٰذا اعتراض کیا ہوا؟ اگر کوئی اور ہوتا تو اعتراض بجا ہوتا۔ جب پیدا کرنے والا میں، موت دینے والا میں، لاکھوں سالوں کے مُردوں کو حیاتِ نو عطا کرنے والا میں، جو عاجز ہوتا ہے وہ خدا نہیں ہوتا، خدا تو وہی ہوتا ہے جو قادر مطلق ہوتا ہے۔

؎ قریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گا کُشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

قیامت کا دن

میدان حشر قائم ہے ساری دُنیا اکٹھی ہے۔ اب وہاں کیا ہوگا؟ یہ دن جو ہے عام طور پر اسے قیامت کا دن کہا جاتا ہے لوگ سمجھتے ہوں گے ہماری طرح چودہ پندرہ گھنٹے کا دن ہوگا یا چوبیس گھنٹے کا ہوگا۔ اللہ قرآن میں فرماتا ہے پچاس ہزار سال دُنیا کے اگر اکٹھے کیے جائیں تو قیامت کبریٰ کا ایک دن بنتا ہے۔ اب میرے دوستو، عزیزو، بزرگو! آگے بڑھنے سے پہلے میں چاہتا ہوں

کہ دو چار باتوں کی وضاحت ہو جائے۔

جب پچاس ہزار سال کے برابر دن ہوگا، اُس دن میں کھانے پینے کا کیا انتظام ہوگا؟ اُس دن جب قیامت کی گرمی ہوگی لوگ پسینے میں ڈوبے ہوں گے تو:۔

☆ گرمی کی شدت اور حدت سے بچنے کا کیا انتظام ہوگا؟

☆ سوال و جواب کیا ہوں گے؟

☆ سوال کیا ہوں گے اور اُن کا جواب کیا ہوگا؟

تو میں بڑے اختصار کے ساتھ وہ چند حقائق عرض کروں گا جن پر تہتر فرقوں کی روائتیں موجود ہیں۔ معصومؑ فرماتے ہیں کہ پورے میدان محشر میں پانی کا کوئی انتظام نہیں ہوگا، کوئی کھانے کا انتظام نہیں ہوگا سوائے حوض کوثر کے۔

حوض کوثر

ایک حوض کوثر ہے جس میں اتنا پانی ہوگا کہ ساری کائنات پینا چاہے گی تو پانی ختم نہیں ہوگا۔ قادر مطلق نے اپنی قدرت کاملہ سے وہ پیدا کیا ہوگا اور وہ پانی کیسا ہوگا؟ اُس کی چند صفتیں ہیں۔ معصومؑ فرماتے ہیں:۔

☆ شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔

☆ گھی سے زیادہ نرم ہوگا۔

☆ برف سے زیادہ ٹھنڈا ہوگا جو ایک پیالہ پی لے گا اُس کو کبھی نہ پیاس لگے گی نہ کبھی بھوک لگے گی۔

☆ یا رسول اللہ اُس کے پینے کا انتظام کیا ہوگا؟

☆ پلانے والا کون ہوگا؟

فرمایا وہ حوض کوثر اتنا بڑا وسیع ہے اُس کے کنارے پر اتنے پینے کے

پیالے رکھے ہوں گے جتنے آسمان کے ستارے ہیں۔ یا رسولؐ اللہ بھر بھر کے پلانے والا کون ہوگا؟ فرمایا وہی میرا بھائی علیؑ ہوگا، جس کا لقب ہے ساقی حوض کوثر۔
(نعرہ)

مرزا غالب کہتے ہیں

واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو
کیا بات ہے تمہاری شراب طہور کی
کل کے لئے کر آج نہ خست شراب میں
یہ سوئے ظن ہے ساقیٔ کوثر کے باب میں

لہٰذا ساقی حوض کوثر، پیالے بھر بھر کے پلانے والے، اپنے محبوں کو اور اہل ایمان کو پلانے والے حیدر کرارؑ ہوں گے۔

لوائے حمد

پھر فرمایا پورے میدان حشر میں سوائے لوائے حمد کے (لوائے حمد وہ جھنڈا ہے جس کا ایک پھریرا مشرق تک پہنچا ہوگا دوسرا مغرب تک تیسرا جنوب تک چوتھا شمال تک) فرمایا جو اُس کے سائے کے نیچے آجائے گا وہ قیامت کی تپش سے بچ جائے گا۔ جو اُس کے نیچے نہیں آئے گا وہ قیامت کی گرمی سے مرتا رہے گا۔ یا رسولؐ اللہ یہ تو پتہ چل گیا کہ وہ لوائے حمد کا جھنڈا پیدا اللہ نے کیا، ملکیت تیری بنایا ہے۔ آپ یہ فرمائیں کہ اُس کو اُٹھانے والا کون ہوگا؟ قیامت کے دن علم بردار کون ہوگا؟ فرمایا جس کا لب لباب یہ ہے کہ تمام اسلامی غزوات کو پڑھو، اُن کا مطالعہ کرو جو جنگ بدر سے لے کر جنگ حنین تک ہر جنگ میں میرا علم بردار ہوتا تھا وہی حیدر کرارؑ علم بردار نظر آئے گا۔
(نعرہ)

سوال و جواب

اب رہ گئی یہ بات کہ وہاں سوال و جواب کیا ہوگا؟ تو اُس کے بارے میں یہ ہے کہ چار سوال تو ایسے ہیں کہ قبر سے اُٹھتے ہی پوچھے جائیں گے۔ معصومؑ فرماتے ہیں وہ چار سوال یہ ہوں گے:۔

☆ پہلا سوال یہ ہوگا زندگی کے بارے میں اللہ فرمائے گا میں نے تجھے زندگی جیسی نعمت عظمیٰ دی تھی تو نے زندگی کن باتوں میں گزاری تھی؟

☆ پھر تجھے جوانی دی تھی جوانی مستانی تو نے کن باتوں میں گزاری تھی؟

☆ پھر تو نے دولت کمائی کہاں سے تھی اور خرچ کہاں کی تھی؟

جب تک چار سوالوں کے بندے جواب نہیں دیں گے قدم اُٹھانے کی مہلت نہیں دی جائے گی۔

نامہ اعمال

اُس کے بعد جب پورا حساب و کتاب شروع ہوگا تو پھر پوری زندگی کے بارے میں اللہ فرماتا ہے میں یوں کروں گا (یہ کراماً کاتبین جو ہمارا نامۂ اعمال لکھ رہے ہیں) یہ کتاب ہر بندے کے ہاتھ میں تھما دی جائے گا اور اللہ فرماتا ہے کہ کہا جائے گا آن پڑھ بھی پڑھیں گے تو اُن کو پڑھنے کی طاقت مل جائے گی وہ بھی پڑھ لے گا:۔

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ (سورہ الاسراء)

اے انسان اپنے نامۂ اعمال کو پڑھتا جا اور اپنا محاسبہ خود کرتا جا کہ جو تو کردار پیش کر کے دُنیا میں آرہا ہے تو اُس کردار کی بنا پر جنت کا حقدار ہے یا جہنم کا سزاوار ہے؟۔ لہٰذا ہر بندہ جب اپنا نامہ اعمال دیکھے گا تو تعجب کے ساتھ کہے گا:۔

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا
(سورہ الکہف)

اِس نامہ اعمال کو کیا ہو گیا ہے؟ اس نے تو میری زندگی کا کوئی چھوٹا بڑا نہ عمل چھوڑا، نہ کرتوت چھوڑا سب اِس میں درج کر دیا۔ بندے حیران ہوں گے۔ اب دو قسم کے لوگ ہوں گے کچھ اقرار کریں گے کہ یا اللہ یہ کوتاہیاں ہم نے کی ہیں معاف فرما لیکن وہاں معافی نہیں ملے گی۔

بعض لوگوں کی ہٹ دھرمی

اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اللہ کے فرشتوں کی لکھی ہوئی تحریر کو بھی جھٹلا دیں گے۔ مرزا غالب نے کہا تھا:۔

ے پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

یا اللہ تیرے فرشتوں نے تیرے حق میں رپٹ درج کر دی تو۔نے ہمیں دھر لیا۔

ع آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

اگر کوئی آدمی ہمارا گواہ ہے تو وہ پیش فرما۔ ہم نہیں مانتے، ہم نہیں جانتے، جو تیرے فرشتوں نے رپٹ غلط مرتب کی ہے۔ جب بندے یہاں تک ڈھیٹ بن جائیں گے جن کو دُنیا کی عدالتوں میں بھی یہی پٹی پڑھائی جاتی ہے وکیل کہتے ہیں عدالت میں اقرار نہیں کرنا، مار مار کے تھانے دار تیرا حلیہ بگاڑ دیں کبھی جُرم کا اقرار نہ کرنا، وہ وہاں بھی انکار کر دیں گے۔ وہ سمجھیں گے کہ انکار کرنے سے چھوٹ جائیں گے۔ پر اللہ فرماتا ہے میں کوئی بندہ گواہ پیش نہیں کروں گا۔ جب فرشتوں کی گواہی انہوں نے نہیں مانی تو پھر انسانوں کی کیا

مانیں گے؟۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ (سورہ یٰس)

اللہ فرماتا ہے میں اُن کے منہ پر مہریں لگا دوں گا، زبانیں بند کر دوں گا اور اُن کے ہاتھ اور پاؤں بول بول کر گواہی دیں گے۔ یا اللہ یہ جھوٹ بک رہے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ کرتوت انہوں نے کیے تھے اور ہمارے ذریعے کیے تھے۔ جب ہمارے اپنے ہاتھ، ہمارے اپنے پاؤں، ہمارے اپنے کان، ہماری اپنی آنکھیں ہمارے خلاف شہادت دینے لگ جائیں گے تو پھر آپ ہی فرمائیں کہ بچاؤ کا پھر کیا انتظام ہوگا؟ کسی شاعر نے کہا تھا کہ:۔

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

جب اپنے پرائے بن جائیں گے تو پھر آپ ہی بتائیں گلوخلاصی کرانے کا کیا انتظام ہوگا؟

امام شافعی کا اقرار

امام شافعی کہتے ہیں وہ احمق ہوں گے جو انکار کریں گے اللہ تو منوا لے گا۔ ہاتھ پاؤں کو بلوا کر گواہی دلوا دے گا:۔

کہتے ہیں جب جہنم کے شعلے اُچک رہے ہوں گے، لپک رہے ہوں گے، لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لیے بے چین نظر آئیں گے اللہ کا قہر غضب جوش میں ہوگا۔ جب میرے سامنے نامہ اعمال آئے گا میں دو کام کروں گا۔

☆ پہلا یہ کہ میں اپنے گناہوں کا اقرار کرلوں گا۔ یا اللہ غلطی ہوگئی ہے معافی دینا تیرا کام، غلطی کرنا میرا کام۔

☆ اور دوسرا یہ کہوں گا یا اللہ میں جیسا بھی ہوں، گناہ گار بھی ہوں، خطا کار بھی ہوں جیسا کچھ بھی ہوں کم از کم نام لیوا تو محمدؐ و آل محمدؐ کا ہوں۔ کہتا ہے مجھے اُمید ہے کہ جب میں گناہوں کا اقرار کرلوں گا اور آل محمدؐ کا دامن ولایت کو تھامنے کا اعلان کروں گا تو خالق اکبر کی رحمت واسعہ مجھے اپنے دامن میں لپیٹ لے گی۔ (صلوات)

اللہ کی دلیل ساری دلیلوں پر غالب ہے

احادیث اہلبیتؑ میں بڑی تفصیلات موجود ہیں کہ خدا کیسے سوال کرے گا؟ کیسے جواب لے گا؟ کیا اُن پر تنقید ہوگی؟ قرآن کی ایک آیت پڑھتا ہوں اور اُس کے بارے ایک روایت کا ترجمہ عرض کروں گا۔ معصومؑ فرماتے ہیں کہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے:۔

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ

میرا حبیبؐ اعلان کردو کہ اللہ کی دلیل ساری دلیلوں پر غالب ہے۔ اللہ سے کوئی بات چیت میں مقابلہ نہیں کرسکتا، اُدھر کوئی مناظرہ پیش کر کے اللہ کے سامنے سچا نہیں بن سکتا۔ معصومؑ سے پوچھا گیا مولاؑ اس کی وضاحت فرمائیں۔ فرمایا وضاحت اس کی یہ ہے کہ بروز قیامت خالق ایک حسین و جمیل آدمی کو پیش کرے گا اور فرمائے گا میں نے تمہیں حُسن دیا تھا، تجھے جمال باکمال دیا تھا تو تُو نے میری نعمت کا یہی شکریہ ادا کیا تھا کہ تو نے زنا کاریاں کیں، تو نے بدکاریاں کیں۔ وہ جواب میں کہے گا (اب اللہ کا سوال اور اُس کا جواب سنو) یا اللہ تو نہ مجھے حُسن و جمال دیتا نہ میں گناہ کرتا۔ میں کیا کرتا عورتیں مکھیوں کی طرح مجھ پر گرتی تھیں۔

لہٰذا میں نے اپنے اختیار سے گناہ نہیں کیا بلکہ مجھے حالات نے مجبور کردیا

تھا۔ خالق کائنات حضرت یوسفؑ کو میدان حشر میں لائے گا۔ اے اپنے حُسن و جمال پر ناز کرنے والے، بتا میرا یوسفؑ زیادہ حَسین ہے یا تو زیادہ حسین تھا۔ جب وہ اپنے آپ کو بھی دیکھے گا اور حضرت یوسفؑ کے جمال و باکمال کو بھی دیکھے گا تو فوراً کہے گا یا اللہ میرا حُسن تو اُن کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ فرمائے گا اگر یوسفؑ اپنے دامن کو بچا سکتا تھا تمام زنان مصر زلیخا سمیت ایڑی چوٹی کا زور لگا لگا کے تھک گئیں لیکن یوسفؑ کا دامن عصمت داغدار نہ ہو سکا۔ اگر تو بھی کوشش کرتا اور اُن کے نقش قدم پر چل کر زنا کاری سے دامن کو نہیں بچا سکتا تھا؟ وہ لاجواب ہو جائے گا، حکم ہو گا پکڑ کر جہنم میں جھونک دو۔

پھر ایک عورت کو لایا جائے گا جو بڑی حسینہ جمیلہ ہو گی اور حسن و جمال کی مالک ہو گی۔ اللہ فرمائے گا میں نے تجھے حُسن دیا تھا تو نے میری نعمت کا یہی شکریہ ادا کیا کہ تو نے دُنیا میں بدکاریاں کیں۔ عورت بھی یہی کہے گی یا اللہ نہ تو مجھے حُسن و جمال دیتا نہ گناہ کا ارتکاب کرتی۔ لہٰذا وہ بھی اللہ کے ذمہ میں ڈال رہی ہے کہ تو نے مجھے حُسن دے کر، جمال دے کر گناہ کی میرے لیے دلدل کھول دی۔

اُسی وقت خالق اکبر جناب مریمؑ کو لائے گا اے اپنے حُسن و جمال پر فخر کرنے والی عورت بتا! میری مریمؑ زیادہ حسینہ تھی یا تو۔ جب وہ جناب مریمؑ کے جمالِ باکمال پر نظر ڈالے گی تو اقرار کرے گی یا اللہ میرا حُسن تو اُن کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ خالق فرمائے گا اگر مریمؑ اپنے دامن کی حفاظت کر سکتی تھی تو اگر کوشش کرتی اُن کے نقش قدم پر چلتی تو کیا تو اپنے دامن کو نہیں بچا سکتی تھی؟ پھر وہ خاموش ہو جائے گی، حکم ہو گا اسے پکڑ کر جہنم کے حوالے کر دو۔

پھر ایک مالدار کو لایا جائے گا، سرمایہ دار کو، زمیندار کو، لینڈ لارڈ کو، بڑے

افسرِ اعلیٰ کو۔ اللہ فرمائے گا میں نے تجھے جاہ و جلال دیا، میں نے تجھے مال و منال دیا، تجھے عزت و عظمت بخشی تو نے میری نعمت کا یہی شکریہ ادا کیا کہ گناہوں میں زندگی گزار دی، بدکاریوں میں، شراب خوازیوں میں، زناکاریوں میں، رشوت ستانیوں میں تو نے اپنا وقت برباد کر دیا۔ تو وہ کہے گا یا اللہ نہ تُو مجھے جاہ وجلال دیتا نہ میں گناہ کرتا۔ تو نے مجھے مال بھی دیا، جمال بھی دیا، تو نے مجھے ہنر بھی دیا، کمال بھی دیا۔ لہٰذا جب مال وافر تھا تو میں نے شرابیں بھی اُڑائیں، میں نے زناکاریاں بھی کیں، میں نے بدکاریاں بھی کیں۔ نہ تو مجھے مال زیادہ دیتا نہ میں گناہ کرتا یہ اِس بندے کا جواب ہے۔ پر خالق اکبر کی دلیل ساری دلیلوں پر غالب ہے۔

معصومؑ فرماتے ہیں خدا اُس وقت جناب سلیمانؑ نبی کو سامنے لائے گا کہ تیرا جاہ وجلال زیادہ تھا یا میرے سلیمانؑ کا ملک زیادہ تھا۔ تیرے پاس مال و دولت کی فراوانی زیادہ تھی یا میرے سلیمانؑ کے پاس، جس کو دین و دُنیا کی بادشاہی دی گئی تھی، پورے ملک کا حاکم بھی وہ اور دین کا نبی بھی وہ۔ دین و دُنیا کا اقتدار اُن کے قدموں میں ٹھوکریں کھا رہا تھا تو سلیمانؑ نے تو میری نافرمانی نہ کی، تو نے کیوں کی؟ وہ مالدار خاموش ہو جائے گا۔ حکم ہوگا اسے پکڑ کے جہنم کے شعلوں کے حوالے کر دو۔

پھر ایک انتہائی غریب و نادار، کنگال کو لایا جائے گا۔ اے میاں کنگال! جی ربِ ذوالجلال۔ تیرے پاس تو نہ حُسن تھا، نہ جمال تھا، نہ کوئی جاہ تھا، نہ جلال تھا نہ کوئی اور مال و منال تھا تو نے غریب ہو کر میری نافرمانیاں کیوں کیں؟ وہ کہے گا یا اللہ نہ تو مجھے غریب بناتا نہ میں ڈاکے ڈالتا، یا اللہ نہ تو مجھے کنگال بناتا نہ میں چوریاں کرتا آخر تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا بھی چاہیے تھا اور

پیٹ بھرنے کے لیے کوئی روٹی بھی چاہیے تھی۔

لہٰذا میں چوریاں نہ کرتا تو کیا کرتا؟ اس لیے میں نے مجبور ہو کر چوریاں بھی کی تھیں، یہ بھی کیا تھا وہ بھی کیا تھا۔ اُس وقت خالق اکبر جناب ایوبؑ کو پیش کرے گا۔ اے غربت کا بہانہ بنا کے گناہ کرنے والے! بتا میرا ایوبؑ زیادہ غریب تھا یا تو زیادہ غریب تھا۔ جن کے بیٹے مر گئے، گیارہ بارہ بیٹے تھے کھانا کھا رہے تھے چھت گری تمام بیٹے موت کا لقمہ بن گئے جناب ایوبؑ نے صبر کیا۔ یا اللہ تو نے دیئے تھے تو نے لے لیے، تیرا مال تھا مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے۔ ایسی بیماری پڑی کہ ساری بکریاں، بھیڑیں مر گئیں، چرواہے نے آکر خبر دی کہ ساری بکریاں، بھیڑیں، گائیں، بھینسیں مر گئیں ہیں۔ انہوں نے کہا یا اللہ تیرا مال تھا تو نے دیا تھا تو نے لے لیا، بیمار بھی ہوئے تو پھر بھی صبر کیا۔ تو خالق فرمائے گا بتا تو زیادہ غریب و نادار تھا یا میرا ایوبؑ زیادہ غریب و نادار تھا؟ اگر یہ اپنے دامن کو بچا سکتے تھے تو تُو نے اُن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے گناہ کا دامن کیوں پکڑا اور میری فرمانبرداری کا دامن کیوں چھوڑا؟ حکم ہو گا اسے پکڑ کر جہنم کے حوالے کر دو۔

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ

یہ مطلب ہے کہ اللہ کی دلیل کے کائنات کی ہر دلیل پر غالب ہونے کا۔ باتیں کر کے کوئی اللہ کا مقابلہ کر کے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ (صلوات)

بس میرے دوستو! میں نے پہلی بار گھڑی دیکھی ہے بارہ بج کر پانچ چھ منٹ ہو گئے ہیں سوا بارہ مجلس ختم بھی کرنی ہے۔ لہٰذا میں یہیں ختم کرتا ہوں تفصیلات اور بھی ہیں۔

آل محمد علیہم السّلام کی شفاعت

سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السّلام اور انبیاء کرام بھی اپنی اُمتوں کی شفاعت بھی کریں گے اور سرکار آل محمد علیہم السّلام بھی شفاعت کریں گے ۔لیکن وضاحت کا یہ وقت نہیں ہے ۔شفاعت برحق ہے ۔پیغمبرؐ فرماتے ہیں جو میری شفاعت پر، میری سفارش پر ایمان نہیں رکھتا اُس کو خالق اکبر میری شفاعت نصیب نہ کرے ۔لیکن شفاعت کے یہ معنی نہیں ہیں جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ کفارہ ہے ہمارا عقیدہ شفاعت ہے ۔عیسائی کہتے ہیں حضرت عیسیٰؑ سولی پر لٹک گئے وہ اُمت کے گناہوں کی گٹھڑی اپنے سر پر لے کر اللہ کے پاس چلے گئے ۔

لہٰذا عیسائیوں کو چھٹی ہے وہ سوّر کھائیں یا مُرغا کھائیں، شراب پئیں یا شربت پئیں، پانی پئیں یا پیشاب پئیں بس جانے حضرت عیسیٰؑ ۔ یہ اُن کا عقیدہ ہے لیکن اسلام کا عقیدہ شفاعت ایسا نہیں ۔لہٰذا پہلی بات تو یہ ہے: ۔

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ (سورہ الانبیاء)

ایک مجلس درکار ہے شفاعت کے پورے تفصیلات کیلئے لیکن میں دو چار جملوں میں لبِّ لباب عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ اللہ فرماتا ہے شفاعت اُس کی کریں گے جس کا دین وایمان صحیح ہوگا ۔

لہٰذا نہ کافروں کی شفاعت ہوگی نہ مشرکوں کی شفاعت ہوگی نہ منافقوں کی ۔اُن کی شفاعت ہوگی جن کا عقیدہ مومنوں والا ہوگا مگر عملی کمزوریاں اُن میں پائی جائیں گی ۔اب عملی کمزوریاں دو قسم کی ہوتی ہیں ۔ایک ہے آدمی جان بوجھ کر واجب کو ادا نہیں کرتا، ایک بندہ جان بوجھ کر دامن کو حرام سے نہیں بچاتا ایسے فاسقوں و فاجروں کی جو نہ واجب کو واجب جانتے ہیں نہ ادا کرتے ہیں، نہ حرام کو حرام جانتے ہیں نہ اُس سے دامن کو بچاتے ہیں ۔ایسے بدکاروں

کی، ایسے بدمعاشوں کی، ایسے مکاروں کی بھی شفاعت نہیں کی جائے گی۔ شفاعت اُن کی ہوگی جو کوشش تو کرتے ہیں کہ واجب ادا کریں لیکن کوئی رہ جاتا ہے، کوشش کرتے ہیں کہ حرام سے بچیں پر کچھ حرام کاموں کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ باوجود کوشش کرنے کے جن سے کوئی واجب چھوٹ جائیں گے کچھ حرام کا ارتکاب کر بیٹھیں گے آل محمدؑ شفاعت کر کے رعایتی نمبروں سے پاس کرا کے اپنے ساتھ اُن کو جنت الفردوس میں لے جائیں گے۔ (نعرہ)

لہٰذا یہ مطلب ہے شفاعت کا۔ آدمی کو یہ نہیں چاہیے کہ زہر کی پڑی کھا لے اور کہہ دے کہ میرا ڈاکٹر بڑا ماہر ہے انشاء اللہ جب اُس کے پاس جاؤں گا تو علاج کرے گا زہر کا اثر ختم ہو جائے گا۔ لیکن اگر ڈاکٹر کے پاس پہنچنے سے پہلے مر گئے تو پھر کیا کرو گے؟ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ زہر نہ کھائی جائے۔ یہ گناہ کیا ہیں؟ واجبات کا ترک کرنا، حرام کاموں کا کرنا۔ اِس اُمید پہ گناہ کیے جائیں کہ ہماری شفاعت کرنے والے بڑے مضبوط ہیں انشاء اللہ مجھے بخشوا لیں گے۔ بخشوانے والوں نے کہا ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے اللہ کے حق میں کوتاہی ہوگئی، نماز و روزے میں ہم سفارش کر کے بخشوا لیں گے لیکن لوگوں کا حق اپنی گردن پر لے کے نہ آنا، لوگوں کے حقوق اپنی گردن پر لے کے نہ آنا کیونکہ اللہ بھی وہ معاف نہیں کرتا جب تک بندے معاف نہ کریں۔

لہٰذا جو لوگوں کی حق تلفیاں کرتے ہیں، مال چراتے ہیں، ڈاکے ڈالتے ہیں، اِن کو لوٹتے ہیں، اُن کو قتل کرتے ہیں پھر کہتے ہیں یا اللہ بخش دے۔ اللہ تب بخشے گا جب وہ مالک بخشے گا جس کا مال چرایا ہے۔ اللہ تب بخشے گا جب وہ معاف کرے گا جس کی عزت پہ ڈاکہ ڈالا ہے۔ اللہ تب معاف کرے گا جب وہ معاف کریں گے جن کا آدمی قتل کیا ہے۔ بندوں کے حقوق ایسے ہیں کہ اللہ

بھی معاف نہیں کرے گا جب تک بندے معاف نہیں کریں گے۔ لہٰذا کوشش کرو کہ بندوں کے حق اپنی گردن پر نہ لے کر جانا۔ اللہ کے حق میں کوئی کوتاہی ہو جائے گی تو ویسے بھی معاف کر دے تو اُس کا فضل ہے سزا دیتا ہے تو اُس کا عدل ہے۔

لہٰذا اللہ سزا دے تو بھی کوئی اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ اُس کا عدل یہی کہتا ہے۔ اگر معاف بھی کر دے تو کوئی اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ وہ فضل کا مالک ہے، فضل عظیم کا مالک ہے۔ لیکن اللہ چونکہ عادل ہے لہٰذا جو کرے گا، جو کسی پر زیادتی کرے گا جب تک وہ معاف نہیں کرے گا اُس وقت تک خالق بھی معاف نہیں کرے گا۔ اور یہ بھی عرض کرتا جاؤں اور آخری جملہ آج کی تقریر کا کہ قیامت کے دن کوئی کسی کو معاف نہیں کرے گا ہر بندہ محتاج ہوگا پھر آدمی کا نامہ اعمال لپیٹ کے رکھ دیا جائے گا نہ کوئی نیکی کر سکے گا نہ کوئی بدی کر سکے گا توبہ بھی کرنی ہے تو تب تک جب تک جسم سے جان نہ نکل جائے ورنہ اُس کے بعد بابِ توبہ بھی بند ہو جاتا ہے۔　　　　(صلوات)

مصائب　　　　آمد کربلا

میرے دوستو، عزیزو! یزید نے امام علیہ السّلام (کل میں نے ہجرت کا مختصر بیان کیا تھا) مدینہ چھوڑنے کے بعد اٹھائیس رجب کو چلے اور تین شعبان کو پیغمبر اسلامؐ کا نواسہ مکہ مکرمہ پہنچا۔ اور جب ذوالحجہ کا چاند نمودار ہوا تو امام نے احرام حج باندھا۔ دُنیا حج کے لیے آ رہی تھی اور آٹھویں ذوالحجہ کو امام احرام حج، عمرہ مفردہ کے ساتھ بدل کے وہاں سے کربلا کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ امامؑ نے پچیس حج پیدل چل چل کے کیے تھے۔ اتنا اللہ کے حج کا عاشق امامؑ آج کیوں احرام توڑ کے جا رہا تھا کیونکہ یزیدؔ نے حاجیوں کے لباس میں کئی

ایسے فسادی بھیج دیے تھے اُن کو حکم تھا کہ حسینؑ اگر غلاف کعبہ کو پکڑ کے بھی دُعا مانگ رہے ہوں تو اُن کو شہید کر دینا۔

امامؑ فرماتے ہیں مجھے اپنے قتل کا کوئی خدشہ نہیں بلکہ مجھے یہ خیال ہے کہ اللہ کے گھر کی ہتک حرمت نہ ہو جائے۔ حرم کے باہر میں شہید کیا جاؤں تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے کہ اللہ کے گھر میں، اللہ کے حرم میں میرا خون بہایا جائے۔

امام عالی مقامؑ آٹھویں ذوالحجہ کو یہاں سے رخت سفر باندھ کے کربلا کے لیے روانہ ہوئے اور دو محرم کو کربلا پہنچے، سولہ منزلیں ہیں درمیان میں طے کرتے ہوئے جب آخری منزل نینوا پہنچے (کربلا کا دوسرا نام نینوا ہے) تو حُر اپنے لشکر سمیت آگے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے فرزند رسول! آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ امامؑ نے لوگوں سے پوچھا:۔

مَا اِسْمُ هٰذِهِ الْاَرْضِ؟

اس جگہ کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا مولاؑ اس کو کربلا کہتے ہیں۔ امامؑ کی آنکھوں میں آنسو ڈب ڈبا آئے اور عرض کیا:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَرْبِ وَالْبَلَاءِ

یا اللہ میں کرب اور بلا سے تیری پناہ مانگتا ہوں اُس کے بعد حکم دیا اونٹ بٹھاؤ، سامان اُتارو:۔

هَا هُنَا مَحَطُّ رِحَالِنَا

ہماری سواریاں بٹھانے کی جگہ یہی ہے، ہمارے خون بہائے جانے کی جگہ یہی ہے:۔

مَحَلُّ قُبُوْرِنَا

ہماری قبریں یہیں بنیں گے، ہمارے لاشے یہیں بکھریں گے، ہمارے

خون یہیں بہائے جائیں گے:۔

میرے جد بزرگوار پیغمبر اکرمؐ نے مجھے ان باتوں کی خبر دے دی تھی۔ چنانچہ رحلِ اقامت ڈالا گیا اور اُس کے بعد خیمے نصب ہو گئے۔ مستورات کو خیموں میں بٹھا دیا گیا، بچے بھی اُتر آئے، بڑے بھی اُتر آئے۔

کربلا کے میدان میں وہ پہلی مجلس امام حسینؑ کی جو امام حسینؑ نے خود پڑھی، میں آپ کو وہ سنانا چاہتا ہوں، بڑی مختصر مجلس ہے۔ کربلا میں رحلِ اقامت ڈالنے کے بعد امامؑ نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے بھائیوں کو، اپنی بہنوں کو، اپنے بیٹے اور بیٹیوں کو سارے خاندان کے افراد کو اکٹھا کیا جب سارے امامؑ کے اردگرد یوں جمع ہو گئے جس طرح چاند کے اردگرد ستاروں کا جھرمٹ ہوتا ہے۔

امامؑ نے ایک ساعت تک تقریباً گھنٹہ بنتا ہے کبھی دائیں دیکھتے، کبھی بائیں دیکھتے، کبھی اپنے بیٹوں کی جوانی پہ نظر کرتے، کبھی عباسؑ کے بازوں پہ نظر ڈالتے، کبھی جناب زینبؑ اور ام کلثومؑ کی چادروں پر نگاہ ڈالتے، کبھی اصغر کی صغرسنی پر نظر ڈالتے ایک گھنٹے تک دیکھتے رہے، آنسو بہاتے رہے:۔

پھر اچانک امامؑ کے صبر کے بند ٹوٹ گئے زاروقطار رونا شروع کر دیا فرمایا:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا عِتْرَۃُ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ

یا اللہ تو بہتر جانتا ہے کہ ہم تیرے مصطفیٰؐ کی عترت اہلبیت ہیں:

وَ تَعَدَّتْ بَنُوْ اُمَیَّۃَ عَلَیْنَا

بنی اُمیہ نے ہم پر ظلم کیا تیرے رسولؐ کی قبر کا سایہ ہم سے جدا کر دیا، مدینہ چھوڑوا دیا، باندھا ہوا احرام تڑوا دیا۔ یا اللہ تیرا کام ہے حق کی نگہداشت

کرنا اور ظالموں سے بدلہ لینا۔ میں کہتا ہوں آج ہے چھ محرم الحرام آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ آج رسولؐ زادیوں کو قید کرنے کے لیے، امام عالی مقامؑ کا خون ناحق بہانے کے لیے، امامؑ کے بچوں کو یتیم بنانے کے لیے تیس ہزار کا لشکر جرار آج کربلا کے میدان میں پہنچ چکا ہے۔

عمر ابن سعدلعہ چار ہزار کا لشکر لے کر، شمر ابن ذی الجوشن چار ہزار کا لشکر لے کر اور شبث ابن ربعی چار ہزار کا لشکر لے کر، کوئی تین ہزار، کوئی چار ہزار چھ محرم الحرام تک تیس ہزار کا لشکر، گھوڑسوار بھی ہیں پیدل بھی ہیں یہ سب اکٹھے ہو چکے ہیں۔ اِدھر کل بہتّر تن ہیں زیادہ سے زیادہ ایک سو پنتالیس تن۔

اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ساتویں مجلس

حقیقت اسلام

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین

حقیقت اسلام

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاَهْلِ بَیْتِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی فِیْ كِتَابِهِ الْمُبِیْنَ وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِیْنَ:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ○

(سورہ آل عمران)

(صلوات)

خالق کائنات کے اِس فرمان واجب الاحترام کا ترجمہ اور خلاصہ مطلب یہ ہے ۔ساری کائنات کے دعویداران ایمان کو خطاب کر کے رب العالمین تین حکم دے رہا ہے اور ایک بُرے کام سے روک رہا ہے ۔جن کاموں کا حکم دیا وہ بالترتیب یہ ہیں ۔اے ایمان کے دعویدارو! اللہ سے اُس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے پہلا حکم ۔لیکن تعمیل ہم یہ کرتے ہیں کہ ہر شے سے ڈرتے ہیں لیکن اگر نہیں ڈرتے تو خدا سے نہیں ڈرتے ۔ جب کوئی روسیاہی کا کام کرنا چاہیں، گناہ کا کام کرنا چاہیں تو بچوں سے بھی چھپ کے کرتے ہیں، بڑوں سے بھی چھپ کر کرتے ہیں، دوستوں دشمنوں سے نظریں بچا کے کرتے ہیں لیکن خالق اکبر کے رُوبرو کرتے ہیں ۔

لہٰذا اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ ترجمے سے باہر نکل جاؤں گا،
حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں جب تم کوئی گناہ کا کام کرنے لگو تو تم دروازہ بند کرتے ہو، سوراخ بند کرتے ہو، جب تمہیں اطمینان ہو جائے کہ کوئی نہیں دیکھ رہا، تب اللہ کی نافرمانی کرتے ہو۔ اُس وقت یہ سوچ لیا کرو کہ تمہارا اپنے معبود کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اگر تم یہ سمجھ کے گناہ کرتے ہو کہ جہاں کوئی اور نہیں دیکھ رہا، خدا بھی نہیں دیکھ رہا تو تم نے خدا کو جاہل سمجھا، جو خدا کو جاہل سمجھے وہ کیسا مسلمان ہے؟ اور اگر یہ سوچ سمجھ کے گناہ کرتے ہو اور تو کوئی نہیں دیکھ رہا پر ہمارا خالق و مالک دیکھ رہا ہے تو تم نے اللہ کو ایک بچے سے بھی زیادہ حقیر سمجھا کہ بچوں سے چھپ کے گناہ کرو اور خالق اکبر کے رُوبرُو کرو۔ آدمی یہی تصور کرے تو خلوت، جلوت پھر انشاء اللہ ایک ہو جاتی ہے۔ (صلوات)

اللہ سے اُس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے اور اُس وقت تک موت کی آغوش میں نہ جاؤ جب تک پہلے صحیح معنوں میں سچے سُچے مسلمان نہ بن جاؤ۔ اور پھر اللہ کے دین والی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ بازی، اختلاف بازی نہ کرو، اپنی صفوں میں انتشار پیدا نہ کرو، بلکہ متحد ہو کے رہو۔ اور جس کام سے روکا ہے وہ یہ ہے لَا تَفَرَّقُوْا آپس میں اختلاف نہ کرو اور آپس میں انتشار نہ پھیلاؤ بلکہ متحد ہو جاؤ۔ (صلوات)

حقیقت اسلام

سلسلہ کلام چل رہا تھا کہ حقیقت اسلام کیا ہے؟ تو میں نے عرض کیا تھا کہ سابقہ مجالس میں اگر پیغمبر اکرمؐ کے بعد اُس دروازے پہ حاضری دی جائے جو دروازہ پیغمبرؐ ہمیں دکھا کے گئے تھے، اُن ہستیوں سے پوچھا جائے جن کا دامن

اپنی اُمت کے ہاتھوں میں تھما کے گئے تھے تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام پانچ چیزوں کے مجموعے کا دوسرا نام ہے۔

☆ پہلا جزء اسلام کیا ہے؟ عقیدہ صحیح ہو۔

☆ دوسرا یہ ہے کہ عمل اور عبادت صحیح ہو۔

☆ تیسرا یہ ہے کہ انسان کے ساتھ تعلقات اور معاملات صحیح ہوں۔

☆ اور چوتھا جزء یہ ہے کہ آدمی کے اخلاق اور لوگوں کے ساتھ اُس کا برتاؤ صحیح ہو۔

☆ اور پانچواں جزء اسلام یہ ہے آدمی کی روزی صحیح ہو، روٹی صحیح کمائے اور صحیح معنوں میں کھائے۔

یہ پانچ چیزیں جب اکٹھی ہوجائیں تو اسلام کا ڈھانچہ مکمل ہوجاتا ہے۔ (صلوات)

عقائد

بحمد للہ جو حضرات پہلے دن سے تشریف لا رہے ہیں اُن کو معلوم ہوگا کہ:۔

☆ اسلامی عقائد کیا ہیں؟

☆ توحید کیا ہے؟

☆ عدالت کیا ہے؟

☆ نبوت ورسالت کیا ہے؟

☆ امامت وولایت کیا ہے؟

☆ اور عقیدہ قیامت کیا ہے؟

اِن اُمور پر، اِن چیزوں پر تفصیل کے ساتھ بقدر ضرورت تبصرہ کیا جاچکا ہے۔ اور دوسرے جزء اسلام کہ اسلام میں عبادت کا مقام ہے اور اہمیت کیا

ہے اور اہمیت کیا ہے؟

معاملات کی اسلام میں اہمیت

اب سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے عرض کروں گا کہ تیسرا جزء اسلام انسانی معاملات ہیں کہ اسلام میں معاملات کی اہمیت کیا ہے؟

تو میرے دوستو، عزیزو اور بزرگو! کئی روایات میں یہ ملتا ہے کہ معصومینؑ نے فرمایا:

لَا یُعْرَفُ الْمَرْءُ بِکَثْرَۃِ الصَّوْمِ وَ الصَّلٰوۃِ وَ لَا یُعْرَفُ الْمُؤْمِنُ بِطُوْلِ السُّجُوْدِ وَرَکُوْعِہٖ

کسی آدمی کی آدمیت، کسی انسان کی انسانیت، کسی مومن کا ایمان اگر جانچنا چاہو تو صرف اُس کی نمازوں کو نہ دیکھو کہ نمازیں کتنی پڑھتا ہے، رکوع و سجود کتنے لمبے ادا کرتا ہے۔ فرمایا اِس لیے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ عبادت سمجھ کے یہ کام کرے یا ہوسکتا ہے کہ عادت سمجھ کے کرے۔ بچپن میں جس کام کی عادت پڑ جائے وہ زندگی بھر آدمی جب تک پوری کوشش نہ کرے تو مرتے دم تک عادت ساتھ نہیں چھوڑتی۔ یہاں تک کہ بعض مقولوں میں ہے:

اِذَا سَمِعْتُمْ جَبَلًا زَالَ عَنْ مَقَامِہٖ فَصَدِّقُوْہُ وَاِذَا زَالَ عَنْ جِبِلَّتِہٖ فَلَکَ تَصَدَّقُوْہُ

جب یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اُس کی تصدیق کر لینا، مان لینا کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہوگا، لیکن جب یہ سنو کہ زَالَ عَنْ جِبِلَّتِہٖ آدمی نے اپنی عادت بدل دی ہے تو یہ تسلیم نہ کرنا۔ پہاڑ کا اپنی جگہ سے ٹلنا آسان ہے اور آدمی کو اپنی بُری یا اچھی عادت کا چھوڑنا بڑا مشکل ہے۔ فرمایا کیا پتہ کہ یہ جو لمبے سجدے کر رہا ہے، لمبے رکوع کر رہا ہے وہ عبادت سمجھ کے کر

رہا ہے یا عادت سمجھ کے کر رہا ہے۔

مومن کی علامات

لہٰذا آدمی کی آدمیت کا پتہ اور اُس کی انسانیت کا پتہ نماز سے نہیں چلتا، روزہ رکھنے سے نہیں چلتا۔ تو مولا پھر کیسے پتہ چلے؟ فرمایا اُس کا جائزہ لینا ہو تو۔

هَلْ يُعْرَفُ الْمَرْءُ بِالْمُعَامِلَاتِ

باہمی تعلقات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کتنے پانی میں ہے، باہمی معاملات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کتنا بڑا مومن ہے۔ فرمایا اگر اُس کو جانچنا چاہو تو دیکھو جب گفتگو کرتا ہے، تو سچ بولتا ہے یا جھوٹ بولتا ہے، پھر دیکھو جب وعدہ کرتا ہے تو وعدے کی وفا کرتا ہے یا وعدہ کر کے مکر جاتا ہے۔ پھر یہ دیکھو اگر کوئی اُس کے پاس امانت رکھ جائے تو امانت کو ادا کرتا ہے یا امانت کو خُرد بُرد کر جاتا ہے، کتنی زریں باتیں ہیں۔ معصومؑ فرماتے ہیں مومن اور مومن کا ایمان، مسلمان کا اسلام، شریف کی شرافت، نجیب کی نجابت جانچنے کا طریقہ یہ ہے۔

اس لیے فرمایا جب گفتگو کرو تو یہ نہ دیکھو کہ تمہارا مخاطب مومن ہے یا بے ایمان، کافر ہے یا مسلمان، تم اپنی شرافت پر نگاہ کرو کہ جھوٹ بولنا مومن کا کام نہیں ہے۔ کیونکہ خالق کائنات پوری کائنات کے مومنوں کو صادقین (سچوں) کے ساتھ ہونے کا حکم دیتا ہے۔ اور جہاں مومنوں کو صادقین کا دامن پکڑنے کا حکم دیتا ہے وہاں جھوٹ بولنے والوں پر لعنت بھی کرتا ہے۔

وَلَعْنَتُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔

اس لیے جب کوئی بیان کرو تو یہ مت دیکھو کہ تمہارا مخاطب کون ہے؟ کافر ہے یا مسلمان، مومن ہے یا بے ایمان بلکہ یہ دیکھو کہ تمہارے اسلام و ایمان کا

تقاضا کیا ہے؟

وعدہ کی وفا

جب کسی سے وعدہ کرو یہ نہ دیکھو کہ وعدہ کسی مومن سے کیا ہے یا بے ایمان سے، کسی مسلمان سے کیا ہے یا کسی کافر سے، اچھے آدمی سے کیا یا کسی بدمعاش سے، وعدہ کرنے سے پہلے سو بار سوچ لو کہ یہ وعدہ نبھا سکو گے یا نہیں۔ لیکن جب وعدہ کرلو تو پھر وعدے کی وفا کرنا پڑے گی جس سے بھی وعدہ کیا جائے۔

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا۔ (سورہ الاسراء آیت ۳۴)

خالق کائنات فرماتا ہے جب وعدہ کرو تو وعدے کی وفا کیا کرو، کیونکہ قیامت والے دن جہاں اور چیزوں کے بارے میں سوال و جواب کیا جائے گا وہاں خصوصی طور پر وعدے کے بارے میں باز پرس کی جائے گی کہ تم نے جو فلانے سے وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا تھا یا نہیں؟ لہٰذا وعدے کی وفا دیکھو! قرآن مجید ایک نبی کا ذکر کرتا:۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ (سورہ مریم)

اے میرا حبیبؐ قرآن پاک میں جناب اسماعیلؑ کا ذکر پڑھو جو وعدے کا سچا تھا اور میرا نبی بھی تھا، رسول بھی تھا۔ معصومؑ فرماتے ہیں اسماعیلؑ سے جناب اسماعیلؑ ذبیح اللہ مراد نہیں بلکہ ایک اور نبی تھے جن کا نام تھا اسماعیلؑ۔ انہوں نے ایک بندے سے وعدہ کیا کہ فلانے ٹائم پر میں بھی فلانی جگہ پہنچ جاؤں گا تم بھی وہاں پہنچ جانا۔

حضرت اسماعیلؑ اپنے وعدے کے مطابق وہاں پہنچ گئے اور دوسرے

آدمی کو اپنا وعدہ بھول گیا۔ اُن نے نہ آنا تھا نہ آیا۔ حضرت اسماعیلؑ وہاں انتظار کر رہے ہیں اب آتا ہے، ابھی آتا ہے۔ دن گزر گیا، رات بھر انتظار کیا اب آتا ہے۔ فرمایا پورا ایک سال اُس کا انتظار کرتے رہے جب سال گزر گیا تو اتفاقاً وہ آدمی وہاں سے گزرا، تو جناب اسماعیلؑ نے اُس کا شکوہ کیا کہ تو نے فلانے وقت، فلانی جگہ حاضر ہونے کا وعدہ کیا تھا مجھے تو انتظار کرتے کرتے ایک سال گزر گیا۔ اُس نے کہا خدا کی قسم مجھے تو یاد ہی نہیں رہا۔

(صلوات)

لہٰذا وعدے کی وفا واجب ہے۔ اِس میں کوئی اختلاف نہیں۔

اَلْاِنْسَانُ حُرٌّ مَالَمْ یَعِدْ

معصومؑ فرماتے ہیں ہر بندہ آزاد ہے پر اُس وقت تک جب تک کسی سے وعدہ نہ کر لے۔ جب وعدہ کر لے تو پھر آزادی ختم ہو جاتی ہے اور غلامی کا طوق گردن میں پڑ جاتا ہے۔ رسالہ طلوع اسلام میں یہ واقعہ میں نے پڑھا تھا کہ ایک آدمی نے عدالت میں کوئی دعویٰ کیا۔ عدالت نے گواہ مانگے کہ تم دو گواہ پیش کرو کہ تم شریف آدمی ہو اور سچے آدمی ہو۔ چنانچہ اُس نے دو آدمی عدالت میں پیش کیے۔ عدالت نے اُن لوگوں سے پوچھا، اُن آدمیوں سے کہ تم اِس کو جانتے ہو کہ شریف آدمی ہے؟ اُنہوں نے کہا جی بالکل ہم اِس کو جانتے ہیں بڑا شریف آدمی ہے، بڑا نیک آدمی ہے۔ عدالت کا دوسرا سوال! تم نے کبھی اِس کے ساتھ اکٹھا سفر کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ تم نے کبھی اِس کے ساتھ کوئی معاملہ کیا ہے، لین دین کی ہے؟ اُنہوں نے کہا جی نہیں۔ عدالت نے پوچھا کبھی اس کے ساتھ کوئی شراکتی (اکٹھا) کاروبار کیا ہے؟ اُنہوں نے کہا جی نہیں۔ عدالت نے کہا معلوم ہوتا ہے تم نے اِس کو مسجد میں سجدے کرتے

ہوئے دیکھا ہے، نماز پڑھتے دیکھا ہے اس لیے کہتے ہو کہ بڑا شریف آدمی ہے۔ اُنہوں نے اقرار کیا کہ بات تو یہی ہے۔ ہم نے اِس کو دیکھا ہے کہ نماز بڑے ٹائم پر پڑھتا ہے اور بڑی لمبی پڑھتا ہے۔ عدالت نے کہا تمہاری گواہی منظور نہیں۔ میں گواہی اُس کی قبول کروں گا جس نے اِس کے ساتھ کبھی اکٹھے سفر کیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں زوار یہاں سے جاتے ہیں تو بڑی محبت ہوتی ہے، حاجیوں کے قافلے جاتے ہیں بڑا پیار ہوتا ہے۔ جب واپس آتے ہیں نہ سلام ہوتا ہے، نہ کلام ہوتا ہے۔ (صلوات)

امانت کا ادا کرنا

آدمی کی اصلیت جو ہے وہ سفر میں ظاہر ہوتی ہے یا معاملہ کرنے سے، کوئی لین دین کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کتنے پانی میں ہے؟ یا شراکتی کاروبار کیا جائے تب پتہ چلتا ہے کہ دیانتدار ہے یا مکار وغدار ہے:

يُعْرَفُ الْمَرْءُ بِالْمُعَامِلَاتِ

آدمی کی آدمیت کا پتہ معاملات سے چلتا ہے، صرف عبادت کرنے سے نہیں چلتا۔ لہٰذا معصومؑ نے فرمایا پھر کوئی امانت رکھ جائے (یہ تین چیزیں ایسی ہیں جس میں مومن اور بے ایمان برابر ہیں، کافر و مسلمان برابر ہیں) جب کوئی امانت رکھ جائے کافر رکھ جائے، مسلمان رکھ جائے، کوئی بے ایمان رکھ جائے، کوئی صاحب ایمان رکھ جائے امانت کا ادا کرنا واجب ہے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے ہیں (یہ روایت وسائل الشیعہ کے اندر موجود ہے) کہ اگر شمر ابن ذی الجوشن ملعون وہ کند خنجر میرے پاس بطور امانت رکھ جائے جس کے ساتھ اُس نے میرے والد بزرگوار سید الشہداءؑ کو شہید کیا تھا تو میں وہ کند خنجر بھی واپس کروں گا۔ کیونکہ امانت میں خیانت کرنا آل محمدؐ کا طریقہ

کار نہیں ہے۔ (نعرہ)

یہی وجہ ہے میرے دوستو، عزیزو، بزرگو! کہ جو لوگ پیغمبر اسلامؐ کا کلمہ نہیں پڑھتے تھے، اُن کو اللہ کا رسول نہیں مانتے تھے وہ بھی امانتیں حسنینؑ کے نانے کے پاس رکھتے تھے۔ چنانچہ شب ہجرت جب پیغمبر اسلام ﷺ راتوں رات چلے گئے اور حیدر کرارؑ کو اپنے بستر پر سُلا کے گئے تھے یہ مشہور واقعہ ہے مولا امیرؑ کی جان نثاری کا جس پر خالق اکبر نے بھی فرشتوں کی بزم میں فخر کیا تھا کہ اے میرے فرشتو دیکھو میں نے محمدؐ اور علیؑ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تھا آج کس طرح ایک بھائی اپنے دوسرے بھائی پر جان قربان کر رہا ہے۔ تو اُن کو چھوڑ جانے کا مقصد اِس کے سوا کوئی اور نہیں تھا کہ پیغمبرؐ راتوں رات نکل رہے تھے اور اُن کے پاس عالم جہالت، عالم کفر و شرک کی امانتیں پڑی تھیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے مولاؑ کو وصیت کی تھی یا علیؑ اُس وقت تک مکہ نہ چھوڑنا جب تک لوگوں کی امانتیں واپس نہ کر لینا۔ اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ پیغمبرؐ کے اہل و عیال کو ساتھ لے آنا کیونکہ پیغمبرؐ کی نظر میں حیدر کرارؑ سے بڑھ کر کوئی امین نہیں تھا۔

لہٰذا پتہ چلا کہ مومن کو یہ نہیں دیکھنا چاہیے، ایک مسلمان کو یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ امانت رکھنے والا کافر ہے یا مسلمان، مومن ہے یا بے ایمان بلکہ اپنی ذات کو دیکھنا چاہیے کہ میرے اسلام و ایمان کا تقاضا کیا ہے؟ ایک آدمی نے آپ پر اعتماد کیا، اُس نے گواہ مقرر نہیں کیے، دن کی روشنی میں اُس نے امانت نہیں رکھی، لوگوں سے نظریں بچا کر رات کی تاریکی میں، رات کے اندھیرے میں، رات کی تاریکی میں آ کر لاکھوں روپے آپ کے پاس رکھ دیے۔ اُس نے آپ پر اعتماد کیا ہے تو اسلام کہتا ہے اُس کے اعتماد کو ٹھیس نہ لگاؤ۔ جب تک

وہ آدمی اپنی امانت کا مطالبہ نہ کرے۔ دن کو کرے یا رات کو کرے، جس مطالبہ وقت کرے امانت کو واپس کردو اور واپس لوٹا دو:

رُدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا

خالق اکبر اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ جس کی امانت ہے اُس امانت کو صحیح وسلامت واپس لوٹاؤ اگر خُرد بُرد کرو گے:

"مالِ موذی بدست غازی"

گواہ تو ہے کوئی نہیں، ہے بے ایمان کا مال، ہضم کرجاؤ، ڈکار بھی نہ لو۔ تو نقصان اور کوئی نہیں ہوگا اگر امانت میں خیانت کرو گے تو دائرۂ ایمان سے خارج ہو جاؤ گے۔ (صلوات)

مسلمان کی دل آزاری

یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ سے جب پوچھا گیا کہ مولاؐ آپ کی نظر مقدس میں مسلمان کہلانے کا حق دار کون ہے؟ جناب نے فرمایا میری نظر نبوت میں:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ

میری نظر نبوت میں، میری نگاہ رسالت میں مسلمان کہلانے کا حقدار وہ ہے کہ جو زبان پر بھی کنٹرول کرے اور اپنے ہاتھوں پر بھی کنٹرول کرے۔ اور اس طرح کنٹرول کرے کہ زبان سے کوئی ایسا ایک جملہ بھی باہر نہ نکالے جس سے کسی مسلمان کی دل آزاری ہوتی ہو اور ہاتھ کو کبھی اس طرح حرکت نہ دے جس سے کسی مسلمان کو اذیت پہنچتی ہو۔ جس کی زبان اور جس کے ہاتھوں کے شر سے، اُمت مسلمہ محفوظ نہیں ہے پیغمبر اکرمؐ کی نگاہ معلیٰ میں وہ مسلمان کہلانے کا حقدار نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام امن سے ہے، آشتی سے ہے، محبت سے ہے، پیار سے ہے، رواداری سے ہے، بُردباری سے ہے۔

لہٰذا جو بندہ اِن صفات کا حامل نہیں ہے وہ مسلمان کہلانے کا روادار نہیں ہے۔لہٰذا جو" بولے تو پتھر تولے" ماشاء اللہ فلانا کافر اور فلانا ملحد، فلانا منافق، فلانا بے ایمان، فلانا زانی، فلانا ربابی، فلانا کبابی، فلانا شرابی۔ جو زبان پر کنٹرول نہیں رکھ سکتا، ہاتھ کو جب حرکت دے، غصہ چڑھ جائے تو ڈنڈا ہے تو ڈنڈا مارے، اگر ڈنڈا نہیں ہے تو پھر مُکا مارے، اگر چاقو مل جائے تو مخالف کے پیٹ میں گھونپ دے، اگر چھری مل جائے تو اُس کو گلے پہ پھیر دے، بندوق مل جائے تو فائر کھول دے، بچوں کو یتیم بنائے، دوستوں کو دوستوں سے جُدا کرے، وہ جنگل کا بھیڑیا ہوسکتا ہے، وہ درندہ ہوسکتا ہے، معاف کرنا وہ کاٹنے والا کُتا تو ہوسکتا ہے وہ محمد عربی کا کلمہ گو نہیں ہوسکتا۔　　　(نعرہ)

مومن کی تعریف

مسلمان کی تعریف کیا ہے؟ جب صادق آل محمدؑ سے کسی نے پوچھا مولاً مومن کی تعریف کیا ہے؟ (ہم تو سارے اپنی زبانی کہتے ہیں میں مومن، دوسرا کہتا ہے میں تجھ سے بڑا مومن، تیسرا کہتا ہے میں تم دونوں سے بڑا مومن) آپ کی نظر امامت میں مومن کہلانے کا حقدار کون ہے؟ فرمایا: ہم آل محمدؑ اُس بندہ خدا کو مومن سمجھتے ہیں کہ جس کو لوگ اپنے مال کا امین سمجھیں، اپنی جان کا امین سمجھیں اور اپنی عزت اور ناموس کا امین سمجھیں۔لوگ سفر میں جا رہے ہوں (اُس وقت بینکاری کا سلسلہ تو نہیں تھا وہ پیسے بطور امانت کسی کے پاس رکھ جاتے تھے) فرمایا وہ اپنے علاقے میں نظر دوڑائیں سوائے تمہارے، غلامان آل محمدؑ کے اُن کو کوئی امین نظر نہ آئے۔اُن کے پاس جوان بیٹیاں ہوں، جوان بہنیں ہوں اور جوان بیویاں ہوں اور مرد کاروبار کے سلسلے میں یا کسی مجبوری کی وجہ سے باہر سفر پہ جانا چاہیں، تو مومن وہ ہے کہ جس کے پاس

مخالف بھی اپنی عزت و ناموس چھوڑ کے جائیں کہ ہمارے واپس آنے تک ہماری بیٹیوں، ہماری بیویوں، ہماری بہنوں کی عصمت کی حفاظت کرنا اور جو مال چھوڑ جائیں تو اُس کے پاس، بچے چھوڑ جائیں تو اُس کے پاس۔ جب تک لوگ کسی بندے کو اپنے مال کا، اپنی جان کا، اپنی عزت و نامُوس کا امین نہ سمجھیں اُس وقت تک وہ بندہ ہماری نظرِ امامت میں مومن کہلانے کا روا دار نہیں ہے۔ (صلوات)

اِس سے پتہ چلتا ہے کہ آلِ محمدؐ کی نظرِ امامت میں انسانی معاملات کا کیا مقام ہے، کیا اہمیت ہے؟۔ اللہ ہمیں اُس معیار پر پورا اُترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ صرف نماز پڑھنے یا روزے رکھنے کا نام اِسلام نہیں۔ وہ بھی جزء اسلام ہے، واجب ہے، بلکہ اوجب ہے۔ لیکن جب تک انسانی معاملات میں آدمی کھرا نہ ہو اُس وقت تک سچا سُچّا مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں ہے۔
(صلوات)

اخلاق

آج میں چاہوں گا کہ اخلاق پر بھی گفتگو ہو جائے کیونکہ وقت تھوڑا رہ گیا ہے اور ابھی اجزائے ایمان باقی ہیں۔ اِس لیے میں عرض کروں گا کہ آخلاق وہ چیز ہے کہ جس کے بارے میں پیغمبر اسلامؐ نے، خاتم الانبیاءؑ نے، سید الرسل و المرسلین و النبیینؐ نے اعلان فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ

خالقِ اکبر نے مجھے بھیجا ہی اِس لیے ہے کہ میں تمام اچھے اخلاق کی عمارت کو مکمل کر دوں۔ پیغمبر اسلامؐ کے دور میں دو چیزیں مکمل ہوئی ہیں، دو محل مکمل ہوئے ہیں۔ ایک اسلام کا محل، دوسرا آخلاق کا محل۔ حضرت آدمؑ آئے

اور دونوں مکانوں کی پہلی اینٹ لگا کے چلے گئے، سنگ بنیاد رکھ گئے اسلام کا بھی اور علم الاخلاق کا بھی ۔ ہر نبی آتا رہا دو چار اینٹیں لگاتا رہا حتیٰ کہ ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی آئے، حضرت آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک آئے لیکن پھر بھی نہ اسلام کی عمارت مکمل ہو سکی نہ اخلاق عالیہ کی عمارت مکمل ہو سکی ۔

اِس سے پتہ چلتا ہے کہ کاتبان قضا وقدر نے یہ سعادت حسنینؑ کے نانے کے مقدر میں لکھ دی تھی، یہ سعادت خالق اکبر نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ میں مقدر کر دی تھی ۔ پیغمبر اسلامؐ آئے تو اسلام کی عمارت بھی مکمل ہو گئی اور آخلاقِ عالیہ کی عمارت بھی مکمل ہو گئی ۔ لیکن دل چاہتا ہے کہ اسلام کب مکمل ہوا اور اخلاق کب مکمل ہوا تھوڑی سی وضاحت کرتا جاؤں ۔ (صلوات)

اسلامی احکام کا اجراء

پیغمبر اسلام تشریف لائے تیئس برس کی بات ہے کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ دو چار منٹ میں ختم کروں اُس کے خلاصے کے خلاصے کا خلاصہ عرض کرنا پڑے گا ۔ پیغمبر اسلامؐ آئے دعوت ذُوالعشیر ہ کا اہتمام فرمایا، اپنی نبوت صادقہ کا اعلان فرمایا، خوش قسمت لوگوں نے تائید فرمائی، باقی لوگ مذاق اُڑا کے چلے گئے ۔ پہلے دن یہ کہا تھا کہ:

قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا

کہہ دو خدا ایک ہے نجات پا جاؤ گے ۔ تین سو ساٹھ جھوٹے ہیں اور ایک خدا سچا ہے جو لوگ اس وقت کلمہ:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

پڑھ کے مر گئے وہ جنت میں جائیں گے ۔ اُس دور میں کلمہ توحید پڑھنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں تھا ۔ پھر رفتہ رفتہ دوسرا جزء بھی آ گیا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ

لوگوں نے پڑھا۔ پھر کبھی نماز واجب ہوئی تو لوگوں نے پڑھی، کبھی زکوٰۃ واجب ہوئی تو لوگوں نے ادا کی، کبھی خمس کا حکم آیا تو لوگوں نے ادا کیا، کبھی حج کا حکم آیا تو لوگوں نے حج ادا کی۔

تکمیل اسلام

الغرض تیئس برس میں احکام اسلامی آتے رہے، پیغمبر اسلامؐ بیان فرماتے رہے، لوگ مسلمان عمل کرتے رہے لیکن دین اسلام مکمل نہیں ہوا۔ دین اسلام پورا عالم اسلام گواہ ہے، تاریخ اسلام گواہ ہے، تفاسیر قرآن گواہ ہیں، پیغمبر اکرمؐ کا فرمان گواہ ہے، بزرگوں کا کلام گواہ ہے جب پیغمبرؐ دس ہجری میں زندگی کی آخری حج سے فارغ ہوتے ہیں اور واپس لوٹتے ہیں اور مقام خُم غدیر پر پہنچتے ہیں تو خالق اکبر وحی کی ڈوری ہلاتا ہے:۔

یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ اے میرا پیغام پہنچانے والے، آج نہ طٰہٰ ہے نہ یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِلُ ہے نہ یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ہے۔ اے کملی میں لپٹا ہوا نبی، اے میری چادر اوڑھنے والا نبیؐ، اے میرا پاک و پاکیزہ نبیؐ، نہ یہ ہے کہ یٰس اے سیّد و سردار نبی، آج رُوکھے پھیکے لفظوں میں پیغمبرؐ کے عہدے کا نام لیا گیا: اے میرا رسولؐ، اے میرا پیغام رساں:

بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ

وہ بات لوگوں تک پہنچا دے جو آپؐ کے پروردگار نے آپؐ پر نازل کی ہے۔ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ یاد رکھنا آج کا پیغام اِتنا اہم ہے، اِتنا ضروری ہے اگر آپؐ نے اُس کو عملی جامہ نہ پہنایا اور عمل کر کے نہ دکھایا تو یہ سمجھا جائے گا کہ آپؐ نے تیئس برس کی طویل و عریض مدت میں میری رسالت کا کوئی کام کیا

ہی نہیں ہے۔ (نعرہ)

اب جشن نہیں پڑھنا یہ بات صرف ضمناً آ گئی ہے۔ تو میں عرض کروں گا کہ پیغمبر اکرمؐ کو جب یہ تاکیدی حکم ملتا ہے اور پیغمبرؐ وہیں رحلِ اقامت ڈال دیتے ہیں۔ ایک لاکھ سے زاہد مجمع عام تھا کچھ آگے نکل گئے تھے، کچھ پیچھے رہ گئے تھے، کچھ آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے رحلِ اقامت ڈالا، سواری بٹھائی فرمایا جو آگے نکل گئے ہیں اُن کو واپس بلاؤ، جو پیچھے رہ گئے ہیں اُن کے آنے کا انتظار فرماؤ۔ جب آگے والے پیچھے آ گئے اور پیچھے والے پہنچ گئے تو جناب نے فرمایا منبر بناؤ (یہ منبر بنایا گیا کسی مجلس کے لیے ہو تو مشکلات کا سامنا کرکے، محرم سے پہلے کسی کاریگر کو کہا جاتا ہے اور وہ بناتا ہے پھر اُس کو رقم دی جاتی ہے) لیکن یہاں اب جنگل میں منگل ہے وہاں منبر کہاں سے آئے، کرسی کہاں سے آئے؟

لہٰذا لوگوں نے کیا کیا، اونٹوں کے پالان جوڑے، کچھ پتھر اکٹھے کیے اور ایک انوکھا ممبر بنایا۔ پیغمبر اکرمؐ اُس پر تشریف لے جاتے ہیں، فصیح و بلیغ خطبہ دیتے ہیں، اسلام کا خلاصہ بیان کرتے ہیں، لوگ اُن کی تائید کرتے ہیں پھر اپنی سرداری کا اقرار کراتے ہیں، لوگ اقرار کرتے ہیں کہ یا رسولؐ اللہ آپ کو اللہ نے ہمارے مال میں، ہماری جان میں ہم سے بھی زیادہ حق تصرف عطا کر دیا ہے۔ آپ ہمارے مال وجان کے حاکم وسردار ہیں، ہم اقرار کرتے ہیں۔ تب فرماتے ہیں یَا عَلِیُّ اُدْنُ مِنِّیْ یا علیؑ میرے قریب آؤ۔ (نعرہ)

حیدر کرارؑ قریب آتے ہیں پر بالکل قریب نہیں آتے، پاسِ ادبِ نبوت سے چند قدم کے فاصلے پر قدم رُک جاتے ہیں، چند قدم کے فاصلے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر پیغمبرؐ فرماتے ہیں اور قریب آؤ۔ اب پیغمبرؐ منبر پر ہیں، علیؑ

پہلو میں کھڑے ہیں، لوگوں نے دیکھا کہ یکا یک پیغمبرؐ نے ہاتھ نیچے بڑھایا اور علیؑ ولی کے بازو کو پکڑ کر اُوپر اُٹھایا پیچھے نبیؐ آگے علیؑ ایک لاکھ سے زاید مجمع عام کو دکھا کر فرمایا: ۔

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ

اگر مجھے اپنا مولا و آقا مانتے ہو، تو تمہارا یہ اقرار قبول نہیں ہوگا جب تک میرے بعد حیدر کرارؑ کو سردار نہیں مانو گے ۔ (نعرہ)

بس میرے دوستو، میرے عزیزو، میرے بزرگو! اِدھر پیغمبر اکرمؐ نے علیؑ کی ولی عہدی کا اعلان فرمایا، اُدھر خالق اکبر نے وحی کی ڈوری ہلائی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (سورہ مائدہ آیت ۳)

آج کے دن دین مکمل ہو گیا ۔ (نعرہ)

پہلے صرف توحید کا کلمہ تھا، پھر رسالت شامل ہوئی پھر خُم غدیر کے اعلان کے بعد عَلِيٌّ وَّلِيُّ اللهِ ایمانی کلمے کا جزء قرار پایا ۔

بہرحال میرے دوستو، عزیزو! اُس وقت تک اسلام کی عمارت مکمل نہیں ہوئی جب تک حیدر کرارؑ کی خلافت، ولایت، امامت، وراثت کا پیغمبرؐ نے اعلان نہیں کیا ۔ اب تک دین پہنچایا تھا، آج کے بعد قیام قیامت تک اسلام کی بقاء کا بھی انتظام ہو گیا تو اللہ نے فرمایا دین مکمل ہو گیا ۔ اور اخلاق کب مکمل ہوئے؟ پیغمبر اکرمؐ اعلان نبوت سے پہلے چالیس برس تک کافر بھی مانتے تھے کہ آپ امین ہیں، مشرک بھی مانتے تھے کہ آپ صادق القول ہیں، اپنے پرائے سارے متفق تھے کہ عبداللہؑ اور آمنہؑ کے لال جیسا کوئی کائنات میں شریف نہیں ہے ۔ اِدھر دعویٰ نبوت فرمایا، توحید پروردگار کا اعلان کیا، اُن کے جھوٹے خداؤں کی نفی کی تو پھر ساری صفتیں لوگوں کی نظر میں عیب بن گئیں ۔

اب وہ نہ صادق مانتے ہیں، نہ امین مانتے ہیں بلکہ گالیاں دے رہے ہیں، پیغمبرؐ پر تہمتیں لگا رہے ہیں (میں وہ الفاظ نہیں دُہرانا چاہتا جو کافر کہتے تھے کیونکہ میں یہ بھی بے ادبی جانتا ہوں)۔

لہٰذا اُنہوں نے سارے جہان کی تہمتیں لگائیں، ساری کائنات کی گالیاں جو اُن کو آتی تھیں وہ ساری پیغمبرؐ کو دیں۔ پیغمبر اسلامؐ کو جو اذیت دے سکتے تھے وہ پہنچائی، کبھی راستہ میں کانٹے بچھائے، کبھی گھر کا کوڑا پیغمبرؐ کے سر اقدس پر پھینکا، کبھی آپ کے دندان مبارک شہید کیے، کبھی اہلبیت کو اذیب پہنچائی، کبھی صحابہ کرامؓ کو ذبح کیا۔ آخر ظلم کر کر کے تھک جاتے ہیں پر حسنینؑ کا نانا پھر بھی کہتا ہے:

رَبِّ اِهْدِ قَوْمِىْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

اے پروردگار میری قوم کو ہدایت کر دے یہ بچارے جانتے جو نہیں میں کون ہوں؟

لہٰذا دین اسلام بھی مکمل ہو گیا اور آخلاق عالیہ والی عمارت بھی مکمل ہو گئی۔ اِس لیے خالق فرماتا ہے میرا حبیب وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ تو خلق عظیم کا مالک ہے۔ تیرے خلق عظیم کا نتیجہ یہ ہے کہ منکر آتے ہیں دوست اور جان نثار بن کے واپس جاتے ہیں، قتل کے ارادہ سے آتے ہیں خود جانثار بن کر واپس جاتے ہیں، بے ایمان آتے ہیں مومن بن کے جاتے ہیں:

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ۔

میرا حبیبؐ اگر تو بد خلق ہوتا، کوئی بندہ تیرے اِرد گرد نہ آتا سارے اپنے بھی چھوڑ کے چلے جاتے، لیکن دن بدن اسلام پھیل رہا ہے تو تیرے اخلاق عالیہ کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا پیغمبر اکرمؐ تو خلق عظیم کے مالک تھے، بُرائی کے

بدلے اچھائی کرنا سب سے بڑا خلق ہے۔ (صلوات)

ایک عورت کا واقعہ

تاریخ میں ایک عورت کا واقعہ ملتا ہے وہ پیغمبر اکرمؐ کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھی، گھر کا کوڑا کرکٹ جمع کر کے پیغمبر اکرمؐ کے سر پہ پھینکتی تھی۔ ایک دن پیغمبرؐ جب گزرے (مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لیے جا رہے تھے) دیکھا کہ راستہ صاف ہے، کانٹا بھی کوئی نہیں، وہ کوڑا کرکٹ پھینکنے والی عورت بھی نہیں ہے۔ جناب نے ساتھیوں سے پوچھا وہ عورت کدھر گئی، جو ہماری خدمت کیا کرتی تھی۔ (سُبحان اللہ) لوگوں نے کہا کہ وہ بستر پہ لیٹی ہوئی ہے اور حالت بڑی غیر ہے۔ جناب نے فرمایا وقت ابھی وسیع ہے نماز بعد میں پڑھیں گے، چلو جا کر اُس کی مزاج پُرسی کریں۔ واہ رے خلق پیغمبرؐ۔ پیغمبر اکرمؐ اُس کے گھر داخل ہونے لگے، اُس نے دیکھا کہ پیغمبرؐ بھی آرہے ہیں اور ساتھ صحابہ کرامؓ کی فوج بھی ہے وہیں سے چلائی، چیخی، رُوکھا پھیکا پیغمبرؐ کا نام لے کے کہا آپ نے دیکھا میں بیمار ہوگئی ہوں تو مجھ سے بدلہ لینے کے لیے آ رہے ہو، پہلے کیوں نہ لیا؟ جناب نے بڑی نرمی کے ساتھ فرمایا میں تجھ سے بدلہ لینے کے لیے نہیں آرہا میں تو تیری مزاج پُرسی کرنے کے لیے آرہا ہوں۔ (صلوات)

کوئی میرے لائق کارِ خدمت ہو تو بتاؤ۔ جب پیغمبر اکرمؐ کا یہ خُلق عظیم دیکھا تو کہنے لگی، جناب میری ساریاں بیماریاں دُور ہوگئی ہیں آپ مجھے اسلام کا کلمہ پڑھائیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے، خُلق عظیم کے مالک نے اُس کی کایا پلٹ کے رکھ دی۔ اُس کو کلمہ اسلام پڑھایا پھر مسجد میں تشریف لے گئے۔ نماز خدا ادا فرمائی ابھی فارغ نہیں ہوئے تھے کہ اطلاع ملی وہ تازہ مسلمان ہونے والی

عورت کا انتقال ہو گیا ہے ۔ یہ وہ کافرہ عورت تھی لیکن آج رحمت للعالمین اُس کے دفن و کفن، تجہیز و تکفین کا انتظام فرما رہے تھے ۔ پیغمبرؐ نے یوں اسلام پھیلایا ہے اور حیدر کرارؑ نے کس طرح پھیلایا ؟ ۔

حضرت علی علیہ السلام اور ایک کافر کا واقعہ

ہزاروں واقعات میں سے چھوٹا سا واقعہ عرض کروں گا ۔ مفتی جعفر حسین صاحب مرحوم اعلی اللہ مقامہٗ (میں نے کئی دفعہ اُن کی مجالس میں شرکت کی) وہ یہ واقعہ بیان کرتے تھے بڑا مزہ لے لے کر ۔ (آپ کے اور میرے قائد محترم، اللہ اُن کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرمائے) مولاؑ ایک جنگ میں جہاد فرما رہے تھے، بہت بڑے کافر کے ساتھ اُن کا مقابلہ تھا، جب اُس نے وار کیا، مولاؑ نے بیکار کیا، ابھی مولاؑ کے وار کی نوبت آنے والی تھی اُس نے دیکھا کہ اب علیؑ کی ضربت سے مجھے کائنات کی کوئی طاقت بچا نہیں سکتی ۔ اُس کے دل و دماغ میں ایک خیال پیدا ہوا کہ سُنتا ہوں کہ علیؑ بڑے سخی ہیں، علیؑ سائل کا بڑھا ہوا ہاتھ واپس نہیں لوٹاتے، اُس نے فوراً کہہ دیا : یا علیؑ اپنی تلوار تو مجھے دے دو ۔ مولاؑ نے فوراً وہ فضا میں نکلی ہوئی تلوار، چمکنے والی تلوار، مولاؑ نے فوراً اُس کی طرف پھینک دی ۔ اُس کے پاس اپنی تلوار بھی تھی، مولاؑ والی تلوار بھی جب اُس نے اپنے ہاتھ میں لے لی، دونوں ہاتھوں میں دو تلواریں پکڑ کے کہتا ہے یا علیؑ اب آپ کو میری دو تلواروں سے کون بچائے گا ؟ ۔ مولا علیؑ نے مُسکرا کے فرمایا وہ بچائے گا جس کے قبضہ قدرت میں میری اور تیری جان ہے ۔ (نعرہ)

اب اُس کافر کو یقین ہو گیا کہ یہ ڈرنے والا جوان نہیں ہے ۔ اُس کے بعد اب سوال و جواب شروع ہوتا ہے ۔ یا علیؑ آپ کو یہ علم تھا کہ میں آپ کا دشمن

ہوں؟ مولا علیؑ نے فرمایا بالکل یقین تھا کہ تو میرا جانی دشمن ہے۔ پھر عرض کیا آپ کو یہ بھی یقین تھا کہ میں آپؑ کو شہید کرنے کے لیے میدان مقابلہ میں آیا ہوں؟ فرمایا یہ بھی مجھے یقین تھا کہ تو میرے بچوں کو یتیم کرنے کے لیے آیا ہے۔ دو تین باتیں اور بھی کیں، مولاؑ نے سب کا جواب اِثبات میں دیا، مجھے یہ بھی پتہ تھا کہ تو میرا دشمن ہے، یہ بھی پتہ تھا کہ تو مجھے شہید کرنے کے لیے آیا ہے، یہ بھی جانتا تھا کہ تو میرے بچوں کو یتیم کرنے کے لیے آیا ہے۔ جب، سارے اقرار کر چکے تو وہ کافر کہتا ہے یا علیؑ پھر سمجھ نہیں آئی، آپؑ نے اپنے جانی دشمن کو اپنی تلوار دینا اور آپ نہتا ہونا کیسے گوارہ کیا؟۔ (نعرہ)

مولاؑ فرماتے ہیں ساری باتوں کا یقین تھا لیکن تو نے ہاتھ جو پھیلایا تھا کہ یا علیؑ اپنی تلوار مجھے دے دو۔ میں اپنی شہادت قبول کر سکتا ہوں، اپنے بچوں کا یتیم ہونا گوارہ کر سکتا ہوں، میں ہر مصیبت خندہ پیشانی سے سہہ سکتا ہوں لیکن سائل کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو خالی لوٹانا گوارہ نہیں کر سکتا۔ (نعرہ)

کافر نے دونوں تلواریں پھینک دیں اور کہا یا علیؑ مجھے کلمہ اسلام پڑھاؤ۔ مفتی جعفر حسین صاحب یہاں کہا کرتے تھے یا علیؑ تیری حکمت عملی پر کائنات قربان، ایسا کام کیا کہ کافر بچ گیا اور کُفر کٹ گیا، جو پہلے کافر تھا اب وہ مسلمان بن کے بچ گیا، کافر بچ گیا اور اُس کا کُفر کٹ گیا۔ یہ ہیں مولا علیؑ جن کی ساری زندگی گواہ ہے کہ مولا علیؑ نے کبھی کسی سائل کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو خالی واپس نہیں لوٹایا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام کی سخاوت

ایک دفعہ کوئی مزدوری کے چار پیسے کما کے آرہے تھے، دُنیا کو کسبِ حلال کا سبق پڑھا رہے تھے کہ راستے میں ایک آدمی مل گیا، کہنے لگا مولاؑ تیسرا

دن ہے میرے بچے بھوکے ہیں ۔مولاؑ نے جو کچھ چار پیسے کمائے تھے سارے اُس کے حوالے کر دیے اور خالی ہاتھ گھر آگئے ۔ساتھی ساتھ تھا اُس نے کہا مولاؑ آپ کے گھر بھی تو فاقہ تھا ۔مولاؑ نے فرمایا میرے گھر میں دوسرا دن ہے، اُس نے کہا تھا کہ اُس کو تیسرا دن ہے، تیسرے دن والا فاقہ زدہ آدمی خالی ہاتھ رہتا اور میرے دو دن والے بچے کھاتے یہ علیؑ کی غیرت گوارہ نہیں کرسکتی ۔

دین میں جبر نہیں

لٰہذا میرے دوستو! آل محمدؐ کی کس کس بات کا تذکرہ کیا جائے ۔لوگ کہتے ہیں اسلام تلوار سے پھیلا، لوگ کہتے ہیں اسلام جو ہے وہ جبر سے پھیلا ۔ میں کہتا ہوں کہ اسلام کا طرّہ امتیاز ہے: ۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ

دین میں کوئی جبر نہیں ہے، کوئی زبردستی نہیں ہے:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ط (سورہ یونس)

اللہ فرماتا ہے اگر میں جبراً مسلمان بنانا چاہتا تو ساری کائنات مومن بن جاتی، تمہیں پوری رُوئے زمین پر ایک کافر بھی نظر نہ آتا ۔لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کافر زیادہ ہیں، بے ایمان زیادہ ہیں، مومن تھوڑے ہیں ۔تو اللہ فرماتا ہے میں چاہتا ہوں کہ بندے اپنی مرضی سے ایمان لے آئیں اور اپنی مرضی سے کُفر اختیار کریں، میں جبر کرنے کا روادار نہیں ہوں ۔اور پیغمبر اکرمؐ جو بڑے حریص تھے رات دن محنت کرتے تھے کہ لوگ مومن بن جائیں، مسلمان بن جائیں ۔ اللہ نے ایک بات تو یہ فرمائی کہ میرا حبیبؐ جتنا حرص کرنا ہے کرلو، جتنی جدوجہد کرنی ہے کرلو، جتنی کدوکاوش کرنی ہے کرلو:

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ (سورہ یوسف)

میں خدا ہو کر تمہیں بتاتا ہوں، جتنی محنت کرنی ہے کرلو، اکثر بندے پھر بھی بے ایمان رہیں گے، یہ مومن نہیں بنیں گے۔ ایک اور جگہ فرمایا:

أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٩٩﴾ (سورہ یونس)

میرا حبیب تم لوگوں پر جبر کر کے مسلمان بنانا چاہتے ہو؟ نہیں، میں جبر کا قائل نہیں: إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ۔ کلمہ حق پہنچانا تیرا کام ہے، زبردستی منوانا تیرا کام نہیں۔ (نعرہ)

اسلام بھی جبر، خدائے رحمٰن بھی جبر پسند نہیں کرتا، نبی آخرالزمانؐ بھی جبر نہیں کرتے، حیدر کرارؑ بھی جبر نہیں کرتے، ائمہ اطہارؑ بھی جبر نہیں کرتے۔ اللہ فرماتا ہے:

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ﴿٣﴾ (سورہ دہر)

ہمارا کام ہے نبی و امام بھیج کر لوگوں کو راستہ دکھانا۔ اب جس کا جی چاہے وہ مومن بن کے جنت میں جائے اور جس کا جی چاہے وہ کافر و بے ایمان بن کے جہنم کا ایندھن بن جائے۔ میں کسی پر جبر کرنے کا ارادہ نہیں کرتا:

وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿٣١﴾ (سورہ غافر)

میں اللہ کسی بندے پر جبر کرنے کا، زبردستی کرنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا (پانچ بج گئے ہیں) کہ دین اسلام جبر سے نہیں پھیلا، ڈنڈے سے نہیں پھیلا، تلوار سے نہیں پھیلا اگر اسلام پھیلا ہے، پھولا ہے اور پروان چڑھا ہے تو محمدؐ و آل محمدؐ کے اخلاق عالیہ کی برکت سے پروان چڑھا ہے۔ لہٰذا اخلاق بہت بڑی چیز ہے۔ اِس لیے پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

أَكْمَلُكُمْ إِيمَانًا أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا۔

جتنے بندے کہتے ہیں، میں کہتا ہوں میں بڑا مومن، دوسرے کہتے ہیں

ہم بڑے مومن، پیغمبرؐ نے فیصلہ کر دیا جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے اُس کا ایمان سب سے زیادہ کامل ہے۔ اور پھر اخلاق کی بھی قسمیں ہیں:۔

- ☆ دشمنوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا۔
- ☆ دوستوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا۔
- ☆ خاص طور پر بیوی بچوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا یہ اور بھی مشکل ہے۔

ہم نے دیکھا ہے بڑے بڑے شریفوں کو شاید آپ بھی اُس کی زد میں آ جائیں کہ باہر تو احباب میں گھی کے گھڑے نظر آتے ہیں، کوئی گالی بھی دے دے تو مُسکرا کے ٹال جاتے ہیں لیکن سارا غصّہ آ کر گھر میں بچوں اور بیویوں پر جھاڑتے ہیں۔ اب آتے ہیں گھر میں باہر سے حالات خراب ہوتے ہیں کسی سے لڑائی ہوگئی، کسی سے جھگڑا ہوگیا، کسی سے مار کُٹائی ہوگئی وہاں تو وقت گزر گیا لیکن جب گھر میں آتے ہیں تو ماتھے پہ مُجرُ ہوتا ہے، آنکھیں لال پیلی ہوتی ہیں، قہر آلود نگاہیں دیکھ کر بچے بچارے چار پائیوں کے نیچے گھس جاتے ہیں تو بیوی ورد کرتی ہے (یا اللہ جل تُو جلال تو اِس بلا کو ٹال تُو) سارا غصہ آ کر بیوی بچوں پہ جھاڑتے ہیں۔

تو پیغمبرؐ فرماتے ہیں سارے مومنوں سے اچھا مومن وہ ہے جو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور فرمایا میں تم سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہوں، وقت کے دامن میں گنجائش ہوتی تو بعض بد خُلقوں کا بھی ذکر سُناتا اور بعض اخلاق عالیہ والوں کا بھی سُناتا جس سے ایمان تازے ہو جائے۔ لیکن پانچ بج گئے ہیں پانچ والی کشتی چھوٹنے کو ہے اور ہمارا انتظار کر رہی ہے، میں چاہوں گا کہ آپ بھی سوار ہو جاؤں اور آپ کو بھی سوار کراتا جاؤں اتنا کافی ہے۔

مصائب　　شہادت حضرت عباس علیہ السلام

پہلے شہید کربلا جو ہیں آلِ محمدؐ میں سے وہ جناب شہزادہ علی اکبرؑ ہیں لیکن ہمارے ہاں جو انتظام ہے وہ حضرت ابوالفضل العباسؑ کی شہادت کا ہے۔ تو سب شہادتوں کے دن تھوڑے ہوتے ہیں اور شہادتیں زیادہ ہوتی ہیں۔

میرے عزیزو، میرے دوستو، میرے بھائیو! آپ کو پتہ ہے کہ جناب امام حسینؑ کے مختصر لشکر کے کمانڈر انچیف جناب ابوالفضل العباسؑ تھے۔ یکے بعد دیگرے امام عالی مقام کے اصحابؓ لقمۂ شہادت کھاتے گئے، شربت شہادت پیتے گئے، پھر جب آلِ محمدؐ کی قربانیوں کا وقت آیا تو سب سے پہلے شہید جناب شہزادہ علی اکبرؑ ہیں۔ اُس کے بعد یکے بعد دیگرے بنی ہاشم نے اپنی قربانیاں پیش کیں۔ جب میدان میں صرف امام حسینؑ رہ گئے اور حضرت ابوالفضل العباسؑ جن پر بیبیوں کو بھروسہ تھا کہ جب تک عباسؑ زندہ ہیں ہمارا پردہ بھی سلامت رہے گا اور ہمارے بچوں کے پانی کا بھی انتظام ہوگا۔ جناب عباسؑ دلِ شکستہ ہو کر عرض کرتے ہیں یا اَخِیْ اے میرے بھائی جان اب مجھ سے آپ کی تنہائی دیکھی نہیں جاسکتی، آپ کی مظلومیت نہیں دیکھی جاسکتی، مجھے شہید ہونے کی اجازت دیں۔ یہ سُننا تھا کہ سرکار سیّد الشہداءؑ نے بھائی کے قد و کاٹھ پہ نظر ڈالی اور جناب ابوالفضل العباسؑ سے اتنا کہا اَنْتَ صَاحِبُ لِوَائِیْ میرے لشکر کا تو علم بردار ہے اور جب کسی قوم کا علم بردار کام آجائے تو اُس کے بعد پھر رات سیاہ ہوتی ہے۔

جناب عباسؑ نے عرض کیا جناب لشکر کہاں ہے جس کا میں علم بردار ہوں؟ سارے تو شہید ہو چکے۔ یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ بچوں کے رونے کی آواز آئی، خیامِ حسینیؑ سے اَلْعَطَش اَلْعَطَش کی آوازیں بلند ہوئیں۔ جناب سید

الشہداءؑ نے یہ سُنا تو فرمایا ہاں عباسؑ فَاطْلُبْ لِهٰؤُلَآءِ الاطفال قَلِیْلًا مِنَ الْمَآءِ اگر میدان کارزار میں جانا چاہتے ہو تو بچوں کے لیے کوئی پانی کا انتظام کرو۔

چنانچہ جناب شہزادہ ابوالفضل العباسؑ تلوار لٹکا کر جنگ کی تیاری کر کے قوم اشقیاء کے سامنے گئے اور فرمایا: او بے حیاؤ، او بے شرمو! رسولؐ کا نواسہ تمہارے درمیان موجود ہے اُن کے یار واصحاب، اُن کے عزیز و اقارب یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔ تین دن کا پیاسا ہے امامؑ اور اُن کے بچے بھی پیاسے ہیں، اُن کے لیے کچھ پانی دے دو۔

ظالموں نے کہا اے ابوترابؑ کے بیٹے اگر ساری کائنات کا پانی ہمارے قبضے میں آجائے تو بھی آپ کو ایک گھونٹ بھی نہیں دیں گے۔ جب شہزادے نے دیکھا کہ ظالم پانی دینے کے لیے تیار نہیں ہیں تو آپ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور یک بارگی اُن پر حملہ کر دیا چار ہزار کی فوج دریائے فرات پر پہرہ دے رہی تھی کہ حسینؑ کے خیموں تک پانی کا گھونٹ نہ جانے پائے۔ جناب ابوالفضل عباسؑ کی شجاعت کا یہ معجزہ ہے کہ چار ہزار کا لشکر جرار راستہ دینے پر مجبور ہو گیا۔ جناب نے کُشتوں کے پُشتے لگاتے ہوئے دریائے فرات میں گھوڑا ڈال دیا، مشکیزہ بھرا اور چاہا کہ ایک چلو پانی کا بھر کے خود پئیں۔ جب پانی منہ کے قریب گیا تو ذَکَرَ عَطَشَ الْحُسَیْنِ شہزادے کو اپنے خاندان کی اور امام عالی مقامؑ کی پیاس یاد آ گئی اور وہ چلو پانی کا نیچے پھینک دیا۔ کہا عباسؑ یہ شان وفا کے خلاف ہے کہ تیرا آقا اور مولاؑ پیاسا ہو، اُن کے بچے پیاس سے بلک رہے ہوں اور تم پانی پیو۔ پانی ڈال دیا اور مشکیزہ بھر کے باہر نکلے۔

اب فوج پھر جمع ہو چکی تھی، اُن کی کوشش ہے کہ پانی کا مشکیزہ خیام حسینیؑ تک پہنچ جائے ۔ اسی دوران، اسی اثناء میں جناب عباسؑ آگے بڑھ رہے تھے، اور مخالف مزاحمت کر رہے تھے ۔ایک ملعون نے کمین گاہ سے چھپ کر دائیں بازو پر ایسا وار کیا تو اُن کا دایاں بازو کٹ کے زمین پر گر گیا ۔شہزادے نے بڑی جلدی کے ساتھ مشکیزہ اپنے بائیں کاندھے پہ ڈالا اور پھر آگے بڑھنا شروع کیا ۔لیکن چند قدم کے بعد اُسی ملعون نے پھر وار کر کے آپ کا بایاں بازو بھی قلم کر دیا ۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ شہزادے نے مشکیزہ کو گلے کے ساتھ سنبھالا اور اُس کے دھانے کو اپنے منہ میں دبایا ۔اب کوشش ہے کہ کسی طرح پانی خیام حسینیؑ میں پہنچ جائے ۔ آگے بڑھ رہے تھے کہ ایک ظالم نے نشانہ باندھ کے مشکیزہ میں تیر لگایا، مشکیزے کو تیر کا لگنا تھا کہ پانی زمین پر بہہ گیا ۔ شہزادے کا دل بیٹھ گیا وہ سوچ رہے تھے کہ میں کس منہ سے خیمے میں جاؤں گا اور کیا جا کر شہزادیوں کو منہ دکھاؤں گا، بچوں کو کیا بتاؤں گا؟ کہ ایک ظالم نے لوہے کا گُرز آپ کے سر اقدس پر یوں رسید کیا کہ سر کے دو ٹکڑے ہو گئے اور اپنی باہیں گھوڑے کے گلے میں ڈال دیں اور اُس کے بعد گھوڑے کی زین سے زمین پر گرے اور آواز دی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ ۔سرکار امام حسینؑ اُٹھے اور اُدھر دوڑے جدھر سے آواز آئی تھی ۔میں کیا عرض کروں جب امامؑ شہزادے کی لاش پر آئے، اپنے وفادار بھائی کی لاش اقدس پر آئے تو دیکھا جناب عباسؑ موت کی کشمکش میں مبتلا تھے ۔سر اقدس شگافتہ تھا، دونوں بازو کٹ چکے تھے امامؑ نے رو کر فرمایا:

اَلْآنَ انْكَسَرَ ظَهْرِيْ وَقَلَّتْ حِيْلَتِيْ

عباسؑ تیری موت نے میری کمر توڑ دی ہے اور میرے حیلے، تدبیریں ختم

ہو گئیں ہیں ۔ مطلب یہ تھا اب علیؑ و بتولؑ کی بیٹیوں کی چادریں نہیں بچ سکیں گی، اب بچوں کے پانی کا کوئی انتظام نہیں ہو سکے گا ۔ امامؑ زار و قطار رو رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے میری کمر کا زور ابوالفضل مجھے تنہا چھوڑ کے چلے گئے، میرا بھی انتظار نہ کیا ۔

اب اُس کے بعد روائتیں یہی کہتی ہیں کہ جناب امام عالی مقامؑ نے شہزادے کی لاش نہیں اُٹھائی، دریائے فرات کے کنارے پر چھوڑی، اِس کہ وجہ یہ ہے کہ لاش اُٹھانے کے قابل نہیں تھی یا اِس وجہ سے کہ امام اپنے کمر کے زور کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اُٹھانے کے قابل نہیں رہے تھے ۔

بہرکیف جب کوہ اَلم اور رنج و غم کا پہاڑ سر پر اُٹھا کر خیمے پہنچے اور بیبیوں نے دیکھا کہ سقائے آلِ محمدؐ نہیں آیا، امامؑ خالی آئے ہیں تو بیبیاں حلقہ باندھ کے آ گئیں ۔ کوئی کہتی ہے میرا بابا کہاں ہے؟ کوئی بچی کہتی ہے میرا چچا کہاں ہے؟ کوئی بچہ کہتا کہ میرا چچا کہاں ہے؟ میرا بابا کہاں ہے؟ امامؑ سب کو تسلیاں دے رہے ہیں کہ ظالموں نے اُن کو شہید کر دیا، وہ اللہ کی بارگاہ میں چلے گئے ۔ یہ سن کر وہ کہرام ماتم بپا ہوا معلوم ہوتا تھا کہ قیامت کا زلزلہ آ گیا ہے اور زمین کربلا تہہ و بالا ہو رہی ہے ۔

اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَىَّ مُنْقَلِبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۔ وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔

آٹھویں مجلس

حقیقت اسلام

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علیٰ رؤوس المومنین

حقیقت اسلام

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ۔
اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ:۔
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهِ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ○
(سورہ آل عمران) (صلوات)

خالق کون مکان اور مالک دو جہان کے اِس فرمان واجب الاحترام کا ترجمہ اور حاصل مطلب یہ ہے "اے ایمان کے دعویدارو اللہ سے اُس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے اور اُس وقت تک موت کی آغوش میں مت جاؤ جب تک پہلے صحیح معنوں میں مسلمان نہ بن جاؤ" اور تیسرا حکم یہ ہے کہ اللہ کے دین والی رسی کو مضبوطی سے تھامو۔ اور جس چیز سے روکا ہے وہ یہ ہے کہ آپس میں اختلاف نہ کرو، تفرقہ بازی نہ کرو، اختلاف سازی نہ کرو۔ (صلوات)

اللہ کے فضل و کرم سے آل محمدؐ کے صدقے میں گزشتہ مجالس میں تقوے پر گفتگو ہو چکی، عبادت کی اہمیت پر گفتگو ہو چکی، عقائد حقہ امامیہ کا تذکرہ بڑے اجمال کے ساتھ ہو چکا۔ اب سلسلہ کلام کل پرسوں سے جاری تھا کہ اسلام کے

باقی اجزاء کے بارے میں تو بحمد للہ عبادات کے معاملات اور اخلاقیات پر بقدر ضرورت مختصر تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ اخلاقیات پر بھی ذرا اجمالاً گفتگو ہو چکی ہے۔

اخلاقیات

آج میں چاہوں گا کہ اسلام کا جو آخری جزء ہے وہ معاشیات ہے اُس پر گفتگو کرنے سے پہلے ذرا اخلاقیات پر تھوڑا سا تبصرہ ہو جائے تا کہ یہ موضوع ہر طرح سے مکمل اور مستدل ہو جائے۔ (صلوات)

میرے دوستو، عزیزو اور بزرگو! اخلاق ہی وہ چیز ہے جس کے ذریعے سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کون ہے اور حیوان کون ہے؟ کسی شاعر نے کہا تھا:۔

اَقْبِلْ عَلَى النَّفْسِ وَاسْتَكْمِلْ فَضَائِلَهَا
فَاَنْتَ بِالنَّفْسِ لَا بِالْجِسْمِ اِنْسَانٌ

اے حضرت انسان اپنے نفس اور رُوح کی طرف متوجہ ہو اور اپنے نفس اور روح کے کمالات اور اخلاق کی تکمیل کر۔ کیونکہ تیری انسانیت کا راز تیرے جسم میں نہیں، تیرے ڈیل ڈول میں نہیں بلکہ تیرے اخلاق میں مضمر ہے۔ لہٰذا جسم کو دیکھا جائے تو بڑے بڑے حیوان انسان سے بہت بڑے ہیں لیکن انسان کا بچہ بھی اونٹ پر سوار ہوتا ہے تو اُس کے اشاروں پہ اونٹ چلتا ہے۔ ایک چھوٹا سا آدمی ہے ہاتھی پہ سوار ہوتا ہے تو ہاتھی کی حرکت اور سکون اُس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لہٰذا انسان جسم کے لحاظ سے بڑا نہیں اگر یہ بڑا ہے تو اسلام اور ایمان کی وجہ سے اور اخلاق و اطوار کی وجہ سے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق

جہاں پیغمبر اکرمؐ کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں، آل محمدؐ کے فضائل پڑھے جاتے ہیں سب سے نمایاں اُن کی وہ صفت ہے جس کا خالق اکبر نے

بطور خاص تذکرہ فرمایا ہے وہ پیغمبرؐ کے اخلاق حسنہ ہیں:۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿۴﴾ (سورہ القلم)

اے میرا حبیبؐ تو خُلق عظیمؐ کا مالک ہے۔ کل بھی عرض کیا تھا کہ لوگ گالیاں دیتے ہیں پیغمبر دُعا کرتے ہیں، لوگ دغا کرتے ہیں پیغمبر اکرمؐ دُعا کرتے ہیں، لوگ جفا کرتے ہیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفا کرتے ہیں، ظالم ظلم کر کر کے تھک جاتے ہیں، بدگوئی کرنے والے بدگوئیاں کر کر کے تھک جاتے ہیں، پیغمبرؐ پر تہمتیں لگانے والے تہمتیں لگا لگا کے تھک جاتے ہیں پر بانی اسلام پیغمبر آخرالزمانؐ یہ دُعا مانگتے نہیں تھکتا:۔

رَبِّ اِهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

اے میرا پروردگار میری قوم کو ہدایت دے دے کہ یہ جانتے جو نہیں میں کون ہوں؟ اس لیے کہنے والے نے کہا ہے کہ:۔

ے وہ جفا کرتے رہے اور یہ وفا کرتے رہے
وہ دغا کرتے رہے اور یہ دُعا کرتے رہے

امام حسن علیہ السلام کا اخلاق

اور یہی طریقہ کار حیدر کرارؑ سے لے کر مہدی دوراںؑ تک بارہ اماموں کا نظر آتا ہے۔ امام حسن مجتبیٰؑ کا جنازہ اُٹھ رہا تھا اور دُنیا نے دیکھا کہ مروان ابن حکم جیسا دشمن آل محمدؐ دھاڑیں مار کر رُو رہا تھا۔ کسی آدمی نے کہا جو اُس کا بے تکلف دوست تھا کہ تجھے روتے ہوئے شرم آنی چاہیے جب تک امام حسن مجتبیٰؑ زندہ تھے تو اُن کو زہر کے گھونٹ پلاتا رہا، اُن کو گالیاں بکتا رہا، اُن کے سامنے اُن کے والد ماجد کو بُرا بھلا کہتا رہا اور آج مگر مچھ کے آنسو بہا رہا ہے۔ مروان متوجہ ہوا، کہنے لگا تو نے میری بد خلقی تو دیکھی ہے پر حسن مجتبیٰؑ کا حلم نہیں دیکھا۔ میں نے ہمیشہ کوشش کی کہ

حضرت امام حسنؑ کو غصے میں لاؤں، اُن سے واہی تباہی باتیں کراؤں پر میں اقرار کرتا ہوں کہ امام حسن مجتبیٰؑ صبر و تحمل اور بُردباری اور صبر اور استقامت کا وہ جبل عظیم تھے وہ پہاڑ تھے کہ میں نے جب بھی ان سے ٹکر لی میرا سر پاش پاش ہو گیا لیکن حسن مجتبیٰؑ کے پہاڑ تحمل میں کبھی جنبش پیدا نہیں ہو سکی۔

امام حسن مجتبیٰؑ بڑے شان و شوکت کے ساتھ آ رہے ہیں ایک شامی آدمی مدینے آیا ہوا ہے وہ پوچھتا ہے اپنے ساتھی سے کہ یہ کس کی سواری آ رہی ہے اور شان و شوکت کے ساتھ کون بزرگ آ رہا ہے؟ اُس نے کہا یہ حضرت امام حسن مجتبیٰؑ تشریف لا رہے ہیں۔ شامیوں کی گھٹی میں عداوت آل محمدؐ پڑی ہوئی تھی۔

جب امام حسنؑ کا نام سنا، نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ، نہ ماحول دیکھا، نہ یہ دیکھا کہ میں مسافر ہوں اور مدینہ اُن کا اپنا شہر ہے، میں تنہا ہوں اور امام حسنؑ کے ساتھ چند صحابی بھی ہیں، میں بُرا بھلا کہوں گا تو میرا حشر کیا ہوگا۔ وہ عداوت میں اندھا ہو گیا اور امامؑ کے سامنے جا کر بکواس بازی شروع کر دی۔ وہ بکواس کر رہا ہے مگر امامؑ خود بھی خاموش ہیں اور ساتھیوں کو بھی حکم دے دیا کہ تم نے بولنا نہیں ہے۔ وہ حکم امامؑ کے پابند ہیں وہ بکواس پہ بکواس کر رہا ہے، گالیاں بک رہا ہے۔ نہ امام خود جواب دیتے ہیں نہ دُوسروں کو جواب دینے دیتے ہیں۔ (آپ کو پتہ ہے کہ تالی دو ہاتھوں سے بجتی ہے کتا بھونکے اُس کو ذرا ڈنڈا مارا جائے تو اور زیادہ بھونکتا ہے۔ لیکن آدمی کچھ نہ کہے تو تھوڑی دیر بھونکنے کے بعد چپ ہو جاتا ہے)۔ الغرض شامی جب تھک کر خاموش ہو گیا اُس نے دیکھا کہ امامؑ خود بھی میری باتوں کا جواب نہیں دیتے نہ کسی اور کو دینے دیتے ہیں تو خاموش ہو گیا۔ تو اب امام عالی مقام نے قرآن مجید کی ایک آیت کا ٹکڑا پڑھا۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ (سورہ الاعراف)

اے پیغمبر اسلامؐ حلم، بُرد باری کا دامن پکڑیں اور نیکیاں کرنے کا حکم دیں اور جاہل کی جاہلیت سے رُوگردانی کریں۔ اُس کے بعد فرماتے ہیں اے بندۂ خدا معلوم ہوتا ہے کہ تو مدینے کا رہنے والا نہیں بلکہ کوئی مسافر ہے اور میں جانتا ہوں کہ مسافروں کو حالت سفر میں چند قسم کی تکلیفیں ہوتی ہیں۔ یا اُن کو کھانا نہیں ملتا بھوک کی وجہ سے پریشان ہوتے ہیں یا رہائش کے لیے مکان نہیں ملتا اِس لیے پریشان ہوتے ہیں یا وطن میں مقروض ہوتے ہیں، قرض خواہ اُن کو تنگ کرتے ہیں وہ مجبوراً وطن چھوڑ دیتے ہیں تُو بتا تیری مجبوری کیا ہے؟ اگر تو بھوکا ہے تو آ میرا دسترخوان کھلا ہوا ہے آ روٹی کھا، اگر رہائش رکھنا چاہتا ہے تو میرا مکان وسیع ہے آ بغیر کرائے کے اُس میں رہائش رکھ اور جب تک چاہے وہاں رہ سکتا ہے اور اگر تیرے قرض خواہ تقاضا کر کے تجھے تنگ کرتے ہیں تو قرض خواہوں کے نام تُو بتا، قرضہ میں ادا کر دوں گا۔

یہ سُنتا تھا کہ وہ شامی حضرت امام حسنؑ کے قدموں پہ گر گیا اور کہنے لگا۔ حسنؑ مجتبیٰ اگر آپ کے اخلاق عالیہ کو دیکھنے سے پہلے اگر کوئی مجھ پر سوال کرتا کہ اے شامی تیری نظر میں ساری دُنیا سے (معاذ اللہ) بُرا آدمی کون ہے؟ تو میں یا تیرا نام لیتا یا تیرے والد ماجد کا نام لیتا۔ لیکن تیرے اخلاق نے میری کایا پلٹ کے رکھ دی ہے۔ آج اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ ساری کائنات میں سے تیری نظر میں سب سے زیادہ محترم کون ہے، مکرّم کون ہے؟ یا میں آپ کا نام لوں گا یا آپؑ کے والد ماجد حیدر کرارؑ کا نام لوں گا۔ (نعرہ)

امام حسینؑ کا اخلاق

اخلاق عالیہ میں سے صبر و تحمل بھی شامل ہے، معاف کر دینا بھی شامل ہے۔ حضرت امام حسینؑ کا ایک غلام ہے جس نے کوئی غلطی کی ہے اور دوسرے

غلام کو امامؑ نے چابک دے کر فرمایا کہ اِس کو اتنے کوڑے مارو۔ جب کوڑے مارنے کا وقت آیا آخر وہ آل محمدؐ کا غلام تھا، قرآن پڑھا ہوا تھا، سُنتا بھی رہتا تھا اُس نے فوراً قرآن کی ایک آیت کا پہلا ٹکڑا پڑھا:۔

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ

اللہ فرماتا ہے میرے خالص بندے وہ ہوتے ہیں جو غصّہ پی جاتے ہیں۔ امام عالی مقامؑ نے فرمایا:۔

كَظَمْتُ غَيْظِي

میں نے اپنا غصّہ پی لیا۔ اُس نے دوسرا ٹکڑا پڑھا۔ کہنے لگا مولاؑ آیت یہیں ختم نہیں ہوتی اللہ یہ بھی فرماتا ہے:۔

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ

اللہ کے مخلص بندے وہ ہوتے ہیں جو مجرموں کو معاف بھی کر دیتے ہیں۔ امامؑ نے یہ سُنا تو فرمایا:۔

عَفَوْتُ عَنْكَ

میں نے تجھے معافی دے دی۔ وہ پھر کہنے لگا مولاؑ آخر میں اللہ فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

اللہ اپنے اُن بندوں سے پیار کرتا ہے جو لوگوں کے ساتھ احسان کرتے ہیں، بھلائی کرتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا:۔

اَنْتَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ

میں اللہ کی خوشنودی کی خاطر تمہیں آزاد بھی کرتا ہوں:

وَلَكَ ضِعْفُ مَا كُنْتُ اُعْطِيْكَ

اور آج تک جو میں تجھے تنخواہ دیتا تھا جب تک زندہ رہے گا اُس کی دُگنی

تنخواہ بھی تجھے گھر بیٹھے ملتی رہے گی۔ یہ ہیں سید الشہداءؑ کے اخلاق و اطوار۔

امام زین العابدینؑ کا اخلاق

امام زین العابدینؑ نماز پڑھ رہے ہیں نوافل پڑھ رہے ہیں۔ مسجد نبوی ہے، سلام پھیرتے ہیں پھر شروع کر دیتے ہیں، پھر سلام پھیرتے ہیں پھر شروع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اپنے دادا حیدر کرارؑ کی طرح ایک ہزار رکعت نافلہ پڑھا کرتے تھے۔ ایک دشمن آل محمدؑ آیا، اُس نے امامؑ کے سامنے کھڑے ہو کر بھونکنا شروع کر دیا، امام عالی مقامؑ کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ امام علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب سلام پھیرتے ہیں پھر شروع کر دیتے ہیں۔ اُس نے سمجھا کہ امام عالی مقامؑ میری گالیاں سُن نہیں رہے یا اگر سُن رہے ہیں تو وہ سمجھ رہے ہیں کہ میں کسی اور کو گالیاں دے رہا ہوں۔ جب امامؑ نے سلام پھیرا اور دوسری نماز کی نیت کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو وہ فوراً سامنے آ گیا اور کہنے لگا:۔

إِيَّاكَ أَعْنِيْ

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ گالیاں میں آپ کو دے رہا ہوں۔ امامؑ نے بڑی بے توجہی کے ساتھ فرمایا:۔

أَنَا أَسْمَعُ وَأَعْفُ

میں سُن رہا ہوں اور تجھے معاف کر رہا ہوں۔ اللہ اکبر۔ کئی مومن کہہ رہے ہیں کہ امامؑ نے زبردستی کی ہے امام ہیں کوئی اعتراض تو نہیں کر سکتے ورنہ اُس کو جوتے مارنے تھے۔　(صلوات)

سخاوت

سخاوت کرنا بھی اخلاق کا حصہ ہے۔ سخاوت کے سلسلے میں دیکھا جائے تو

احادیث میں وارد ہے:۔

اَلسَّخِیُّ حَبِیْبُ اللهِ

جو سخی ہوتا ہے وہ اللہ کا حبیب ہوتا ہے:۔

اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللهِ. قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ. قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ

جو سخی آدمی ہوتا ہے وہ جنت کے بھی قریب ہوتا ہے، وہ خالق کائنات کے بھی قریب ہوتا ہے، وہ لوگوں کے بھی قریب ہوتا ہے۔

وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللهِ. بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ. بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ

جو بخیل ہے وہ اللہ سے بھی دُور ہے، جنت سے بھی دُور ہے اور لوگوں سے بھی دُور ہے۔ اور آل محمدؑ کے بارے میں سب متفق ہیں کہ حیدر کرارؑ سے لے کر مہدیؑ دوراں تک تاریخ اسلام میں ایک واقعہ بھی نہیں ملتا کہ کسی سائل نے کسی چیز کے بارے میں اہلبیت نبوت سے سوال کیا ہو اور آل محمدؑ نے اُس کو خالی ہاتھ لوٹا دیا ہو۔ (نعرہ)

عجز و انکساری بھی اخلاق اسلامیہ

تواضع و انکساری بھی اخلاق عالیہ کا ایک شعبہ ہے۔ سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السلام نے اس صفت پر کس طرح عمل کیا؟ اس کا عالم یہ ہے کہ حیدر کرارؑ اور پیغمبر اسلامؐ جب چلتے تھے تو نگاہیں اُوپر نہیں ہوتی تھیں، نہ دائیں دیکھتے تھے، نہ بائیں دیکھتے تھے، نہ مٹک مٹک کے چلتے تھے۔ علماء و مؤرخین نے لکھا ہے کہ جس طرح آدمی اُونچی جگہ سے نیچے اُترنے لگے تو اُس کی نظر اپنے پاؤں پر ہوتی ہے کہ کہیں پاؤں پھسل نہ جائے اِس طرح نبیؐ و علیؑ جب چلتے تھے تو اُن کی نظریں اُن کے قدموں پر ہوتی تھیں تا کہ کوئی چیونٹی، کیڑا مکوڑا پاؤں کے نیچے آ کر پس نہ جائے، رگڑا نہ جائے۔ لہٰذا وہاں تکبر کا نام و نشان نظر نہیں آتا،

تواضع نظر آتی ہے۔ کوئی مہمان آجاتا ہے اُس کی خدمت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ حیدر کرارؑ فرمایا کرتے تھے:۔

میں علیؑ کی آنکھوں کی ٹھنڈک دو چیزوں میں ہے۔ لوگوں نے پوچھا مولاؑ کن دو چیزوں میں؟ فرمایا گرمیوں کے روزے رکھنے میں اور بے وقت مہمان کی خدمت کرنے میں۔

ہمارے ہاں کوئی بے وقت مہمان آجائے تو برتن ٹوٹنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن مولا علیؑ فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں کہ جب کوئی بے وقت مہمان آئے اور اُس کی خدمت کی جائے۔ گرمیوں کا روزہ ہو تو ہم ذائقہ بھی نہیں چکھتے کہ روزے کا ذائقہ میٹھا ہے یا کڑوا ہے۔ مولاؑ فرماتے ہیں مجھے مزہ بھی تب آتا ہے جب گرمیوں کے روزے رکھے جائیں۔ (صلوات)

سلام میں پہل

اِتنی عظمت کے مالک امامؑ، اِتنی جلالت اور اتنی شان کے حامل امامؑ لیکن جو آدمی ملتا ہے (نبیؐ و علیؑ ولی اور ...ئ ائمہؑ کی زندگیاں گواہ ہیں کہ) کبھی کسی امامؑ نے کسی آدمی کو سلام کرنے میں پہل کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ جو بھی آیا کوئی بڑا آیا، کوئی چھوٹا آیا، کوئی بچہ آیا، کوئی جوان آیا، کوئی شاہ آیا، کوئی گدا آیا، کوئی امیر آیا، کوئی فقیر آیا ہمیشہ پیغمبر اکرمؐ نے پہلے سلام کیا اور اُس نے جواب دیا، حیدر کرارؑ نے سلام پہلے کیا جواب دوسرے نے دیا۔

لوگوں نے بڑی کوشش کی مولا کائنات حیدر کرارؑ تشریف لا رہے ہیں راستے میں درخت ہے کچھ لوگ اُس کی اُوٹ میں کھڑے ہو گئے کہ جب مولاؑ گزرنے لگیں گے تو اچانک نکل کر سلام کریں گے۔ لہٰذا مولاؑ کا وہ قانون ٹوٹ جائے گا، ہم سلام کرنے میں پہل پہلے کریں گے۔ لیکن لوگوں کی تدبیریں ختم

ہو گئیں اور مولا کائنات حیدر کرارؑ نے پوری زندگی میں کسی آدمی کو سلام کرنے میں پہل کرنے کا موقع نہیں دیا۔

آج ایک عالم جا رہا ہو تو کہتا ہے لوگ مجھے سلام کریں، کوئی سیّد زادہ جا رہا ہو تو کہتے ہیں میرے نانے کی اُمت مجھے سلام کرے، کوئی امیر جارہا ہو تو اُس کی خواہش ہوتی ہے کہ مجھے غریب ماتھے پہ ہاتھ رکھ کر سلام کرے۔

حالانکہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حدیث کے اندر موجود ہے کہ سلام کرنے والے اور جواب دینے والے کو خالق کائنات سَو نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ ننانوے نیکیاں سلام کرنے والے کو ملتی ہیں جبکہ سلام کرنا سُنّت ہے ایک نیکی جواب دینے والے کو ملتی ہے جبکہ جواب واجب ہے۔ لوگ سوال کرتے ہیں کہ کوئی ایسا موقع بتاؤ کہ سنّت کا ثواب واجب سے بڑھ جائے تو اُن مواقع میں سے پہلا موقع یہ ہے کہ سلام کرنا سنّت ہے اور جواب دینا واجب ہے لیکن سنّت کے ادا کرنے کا ثواب واجب سے زیادہ ہے۔

قرض حسنہ

دوسرا مقام کسی مومن محتاج کو قرضہ دینا سنّت ہے اور قرضہ لینے والے پر قرضہ ادا کرنا واجب ہے لیکن قرضہ دینے والے کو ثواب زیادہ ملتا ہے ادا کرنے والے کو تھوڑا۔ اِس لیے مؤمن قرضہ لے کر پھر ہضم کر جاتے ہیں، ادا ہی نہیں کرتے کہ ثواب تھوڑا ہے۔ (صلوات)

بہر حال قرضے کا ادا کرنا واجب ہے۔ لیکن کسی غریب مؤمن کو قرضہ حسنہ دینا بغیر سُود کے دینا سنّت مؤکدہ ہے اور اِس کا ثواب زیادہ ہے کیوں کہ:۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّ وبیاں

تکبّر

تواضع کرنا حُسن خلق ہے۔ بڑائی کا دعویٰ کرنا، متکبّر بن کے جینا مرنا یہ اللہ کو پسند نہیں ہے۔خالق کائنات حدیث قُدسی میں فرماتا ہے:

اَلْکِبْرِیَآءُ رِدَآئِیْ

بڑائی میری چادر ہے

مَنْ نَازَعَنِیْ فِیْ رِدَآئِیْ

جو میری چادر تکبّر مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا، میرے مقابلے میں تکبّر کرے گا:

اُلْقِیْتُهٗ فِیْ نَارِیْ وَلَا اُبَالِیْ

میں اُس کو جہنم کے شعلوں کے حوالے کر دوں گا اور کوئی پروا نہیں کروں گا کہ کس خاندان کا چشم چراغ ہے اور کس ماں باپ کا بیٹا ہے۔لہٰذا صادق آل محمدؐ نے یہاں تک فرمایا:۔

لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنَ الْکِبْرِ

جس کے دل و دماغ میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی تکبّر ہوگا وہ کبھی جنت الفردوس میں قدم نہیں رکھ سکے گا۔لیکن یہ عرض کرتا جاؤں تا کہ لوگوں کے دل میں کوئی وسوسہ پیدا نہ ہو۔اچھے کپڑے پہننے کا نام تکبر نہیں، اچھی سواری خدا دے تو اچھی سواری پہ سوار ہونے کا نام تکبّر نہیں، اگر خالق توفیق دے اچھے مکان میں رہائش رکھنے کا نام تکبّر نہیں، اچھے کپڑے زیب تن کرنے کا نام تکبّر نہیں، اچھی خوراک کھانے کا نام تکبّر نہیں۔

ہم تو سمجھتے ہیں جس کے کپڑے اچھے ہوں وہ بڑا متکبّر مزاج ہوتا ہے۔ جس کی کوٹھی بڑی وسیع ہو یہ تو بڑا متکبّر مزاج ہے۔معصومؑ نے وضاحت کر دی

کہ ان چیزوں کا نام تکبّر نہیں :۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ (سورہ الاعراف)

میرا حبیبؐ لوگوں کے سامنے اعلان کردو کہ کس نے اللہ کی زینت کو حرام قرار دیا ہے، کس نے پاک و پاکیزہ خوراک کو حرام قرار دیا ہے:

قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اچھا لباس، اچھی خوراک یہ تو ہے ہی مومنوں کے لیے تو پھر مولاؑ سے پوچھا گیا مولاؑ تکبّر ہے کس چیز کا نام؟ فرمایا تکبّر دو چیزوں کا نام ہے ایک یہ کہ اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ادا نہ کیا جائے، آدمی کہے میں نے گناہ کوئی نہیں کیا تو میں پیشانی کیوں رگڑوں، میں نے اللہ کی نافرمانی کبھی نہیں کی تو میں سجدے کیوں کروں، نمازیں کیوں پڑھوں؟ جو اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور سجدہ کرنا اپنی توہین سمجھے وہ متکبّر ہے اور جو کسی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور باقی لوگوں کو حقیر سمجھے ۔ یہ مالدار ہے تو غریب نادار کو حقیر سمجھے، اگر یہ عالم ہے تو جاہلوں کو ذلیل سمجھے، اگر یہ افسر ہے تو ماتحتوں کو حقیر سمجھے اور اگر عابد زاہد ہے تو بے نمازوں کو حقیر اور ذلیل سمجھے ۔ اللہ کی مخلوق کو حقیر سمجھنے کا نام تکبّر ہے ۔

ہر انسان کو اپنے سے بہتر سمجھنا

معصومؑ فرماتے ہیں جو بھی تمہیں آدمی نظر آئے اُس کو اپنے سے بہتر سمجھو ۔ مولاؑ کیسے؟ فرمایا جو بھی آدمی ہے یا عمر میں تم سے بڑا ہے یا تم سے چھوٹا یا تمہارا ہم عمر ہے چوتھی قسم کوئی نہیں ہے ۔ ہر آدمی یا آپ سے بڑا ہوگا یا آپ سے چھوٹا ہوگا یا آپ کا ہم عمر ہوگا ۔ معصومؑ فرماتے ہیں اگر بڑا ہے تو اُس کو اپنے سے اِس لیے بہتر سمجھو کہ میں نے اسلام بعد میں اختیار کیا ہے اُس نے اسلام

اور ایمان مجھ سے پہلے اختیار کیا ہے:۔

آلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ

کیونکہ وہ کلمہ اسلام پڑھنے میں، ایمان لانے میں مجھ پر سابق ہے لہٰذا وہ مجھ سے بہتر۔ اور اگر آپ سے چھوٹا ہے تو کہو کہ اُس کی عمر چھوٹی ہے اُس نے گناہ بھی تھوڑے کیے ہوں گے، میری عمر زیادہ ہے میں نے کرتوت زیادہ کیے ہیں لہٰذا وہ مجھ سے بہتر ہے۔ اور اگر آپ کا ہم عمر ہے تو یہ تصوّر کرو کہ مجھے اپنے کرتُوتوں کا پوری طرح علم ہے لیکن اُس کے سارے عیب وصواب کا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اُس کی نیکیاں زیادہ ہوں اور میری تھوڑی ہوں، ہوسکتا ہے کہ اُس کی خامیاں تھوڑی ہوں اور میری خامیاں زیادہ ہوں۔ جب ہر بندے کو اپنے سے بہتر سمجھو گے تو خالق کائنات آپ کو سب سے بہتر سمجھے گا۔ (نعرہ)

بہادر شاہ ظفر آخری شہنشاہ مغلیہ خاندان کا جو دہلی میں رہتا تھا جس سے آ کر حکومت انگریزوں نے لی اُس کا شعر ہے کہتے ہیں:۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب وہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا

معصومؑ فرماتے ہیں خوش قسمت ہے وہ بندہ جو ہمیشہ اپنے عیبوں کو ڈھونڈے، اپنے عیبوں کو تلاش کرے، پھر اُن کی اصلاح کرے۔ اُس کو دوسرے لوگوں کے عیب ڈھونڈنے کی فرصت ہی نہ ملے۔ اور بد قسمت ہے وہ آدمی جو اپنے آپ کو سب سے بہتر سمجھے، اپنے عیبوں پر نظر نہ کرے، اُن کی اصلاح کرنے کی کوشش نہ کرے، ہر وقت لوگوں کے عیبوں میں لگا رہے، فلانہ ایسا ہے تے فلانی ایسی ہے۔ لوگوں کا گِلہ کرے اُن کے چھوٹے عیب کو بڑا سمجھے، پھر لذت لے لے کر لوگوں میں بیان کرے۔

غیبت

خالق فرماتا ہے تم مردے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرو گے؟ بندوں نے کہا جی نہیں ۔ فرمایا پھر مسلمان بھائی کا جب وہ حاضر نہ ہو اُس کا گلہ کر کے جو گوشت کھاتے ہو یہ مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے برابر گناہ ہے:۔

أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ

(سورہ الحجرات آیت ۱۲)

سگے بھائی، مُردہ بھائی کا گوشت کھانا تو تم پسند نہیں کرتے، اسلامی بھائی کا گوشت گلہ کر کے کھانا کس طرح پسند کرتے ہو؟ ۔

بدخلقی

لہٰذا اخلاق پر آل محمدؐ نے اِتنا زور دیا ہے یہاں تک فرمایا:

اَكْمَلُكُمْ اِيمَانًا اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا

ساری کائنات کے مومنوں سے زیادہ کامل الایمان وہ ہے جس کا خلق سب سے زیادہ اچھا ہے ۔ اور پھر اخلاق کی قسمیں دوستوں کے ساتھ اخلاق، دشمنوں کے ساتھ اخلاق، اپنے بیگانوں کے ساتھ اخلاق، اپنے ماتحتوں کے ساتھ اخلاق، اپنے بزرگوں، خُردوں کے ساتھ اخلاق ۔ فرمایا پھر سب اخلاق والوں سے بہتر اخلاق والا وہ ہے جو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اچھا خلق اختیار کرتا ہے ۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ اپنے گھروں کو جنت کا نمونہ بنائیں ہر وقت لڑائی اور جھگڑے اور مار کُٹائی سے جہنم نہ بنائیں ۔ اگر بزرگ لڑیں گے تو اولاد پر منفی اثر پڑے گا، پھر بہن بھائی بھی آپس میں لڑیں گے ۔ جب اپنے ماں باپ کو لڑتے ہوئے دیکھیں گے، اور جب وہ اُن کو گالیاں دیتے ہوئے دیکھیں گے تو وہ بھی لوگوں کو گالیاں دیں گے ۔ لہٰذا ماں باپ کا دوہرا فرض ہے

کہ جب صاحب اولاد ہو جائیں تو کوئی گھٹیا حرکت نہ کریں جس کا منفی اثر اُن کی اولاد پہ پڑتا ہو۔ (صلوات)

سعد ابن معاذؓ کا واقعہ

ایک چھوٹا سا واقعہ سُنا کے آگے بڑھوں گا۔ سامنے جو چیز آتی جاتی ہے میں بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ پیغمبر اکرمؐ کا ایک صحابی تھا جس کا نام سعد ابن معاذؓ تھا۔ بہت بڑا نیکوکار تھا، بہت بڑا پرہیزگار تھا، بہت بڑا متقی اور پارسا تھا اُس کا جوانی میں انتقال ہو گیا، اُس کی نیکی کا نتیجہ یہ نکلا کہ پیغمبر اکرمؐ نے خود کھڑے ہو کر اُس کو غسل دلوایا، پھر اپنے ہاتھوں سے کفن پہنایا، پھر جب اُس کا جنازہ اُٹھا تو چاروں طرف سے پیغمبر اکرمؐ نے اُس کے جنازے کو کاندھا دیا، پھر جب اُس کو قبر میں اُتارنے لگے تو پیغمبر اسلام نے اُتارنے میں لوگوں کے ساتھ تعاون کیا، پھر اُس کے سرہانے بیٹھ کے تلقین بھی آپؐ نے پڑھی اور نماز جنازہ بھی آپؐ نے پڑھائی۔

اب بتاؤ اُس کے خوش قسمت ہونے میں، اُس کے پرہیزگار ہونے میں، اُس کے نیکوکار ہونے میں کوئی شک کرنے کی گنجائش ہے۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا، اُس کو دفن کر چکے تو اُس کی بوڑھی والدہ بھی جنازے کے ساتھ قبرستان میں چلی گئی تھی (یہ واقعہ ہماری اصول کافی جیسی مستند کتاب کے اندر موجود ہے) بوڑھی عورت اپنے بیٹے کا غم بھول گئی، اُس کی خوش قسمتی پر مبارک دینے لگی۔ بیٹا سعد! تجھے جنت مبارک، تو وہ خوش قسمت ہے کہ پیغمبر رحمتؐ نے تجھے غسل دلوایا، پھر تیرا جنازہ اُٹھایا، تیری تلقین پڑھی، تیری نماز جنازہ پڑھی، اور تیرے جنازے کو کندھا دیا لہٰذا تجھے جنت مبارک ہو۔

جب یہ خُلقِ عظیم کے مالک نے سُنی تو فرمایا اُو بوڑھی عورت تجھے کس نے

بتایا کہ تیرا بیٹا جنت میں ہے اُس کو تو فشارِ قبر ہو رہا ہے، اسے قبر عذاب دے رہی ہے۔لوگوں نے سنا تو اُن کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی، سارے حیران اور پریشان یا رسول اللہؐ سعد ابن معاذؓ جیسا نیکوکار، پرہیزگار، روزہ دار، شب زندہ دار پھر اتنا خوش قسمت کہ جس کی موت کے بعد آپ نے اُسے غسل دلوایا، جنازہ پڑھایا، جنازے کو کندھا دیا، پھر قبر میں اُتارا، پھر تلقین پڑھی اُس کو فشار قبر ہو رہا ہے؟ جناب نے فرمایا ہاں! اُسی سعد ابن معاذؓ کو فشار قبر ہو رہا ہے۔

لوگ بڑے پریشان ہوئے، غمناک ہوئے اور کانپتے ہوئے پوچھا یا رسولؐ اللہ وجہ کیا ہے؟ جناب نے ایک جملہ فرمایا جو ہمیں یاد رکھنے کے قابل ہے اور حرز جان بنانے کے لائق ہے۔فرمایا جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ بالکل سچ ہے وہ ایسا ہی تھا لیکن فشار قبر کیوں ہو رہا ہے؟

كَانَ سَيِّئَ الْخُلُقِ بِاَهْلِهٖ

اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا تھا بلکہ بد خلقی کے ساتھ پیش آتا تھا۔تو پتہ چلا کہ اگر اتنا بھی کوئی خوش قسمت ہو، جس کی پیغمبر اسلامؐ جیسی ہستی نماز جنازہ پڑھائے، تلقین پڑھائے اور پھر اُس کے جنازے کو کندھا بھی دے لیکن اگر بیوی بچوں کے ساتھ اُس کی روش اور رفتار اچھی نہیں ہے تو فشار قبر سے کائنات کی کوئی طاقت اُس کو بچا نہیں سکتی۔

لہٰذا ہمیں اپنے اخلاق پر نظر ثانی کرنی چاہیے، دوستوں کے ساتھ دشمنوں کے ساتھ، اپنوں کے ساتھ، پراؤں کے ساتھ سب کے ساتھ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ میرا مخالف کیسا ہے؟ یہ دیکھنا چاہیے کہ میرا فرض منصبی کیا ہے؟۔ (صلوات)

مرزا غالب نے کیا خوب کہا تھا:۔

بخشش دو گر خطا کرے کوئی
نہ کہو گر برا کہے کوئی
کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند
کس کی حاجت روا کرے کوئی

اس لیے تمھارے پاس جو آدمی آئے اگر اُس کا کام کر سکتے ہو تو کر دو، اور اگر استطاعت نہیں رکھتے تو خوش اخلاقی کے ساتھ، اچھے اخلاق کے ساتھ اُس سے معذرت کرلو، وہ خالی ہاتھ بھی جائے گا تو آپ کے اخلاق کے گن گاتا ہوا جائے گا۔اور اگر آپ اُس کو کچھ عطا بھی کریں گے لیکن پندرہ باتیں کرنے کے بعد، ہٹے کٹے ہو محنت کیوں نہیں کرتے، تمہارے پاس تو یہ موٹر سائیکل بھی موجود ہے جس پر سوار ہو کے آئے ہو اِس کو بیچ کیوں نہیں دیتے؟ یہ نہیں کرتے، وہ نہیں کرتے، ہمارا مغز چاٹ گئے ہو۔ اگر آپ سو روپے بھی اُس کو دیں گے تو جب وہ جائے گا تو واپس جا کر یہی کہے گا کہ فلانے نے مجھے سَو روپیہ تو دیا ہے پر بندہ شریف نہیں ہے۔

بد خلق کی توبہ قبول نہیں ہوتی

لہٰذا آدمی کو چاہیے کہ اخلاق اچھے رکھے۔ کیونکہ خالق اکبر کو اخلاق حسنہ پسند ہیں، محمدؐ و آل محمدؑ کو اچھے اخلاق پسند ہیں۔ آدمی کا بد اخلاق ہونا وہ بُری صفت ہے کہ معصومؑ فرماتے ہیں بد خلق آدمی کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔ لوگوں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ وہ ایک یہ گناہ سے توبہ کر نہیں چکتا کہ پھر اُس کی بد خلقی اسے دوسرے گناہ میں مبتلا کر دیتی ہے، اُس کی توبہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے کہ بد خلقی اُس کو تیسرے گناہ میں مبتلا کر دیتی ہے۔

معاشیات اسلام اور ان میں رزقِ حلال کا مقام

بہرحال بد خلقی کی مذمت میں اور حسن خلق کی مدح و ثناء میں اتنا کافی ہے۔ آخری بات اس کے بارے میں کریں گے جو اسلام کے جزء متمم ہے جس کے بعد اسلام کا ڈھانچہ مکمل ہو جائے گا وہ یہ ہے کہ آدمی کو حلال کا لقمہ کمانا چاہیے، حلال کا لقمہ کھانا چاہیے یہ اسلام کا آخری جزء ہے۔ لہٰذا جس بندے کو یہ فکر نہیں کہ حلال کما رہا ہے یا حرام۔ بس روٹی بھی ہونی چاہیے اور بوٹی بھی، پراٹھہ بھی ہونا چاہیے اور انڈا بھی، اُس کی بلا جانے کہ اُس نے محنت کر کے کمایا ہے یا چوری چکاری کی ہے یا ڈاکہ ڈالا ہے یا رشوت کا پیسہ کمایا ہے یا کسی کے ساتھ فراڈ بازی کی ہے یا دودھ میں پانی ملایا ہے یا اصلی گھی میں ڈالڈا ملایا ہے یا چائے کی پتی میں کیکر کی لُنگ ملائی ہے۔ اگر اس طرح دولت کمائے گا تو جو اچھی غذا کھائے گا وہ حرام کھائے گا، حلال نہیں کھائے گا۔

اس لیے معصومؑ فرماتے ہیں کہ اللہ توفیق دے تو بے شک اچھی غذا کھاؤ، اچھے حلوے کھاؤ، جلوے کھاؤ، زردہ کھاؤ، پلاؤ کھاؤ۔ لیکن اگر توفیق نہیں ہے حلال کا پیسہ اجازت نہیں دیتا تو پھر پراٹھے کی بجائے روکھی روٹی کھاؤ اور اگر گوشت نہیں ملتا تو دال پکاؤ، اور اگر دال بھی نہ ملے تو نمک کے ساتھ کھاؤ:۔

ے تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوت حیدری

(نعرہ)

حیدر کرارؑ نے اسلام کے جھنڈے گاڑے ہیں کہ نہیں؟ کفر کے جھنڈے اکھاڑے ہیں کہ نہیں؟ مرحب و عنتر وغیرہ کو پچھاڑا ہے کہ نہیں؟ اسلام کو پھیلایا ہے کہ نہیں؟ کفر کو مٹایا ہے کہ نہیں؟ لیکن ہماری طرح نہ حلوے کھا کر، نہ

جلوے کھا کر، نہ زردے کھا کر، نہ پلاؤ کھا کر، نہ انڈے کھا کر، نہ پراٹھے کھا کر دُنیا جانتی ہے کہ مولاؑ کی پسندیدہ غذا کیا تھی؟ جَو کی روٹی وہ بھی خشک اور نمک کے ساتھ۔ مولاؑ کے جو جَو ہوتے تھے جن کا آٹا بطورِ ستو بھی استعمال کرتے تھے، یعنی کبھی پانی میں ڈال کر پی بھی لیتے تھے۔ جس تھیلی میں ستو تھے یعنی جَو کا آٹا تھا اُس پر مولاؑ مہر لگا دیتے تھے۔ کسی نے پوچھا مولاؑ یہ ہے تو جَو کا آٹا اِس پر آپ مہر کیوں لگاتے ہیں؟ مہر تو بڑی قیمتی شے پر لگائی جاتی ہے۔ فرمایا مجھے خطرہ ہے کہ محبت پدری میں آکر میرے شہزادے اُس میں کچھ گھی نہ ملا دیں یا خاتون قیامت اُس کو تر نہ کر دے یا اُس میں گھی شامل نہ کر دے۔ میں مہر لگاتا ہوں تاکہ یقین ہو جائے کہ میرے آٹے کی تھیلی کو کسی نے کھولا بھی نہیں ہے۔ لہٰذا مولاؑ نے جَو کی روٹی اور وہ بھی نمک کے ساتھ کھا کر وہ کارنامے انجام دیے:۔

مولاؑ خود نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں میں چاہوں تو گندم کی روٹی وہ بھی گھی والی گوشت کے ساتھ بڑے اچھے طریقے سے کھا سکتا ہوں لیکن میری غیرتِ امامت گوارہ نہیں کرتی کہ میں کائنات کا ہادی اور امام کہلاؤں اور میں مُرغے اور چرغے اُڑاؤں اور میں گھی والی روٹی کھاؤں اور میری رعایا میں ایسے بھی لوگ ہوں جن کو گندم کی روٹی تو کیا جَو کی روٹی بھی نہیں ملتی۔ فرمایا نبی و امام کا فرض ہوتا ہے کہ اپنی پوری رعایا پر نظر کریں اور جو غریب ترین بندہ نظر آئے اُس کے مطابق لباس بھی پہنے، اُس کے مطابق غذا بھی کھائے تاکہ کوئی اُمت کا آدمی، کوئی غلامی کا دعویدار یہ نہ کہہ سکے کہ اگر میرے پاس بھی پیسہ ہوتا تو میں بھی اپنے امام اور نبی کی طرح لباس بھی اچھا پہنتا اور غذا بھی اچھی کھاتا۔ (صلوات)

لوگ کہتے ہیں کہ فلانے قیصر کو فلانے نے فی النار کیا، کسریٰ ملک کو فلانے نے فتح کیا۔ ڈاکٹر اقبال سنی المذہب ہے البتہ خوش عقیدہ ضرور ہے آل محمدؐ کی مدح میں قصیدے لکھے ہیں وہ کہتا ہے:۔

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا، زورِ حیدرؑ، فقرِ بُوذرؓ، صِدقِ سلمانیؓ

لہٰذا اگر آپ کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو حلال کے لقمہ پر اکتفاء کریں، حلال کا لقمہ پیٹ میں ہو تو نماز پڑھیں گے تو نماز قبول، روزہ رکھیں گے تو روزہ مقبول، حج کریں گے تو حج قبول، زیارات کا سفر کریں گے تو زیارات قبول۔ لیکن اگر پیٹ میں لقمہ حرام ہے تو نہ نماز قبول، نہ روزہ قبول بلکہ ہر چیز فضول۔ (صلوات)

اِس لیے احادیث اہلبیتؑ میں بہت زور دیا گیا ہے رزق حلال پر اور صدق مقال پر۔ جب تک زبان پر سچ نہ ہو اور پیٹ میں لقمہ حلال نہ ہو کبھی بندہ اللہ کا مقرب بارگاہ نہیں بن سکتا۔ دُعائیں جو منظور نہیں ہوتیں اُس کی وجہ بھی یہی ہے کہ زبان پر صدق مقال نہیں ہے اور پیٹ میں لقمہ حلال نہیں ہے۔ اِس لیے کہنے والے نے کہا:۔

قرآن تو قرآن دُعاؤں میں ہے تاثیر
جوہر جو نہیں کھلتے یہ عامل کی ہے تقصیر

(صلوات)

لہٰذا آدمی کو چاہیے حلال کا لقمہ کھائے، حلال کی روٹی کمائے۔ اِس لیے آپ حیران ہوں گے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے، آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک ہمارے مصطفیٰؐ کا لقب ہے حبیب کبریا، ہے کہ نہیں ہے؟ کسی ایک

نبی کا لقب حبیب خدا نہیں ۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے یہ اتنا جلیل القدر لقب ہے کہ آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک کسی نبی کا یہ لقب نہیں ہے حبیب خدا ۔ اگر یہ لقب ہے تو جدِّ الحسنؑ والحسینؑ کا، اقلیم ختم رسالت کے تاجدار کا اور کائنات کے آقائے نامدار کا ۔ وہ فرماتے ہیں :۔

اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ

جو حلال کی روٹی کمائے، حلال کا لقمہ کھائے، بیوی بچوں کو حلال کھلائے، مہمانوں کی تواضع بھی کرے تو لقمۂ حلال کے ساتھ ایسا بندہ حبیب خدا ہوتا ہے ۔ لہٰذا اگر آپ حبیب خدا بننا چاہتے ہیں اور میں بھی اگر بننا چاہتا ہوں تو لقمۂ حلال کمانا پڑے گا اور لقمۂ حلال کھانا پڑے گا ۔ اگر حلال کا لقمہ ہے تو پھر بے شک حلوہ بھی پکاؤ، زردہ بھی پکاؤ اور جو چاہو تیار فرماؤ ۔

غلاموں کے ساتھ برتاؤ

ابھی میں نے عرض کیا تھا کہ اللہ فرماتا ہے کہ: کس نے طیب و طاہر غذا حرام کردی ہے ۔ اچھے کپڑے سلواؤ، زیب بدن فرماؤ، لیکن مولا علیؑ کی طرح ۔ بازار میں جاتے ہیں ایک کپڑا چار درہم (چار روپے) میں خریدتے ہیں سستا زمانہ تھا اور دوسرا سات درہم میں ۔ جب پہننے کا وقت آیا تو سات درہم والا اپنے غلام قنبرؓ کو دے دیا اور چار درہم والا لباس اپنے زیب بدن فرمایا ۔ قنبرؓ عرض کرتے ہیں مولاؑ آپ آقا ہیں میں غلام ہوں آپؑ کو زیب دیتا ہے کہ آپؑ سات درہم والا لباس آپؑ زیب بدن کریں اور چار والا مجھے دیں ۔ مولاؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم غلام نواز ہیں، ہم غریب پرور ہیں تا کہ اُس کی خودداری کو ٹھیس نہ لگے ۔ فرمایا قنبرؓ میں ہوں بوڑھا، تو ہے جوان، جوانوں کا دل چاہتا ہے کہ اچھی خوراک بھی کھائیں، اچھی پوشاک بھی زیب بدن کریں ۔ میں

بوڑھا آدمی ہوں میرے لیے تین درہم والا یا چار درہم والا لباس کافی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ سات درہم والا آپ زیب بدن کریں۔ ہے کائنات میں کوئی مثال کہ آقا تین درہم والا لباس پہنے اور غلام کو سات درہم والا پہنائے۔ اگر یہ مثالیں ملیں گی تو خاندان نبوت میں ملیں گی۔

تو لہٰذا جب دُنیا کے رہنماؤں میں آل محمدؐ جیسے رہنما نظر نہیں آتے تو ضرورت اس بات کی ہے کہ دُنیا کے غلاموں میں آل محمدؐ کے غلاموں کی بھی مثال نظر نہ آئے، نظیر نظر نہ آئے۔ تو ہمارا اخلاقی فرض ہے جس طرح معصومؑ نے فرمایا:۔

كُوْنُوا لَنَا زَيْنًا وَلَا تَكُوْنُوا عَلَيْنَا شَيْنًا

جہاں رہو، جس ماحول میں رہو، جس معاشرہ میں رہو ہمارے لیے باعث زیب وزینت بن کے رہو، ہمارے لیے باعث عیب وعار نہ بنو۔ لوگ تمہیں دیکھیں تو ہمارے حق میں دُعائیں کریں کہ:

رَحِمَ اللّٰهُ جَعْفَرَ ابْنَ مُحَمَّدٍ

خدا رحمت کی بارش برسائے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر

كَيْفَ اَدَّبَ اَصْحَابَه

انہوں نے اپنے ساتھیوں کو کیسا با خلق بنا دیا ہے، کتنا شریف آدمی بنا دیا ہے، کتنا نجیب الطرفین بنا دیا ہے۔ فرمایا اچھے کام تم کرو گے لوگ ہماری مدح و ثناء کریں گے۔ اور اگر خدانخواستہ تمہارا کردار بگڑ گیا تو بُرائیاں تم کرو گے لوگوں کی انگلیاں ہماری طرف اُٹھیں گی کہ جن کے غلام ایسے ہیں اُن کے پیر بھی ایسے ہوں گے۔ فرمایا ہمارے لیے باعث زیب وزینت بننا، باعث ننگ وعار نہ بننا۔ یہ ہیں اسلام کے پانچ اجزائے ترکیبی۔

- ☆ پہلا یہ کہ آدمی کا عقیدہ صحیح ہو۔
- ☆ دوسرا جزء یہ تھا کہ آدمی عبادت گزار ہو۔
- ☆ تیسرا جزء یہ تھا کہ معاملات لوگوں سے اچھے ہوں۔
- ☆ چوتھا جزء یہ تھا کہ آدمی کا اخلاق اچھا ہو۔
- ☆ اور پانچواں جزء یہ تھا کہ آدمی کی روٹی حلال اور پاکیزہ ہو۔

یہ پانچ اجزاء جب اکٹھے ہو جائیں تو اسلام کا ڈھانچہ مکمل ہو جاتا ہے۔
دُعا ہے کہ خالق کائنات ہمیں سچا سُچا مسلمان بن کر جینے مرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہمارا عمل بتائے کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہماری گفتار بتائے، ہماری رفتار بتائے، ہمارے اخلاق و اطوار بتائیں، ہمارے لیل و نہار بتائیں، ہمارے علامت بتائیں، ہمارے صفات بتائیں کہ ہم مسلمان ہیں اور اہل ایمان ہیں اور محمدؐ و آل محمدؐ کے سچے سُچے غلام ہیں۔ (نعرہ)

مصائب شہادت حضرت علی اکبر علیہ السلام

میرے دوستو، عزیزو اور بزرگو! یاد رکھو یہ اسلام جو ہم تک پہنچا ہے یہ بڑی قربانیوں کے بعد پہنچا ہے، سستا نہیں ملا، مُفت میں نہیں ملا۔ حقیقت کی عینک لگا کر دیکھا جائے، تاریخ عالم کو پڑھا جائے تو آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک، علیؑ ولی سے لے کر مہدیؑ دوراں تک تمام کی محنتیں کام آئیں ہیں تب اسلام ہم تک صحیح شکل میں پہنچا ہے اور خاص طور پر سارے نبیوں کی محنتیں ایک طرف علیؑ و بتولؑ کی زحمتیں ایک طرف، نبی خاتمؐ کی محنتیں بھی ایک طرف، اگر حسینؑ ابن علیؑ مشکل وقت میں اسلام کو نہ بچاتے، سب کچھ قربان کر کے اسلام کو زندہ جاوید نہ بناتے تو میں یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں سمجھتا، آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک ہر نبی کی محنت پہ پانی پھر جاتا۔

امام عالی مقامؑ نے جب اٹھائیس رجب المرجب کو نانے کے مدینے کو چھوڑ کے کربلا کی طرف براستہ مکہ مکرمہ روانہ ہوئے تو اسلام کی بیماری کا علاج کرنے کے لیے ہر نسخہ چھوٹا، بڑا ساتھ لے لیا تھا۔ کپڑے بھی ساتھ، پٹی باندھنے کے لیے بہنوں، بیٹوں کے بُرقعے بھی لے لیے تھے۔ چھوٹے نسخے بھی ساتھ جناب علی اصغرؑ جیسے نسخے، جناب علی اکبرؑ اور جناب ابوالفضل العباسؑ جیسے بڑے نسخے بھی لے لیے اور وقت آنے پر ہر نسخہ اپنے مقام پر، اپنے موقع پر استعمال کیا۔

میں عرض کرتا ہوں میں نے خود واقعات پر بحمد للہ بڑی مفصل کتاب لکھی ہے۔ لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کیفیت حضرت امام حسینؑ کی اپنے شہزادے علی اکبرؑ کو میدان کارزار میں بھیجتے وقت ہوئی وہ کسی شہید کی رخصت کے وقت نظر نہیں آتی۔ جب ہم شکل پیغمبر کڑیل جوان بیٹا موت کی طرف روانہ ہونے لگا تو امام عالی مقامؑ نے دست دُعا بلند کیے:۔

اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ عَلٰی ھٰؤُلَآءِ الْقَوْمِ

اے میرے پروردگار گواہ رہنا:۔

لَقَدْ بَرَزَ اِلَیْھِمْ غُلَامٌ اَشْبَہُ النَّاسِ خَلْقًا وَ خُلُقًا وَ مَنْطِقًا بِرَسُوْلِكَ

اب میں اُس جوان کو میدان میں بھیج رہا ہوں، اُس لختِ جگر کو موت کے منہ میں بھیج رہا ہوں جو گفتار میں، کردار میں، شکل میں، صورت میں ساری کائنات سے بڑھ کر تیرے نبیؐ کے ساتھ مشابہت رکھتا تھا۔ اور جب تیرے نبیؐ کی زیارت کے ہم مشتاق ہوتے تھے تو اکبرؑ کے چہرے کی زیارت کر لیتے تھے۔ اُس کے بعد امامؑ نے آپ کمر کے ساتھ تلوار لٹکوائی، لباس پہنایا، جنگی

لباس پہنانے کے بعد جب موت کی طرف روانہ کیا تو فرمایا اچھا بیٹا خدا حافظ۔

شہزادہ میدان میں گیا علیؑ کی شجاعت کا وارث علیؑ، حیدر کرار کا پوتا علیؑ، اب جب میدان میں نکلا تو کسی ناری کو جرأت نہیں ہوتی تھی کہ مقابلے میں آئے، شہزادے نے تھوڑی دیر انتظار کیا مد مقابل طلب کیا، لیکن جب کوئی نہیں نکلا تو تین دن کے بھوکے پیاسے شیر نے حملہ کر دیا اور ایک سو بیس ناریوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد جب زخموں سے چور چور ہو گئے، پیاس کی شدت سے نڈھال ہو گئے، تو گھوڑے کی باگیں موڑیں اور اپنے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا اَبَتَاہُ بابا جان

یَا اَبَةِ! اَلْعَطَشُ قَدْ قَتَلَنِیْ

پیاس نے مجھے مار دیا

وَثِقْلُ الْحَدِیْدِ قَدْ اَجْهَدَنِیْ

اب لوہے کے اوزار بھی مجھ سے اُٹھائے نہیں جا سکتے

فَهَلْ اِلٰی شَرْبَةٍ مِّنَ الْمَآءِ سَبِیْلٌ؟

بابا جان کوئی پانی کا ایک گھونٹ مجھے مل سکتا ہے؟

یہ شہزادے کا سوال کرنا تھا کہ امامؑ عالی مقام رونے لگے فرمایا بیٹا یہ شان کا مقام نہیں، یہ امتحان کا وقت ہے۔

پانی بند ہے میں کہاں سے پانی لاؤں؟ اکبرؑ جیسا جوان بیٹا پانی مانگے اور بابا پلا نہ سکے۔ کوئی والد اپنے بارے میں سوچے کہ بیٹا سوال کرے تو باپ کی کیا حالت ہو گی اِتنا فرمایا کہ بیٹا جاؤ تیرا نانا اور تیرا دادا تیرے انتظار میں کھڑے ہیں وہ تمہیں شراباً طہوراً کا ایسا جام پلائیں گے کہ پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ شہزادہ پھر میدان میں گیا لیکن زخموں سے چور اور پیاس سے

بڑھال ۔ لہٰذا اس حالت میں بھی اسی ناریوں کو واصل جہنم کیا ۔ جب دو سو ناریوں کو جہنم واصل کر چکے تو ایک بد بخت نے تلوار کا وار کیا اور بروایتے گرز لوہے کا مارا کہ شہزادے کے سر کے دو ٹکڑے ہو گئے ۔ شہزادہ گھوڑے کی زین پہ سنبھل نہ سکا، گھوڑے کے گلے میں اپنی باہیں ڈال دیں اور اُوپر جھک گئے ۔ جب ظالموں کو پتہ چلا کہ شہزادہ لڑنے کے قابل نہیں رہا، بزدلوں نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا ۔ کوئی تلوار مارتا، کوئی نیزہ مارتا کوئی تیر، شہزادے کو چھلنی چھلنی کر دیا ۔ جب گھوڑے سے گرنے لگے تو آواز دی: ۔

يَا أَبَتَاهُ عَلَيْكَ مِنِّيْ سَلَامٌ

بابا جان! اکبر کا آخری سلام قبول ہو ۔ سید الشہداؑ گھوڑے پہ سوار ہوئے جدھر سے آواز آئی تھی اُدھر گھوڑا دوڑایا، ابھی چند قدم کا فاصلہ باقی رہتا تھا کہ شدت غم سے نڈھال ہو کر امام عالی مقامؑ نے اپنے آپ کو گھوڑے سے نیچے گرا دیا اب حالت یہ ہے کہ کبھی اُٹھتے ہیں، کبھی بیٹھتے ہیں، کبھی گرتے ہیں، کبھی سنبھلتے ہیں ۔ جب کڑیل جوان بیٹے کی لاش اقدس پہ پہنچے، دیکھا شہزادہ خاک وخون میں غلطان زمین پر دراز تھا ۔ امامؑ لیٹ گئے اور اپنا رُخسارہ شہزادے کے رُخسار پہ رکھا اور یہ پہلا مقام تھا کہ امامؑ اتنی بلند آواز سے روئے کہ دشمنوں نے بھی آپؑ کے رونے کی آواز سنی اور روتے ہوئے فرمایا: ۔

عَلَى الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعَفَا

اے علی اکبرؑ! تیرے بعد زندگیٔ دُنیا پہ خاک ہے اب جینے کا کوئی مزا نہیں رہ گیا ۔ اُس زندگی پہ خاک ہے جو تیرے بعد گزاری جائے اور یہ بھی فرمایا: ۔

لَقَدْ سَرِهْتَ مِنْ هَمِّ الدُّنْيَا وَغَمِّهَا وَبَقِيَ أَبُوْكَ فَرِيْدًا وَحِيْدًا

بیٹا تم تو دُنیا کے دکھوں سے چھٹکارا پا گئے، آپ بارگاہ خدا میں پہنچ گئے

اور اپنے باپ کو نہیں دیکھا کہ میں غریب تنہا رہ گیا ہوں، دشمنوں کے نرغے میں گھرا ہوا ہوں، میرا انتظار تو کر لیتے۔

میں کیا عرض کروں اُس کے بعد امامؑ نے حکم دیا بنی ہاشم کے جوانوں کو کہ آؤ میرے ساتھ لاش کو اُٹھاؤ اور جا کر قتل گاہ میں رکھو۔ امامؑ جب واپس خیمے میں گئے آخری جملہ امامؑ کی حالت یہ تھی کہ آنکھیں ساون کے بادل کی طرح برس رہی تھیں۔ امام زار و قطار رو بھی رہے تھے، لڑکھڑا بھی رہے تھے تو بیبیاں حلقہ باندھ کر آ گئیں۔ کوئی کہتی ہے اکبر کہاں ہے؟ کوئی کہتی میرا بھائی کہاں ہے؟ جناب سکینہ آگے بڑھی کہنے لگی بابا آپ روتے کیوں ہیں، دائیں بائیں دیکھتے کیوں ہیں؟ مجھے جلدی بتاؤ میرے بھائی علی اکبرؑ کو تو خیریت ہے؟ جب امام عالی مقامؑ نے فرمایا کہ:۔

کمینوں نے تیرے بھائی کو شہید کر دیا ہے، تیرے بھائی کو لعینوں نے شہید کر دیا ہے۔ تو بیبیوں نے وہ کہرام ماتم بپا کیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ کربلا کی زمین قیامت کے زلزلے کی زد میں آ گئی ہے اور قیامت کبریٰ قائم ہو گئی ہے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَىَّ مُنْقَلِبُ يَنْقَلِبُوْنَ۔ وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

آخری مجلس

حقیقت اسلام

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین

حقیقت اسلام

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاَهْلِ بَیْتِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِهِ الْمُبِیْنَ وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِیْنَ:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ○

(سورہ آل عمران)　　　　(صلوات)

خالق کائنات اور مالک موجودات کے اس فرمان واجب الاحترام کا ترجمہ اور حاصل مطلب یہ ہے اے ایمان کے دعویدارو! اللہ سے اُس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے اور اُس وقت تک موت کی آغوش میں مت جاؤ جب تک پہلے صحیح معنوں میں سچے سُچے مسلمان نہ بن جاؤ۔ اور پھر اللہ کے دین والی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ بازی اور اختلاف سازی نہ کرو۔　　(صلوات)

میرے عزیزو، دوستو اور بزرگو! جو حضرات روزانہ تشریف لا رہے ہیں اُن کو علم ہوگا کہ میں نے پہلے دن یہ اعلان کیا تھا، اظہار کیا تھا کہ ہمارا دین اسلام وہ دین ہے جو خالق کائنات کا پسندیدہ دین ہے، اُس کی بارگاہ میں قابل قبول دین

دین و دُنیا کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا ضامن دین ہے اور خالق کائنات کی خوشنودی کا پروانہ حاصل کرنے کا اور اللہ کی ناراضگی سے بچنے کا واحد ذریعہ ہے۔ اور اُس دین اسلام کے بارے میں خالق فرماتا ہے جب تک پہلے صحیح معنوں میں مسلمان نہ بن جاؤ اُس وقت تک موت کی آغوش میں نہ جاؤ۔

حقیقی اسلام کی تلاش

اب دیکھنا یہ ہے کہ جب ایک اسلام کے تہتر اسلام بن چکے ہیں تو حقیقی اسلام کیا ہے؟ اور حقیقی تفسیر اسلام کیا ہے؟ تعبیر اسلام کیا ہے؟ تو میں نے عرض کیا تھا کہ اس کا ذریعہ، اس کا وسیلہ، اس کا طریقہ سوائے آلِ محمدؐ کے دروازے پہ دستک دینے کے کوئی اور نہیں ہے:۔

اَهْلَ الْبَيْتِ اَدْرٰى بِمَا فِي الْبَيْتِ

گھر والے بہتر جانتے ہیں کہ گھر میں کیا ہے۔ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب "سیرت نعمان" میں اپنے امام ابوحنیفہ کے حالات میں کتاب لکھی ہے اُس میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ نے جو کچھ حاصل کیا وہ آلِ محمدؐ کے چھٹے امام سے کیا۔ یہ اُن کی صحبت کا فیض تھا کہ وہ امام بنے۔ پھر وہاں اپنے ایک عالم ابن تیمیہ حرانی کا قول لکھتے ہیں جس نے کہا تھا کہ حضرت امام ابوحنیفہ نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے کچھ نہیں پڑھا، وہ کہتے ہیں کہ یہ ابن تیمیہ کی خیرہ چشمی ہے، کوتاہ اندیشی ہے جو انکار کر رہے ہیں ورنہ امام ابوحنیفہ لاکھ مجتہد ہوں اور لاکھ فقیہ اُن کو علم و فضل و کمال میں کیا نسبت ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے ساتھ کیونکہ علم تفسیر ہو یا علم حدیث، علم فقہ ہو یا باقی دوسرے اسلامی علوم یہ آلِ محمدؐ کے گھر سے نکلے ہیں:۔

وَاَهْلَ الْبَيْتِ اَدْرٰى بِمَا فِي الْبَيْتِ

گھر والے بہتر جانتے ہیں کہ گھر میں کیا ہے۔ یہ علامہ شبلی نعمانی کی شہادت ہے جو نعمانی النسل بھی ہیں اور نعمانی المسلک بھی ہیں۔لہٰذا یہ ماننا پڑتا ہے کہ گھر کا کوئی بچہ بھی ہوتو وہ دوسرے عالموں سے بھی بہتر جانتا ہے کہ گھر کے اندر کیا ہے؟ چہ جائیکہ گھر والے بھی ہوں اور اعلم الامت بھی ہوں۔پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا تھا جیسا کہ ابن عبد البر نے اپنی کتاب "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب" میں لکھا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:۔

اَعْلَمُ اُمَّتِیْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ

قیام قیامت تک جو نسلیں میری اُمت میں پیدا ہوں گی آج کے دور سے لے کر قیامت تک جتنے لوگ پیدا ہوں گے اور جتنے موجود ہیں سب سے اگر کوئی بڑا عالم ہے تو حیدر کرارؑ ہے کوئی اُن کے برابر نہیں ہے۔

اسلام کی اصل حقیقت

لہٰذا ہم نے حیدر کرارؑ اور اُن کی عترت اطہار سے پوچھا کہ مسلمان بن کر جینے مرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اور اسلام کی اصل حقیقت کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اسلام پانچ چیزوں کے مجموعے کا دوسرا نام ہے:۔

- ☆ پہلی چیز آدمی کا عقیدہ صحیح ہو۔
- ☆ دوسری چیز آدمی کا عمل صحیح ہو۔
- ☆ تیسری چیز یہ ہے کہ آدمی کا لوگوں سے معاملہ صحیح ہو،۔
- ☆ چوتھی یہ ہے کہ آدمی کا اخلاق صحیح ہو۔
- ☆ اور پانچواں جزء اسلام یہ ہے کہ آدمی کی معیشت یعنی روٹی صحیح ہو۔

یہ پانچوں چیزیں اگر اکٹھی ہو جائیں تو اسلام کا ڈھانچہ مکمل ہو جاتا ہے۔ الحمد للہ سابقہ مجالس میں پانچوں چیزیں مفصل طور پر بیان ہو چکی ہیں جو پہلے

دن سے حاضر ہو رہے ہیں اُن کو یاد ہوگا کہ اسلام کے یہ پورے ارکان خمسہ بیان بھی ہو چکے ہیں اور پانچوں ارکان پر قرآن اور آل محمدؐ کے فرمان کی روشنی میں مکمل تبصرہ بھی کیا جا چکا ہے۔ آج میں چاہوں گا اس عشرہ کی آخری مجلس میں آج وہ تیسرا حکم جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو۔ کچھ اتفاق اور اتحاد کے بارے میں گفتگو ہو جائے اور جس بُرے کام سے خالق نے خصوصی طور پر اہل ایمان کو روکا ہے کہ اپنے اندر انتشار پیدا نہ کرو، خلفشار پیدا نہ کرو، اختلاف سازی اور فرقہ بازی کی کچھ مذمت بھی ہو جائے، اُس کے نقصانات پر کچھ گفتگو بھی ہو جائے۔ (صلوات)

قوموں کے عروج وزوال کے اسباب

تو عزیزان گرامی اور بزرگان قوم! میں نے جہاں تک تاریخ عالم کا مطالعہ کیا ہے کہ:۔

- ☆ قومیں بنتی کس طرح ہیں؟
- ☆ اور قومیں بگڑتی کس طرح ہیں؟
- ☆ قوموں کے عروج کا راز کس بات میں ہے؟
- ☆ اور قوموں کے زوال کا سبب کیا ہے؟

اس پر بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں انگلش میں، عربی میں، فارسی میں، اُردو میں تمام زبانوں میں اُمت کے زوال اور اُمت کے عروج پر گفتگو کی گئی ہے۔ لیکن میں اتنا عرض کروں گا کہ اس وقت تفصیل میں جانے کا وقت نہیں جتنے اسباب قوموں کی ترقی کے محققین نے گنوائے ہیں، جتنے قوموں کے زوال کے اسباب محققین نے گنوائے ہیں۔ جب ان تمام اسباب کو اکٹھا کیا جائے تو ترقی کے اسباب اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتے جب تک اتحاد کو شامل نہ کیا جائے اور

کسی قوم کے زوال اور فناء ہونے کے اسباب اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتے جب تک خلفشار و انتشار کو شامل نہ کیا جائے ۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی قوم اُس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک اُس کی صفوں میں اتحاد نہ ہو، افکار میں ہم رنگی نہ ہو اور اپنے کردار میں یک رنگی نہ ہو ۔ اگر کسی کا منہ ہو مشرق کی طرف، کسی کا منہ ہو مغرب کی طرف، کسی کا جنوب کی طرف اور کسی کا شمال کی طرف ۔ اور وہ کہے کہ یہ غلط ہے اور وہ کہے کہ یہ غلط ہے اُس قوم کی تباہی مقدر ہو چکی ہے ۔ (صلوات)

اتحاد و اتفاق

اس لیے خالق اکبر نے فرمایا کہ اللہ کے دین والی رسی کو مضبوطی سے پکڑو، جو خدا فرماتا ہے، دین بنانے والا خدا ہے، دین پہنچانے والے کا نام مصطفؐے ہے، دین پھیلانے والوں اور بچانے والوں کا نام ائمہ ھدیٰ ہے ۔ آپ ان کی یک رنگی کو دیکھیں جو کچھ خالق کائنات فرماتا ہے اللہ نے خود شہادت دی ہے کہ مصطفؐے بھی وہی فرماتا ہے :-

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿٣﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿٤﴾ (سورہ النجم)

جب تک پیغمبرؐ اللہ کی وحی کا مطالعہ نہیں کرتا اُس وقت تک منہ کھولتا ہی نہیں ہے، زبان اقدس سے کچھ بولتا ہی نہیں ہے ۔

لہٰذا جو اللہ فرماتا ہے وہی پیغمبرؐ فرماتا ہے اور جو اللہ چاہتا ہے وہی آل محمدؑ چاہتے ہیں ۔ سورہ دہر کو پڑھیں جو آل محمدؑ کا خالق اکبر کا لکھا ہوا قصیدہ ہے :-

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ

او میرے اہلبیت نبوت آپ کے دلوں میں اُس وقت تک کوئی ارادہ ہی پیدا نہیں ہوتا جب تک آپ پہلے اللہ کی مشیّت کا مطالعہ نہیں کرتے ۔ تو پیغمبرؐ کا بولنا اللہ کی وحی کے تابع نظر آتا ہے اور آل محمدؑ کا ارادہ کرنا مشیّت پروردگار کے

عین مطابق نظر آتا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ ان میں اتفاق ہے یہ نہیں کہ خدا کا قرآن کچھ اور فرمائے اور نبیؐ کچھ اور فرمائیں اور علیؑ اور اولادِ علیؑ کچھ اور فرمائیں۔ بلکہ سب کا قول و فعل ایک ہے۔اس سے پتہ چلا کہ اتحاد میں برکت ہے، اتفاق میں برکت ہے، اتحاد میں عزت ہے۔ وہ قومیں جن کی صفوں میں اتحاد ہوتا ہے اُن کو ترقی کرنے سے کائنات کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی اور جس قوم کی صفوں میں انتشار پیدا ہو جائے اُس قوم کو برباد ہونے سے کوئی قوت بچا نہیں سکتی۔ (نعرہ)

نااتفاقی کا اثر

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ جس گھر میں میاں بیوی کی لڑائی شروع ہو جائے صبح بھی لڑائی اور شام بھی لڑائی وہ گھر دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔ یا میاں نہیں ہے یا بیوی نہیں ہے۔ آخر اُن کے درمیان جدائی ہو جائے گی، بچے اُن کی زندگی میں یتیم ہو جائیں گے۔ جس محلے میں باہمی جنگ وجدل شروع ہو جائے وہ محلہ برباد ہو جاتا ہے۔ جس شہر میں جنگ وجدل شروع ہو جائے وہ شہر تباہ ہو جاتا ہے اور معاف رکھنا جس ملک میں خانہ جنگی شروع ہو جائے تو غیر کو پھر حملہ کرنا نہیں پڑتا وہ آپس میں لڑ لڑ کے جھگڑ جھگڑ کے ملک کو برباد کر دیتے ہیں۔

ترقی کی وجوہات

اسی بنا پر اقبال نے کہا تھا:۔

ؔ آ، تجھ کو بتاؤں میں تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

- آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ قومیں بنتی کس طرح ہیں اور قومیں بگڑتی کس طرح ہیں؟
- قومیں ترقی کس طرح کرتی ہیں اور قومیں زوال پذیر کس طرح ہوتی ہیں؟

وہ کہتے ہیں جس قوم کے اندر علم پیدا ہو جائے، قوت عمل بیدار ہو جائے اور صفوں میں اتحاد پیدا ہو جائے اُس قوم کو ترقی کرنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور جس قوم میں علم کی جگہ جہالت آجائے، عمل کی جگہ بدعملی آجائے، اتحاد کی جگہ انتشار و خلفشار آجائے اگر کوئی چاہے تو اُس قوم کو برباد ہونے سے بچا نہیں سکتا۔ لہٰذا اللہ کا ازل سے یہ قانون ہے اور ابد تک یہی رہے گا۔ اللہ ہمارے حال پہ رحم فرمائے۔

آج کے علماء کی روش

آج ہم اُس دور سے گزر رہے ہیں کہ وہ علمائے کرام جنہوں نے لوگوں کو اسلام بتانا تھا، جنہوں نے لوگوں کی صفوں میں اتحاد پیدا فرمانا تھا وہ خود جوتوں میں دال بانٹ رہے ہیں۔ جو اخبار پڑھتے ہیں وہ بھی جانتے ہوں گے جو ریڈیو یا ٹی وی پہ خبریں سنتے ہیں یا پڑھتے ہیں وہ بھی دیکھ رہے ہوں گے کہ آج کیا فتنے کھڑے ہیں؟ کوئی کہتا ہے کہ فلانہ چالیس ہزار آدمیوں کا قاتل شہید ہے، کوئی کہتا ہے اُس کو شہید کہنا شہادت کی توہین ہے۔ اور کوئی ملا کہتا ہے اگر امریکہ کسی کتے کو بھی مارے گا میں اُس کو بھی شہید کہوں گا (معاذ اللہ)۔ اس سے بڑھ کر شہادت کی کیا توہین ہو سکتی ہے؟

الغرض کوئی پاکستان کی افواج کو جو اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے ملک کی صفوں کی حفاظت کر رہے ہیں اور آپ کے مال اور جان کی حفاظت کر رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے اُن کی موت شہادت نہیں ہے۔ وہ مر جائیں تو اُن کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا ہی جائز نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر بھی ملک و ملت کے ساتھ غداری ہو سکتی ہے؟

فضول مباحثے

لہٰذا علماء کرام کا کام یہ تھا ہماری حالت، اللہ معاف کرے وہی ہے کہ

جب بغداد پر ہلاکو خان نے حملہ کیا تھا تو علماء کرام ان بحثوں میں الجھے ہوئے تھے کہ جب اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمانوں کی طرف اُٹھایا تو اُس نے خمیری روٹی کھائی تھی یا فتیری روٹی کھائی تھی۔ کوئی کہتا ہے یہ غلط ہے کوئی کہتا وہ غلط ہے۔ پھر حضرت موسیٰؑ کے بارے میں جب کوہ طور پر گئے اُن کے کپڑوں کا رنگ سفید تھا یا نیلا یا پیلا تھا۔ اِن بحثوں میں اُلجھے ہوئے تھے جس طرح آج کہہ رہے ہیں وہ کافر اور یہ کافر۔

اللہ کے بندو! حضرت عیسیٰ نے جو روٹی بھی کھائی تھی خمیری تھی یا فتیری تھی اِس کا آپ کے اسلام سے کیا تعلق ہے۔ حضرت موسیٰؑ جب کوہ طور پہ گئے تھے تو جوتیاں کس چمڑے کی تھیں اور کپڑے کس رنگ کے تھے؟ اور اُن کا عصا کس لکڑی کا بنا ہوا تھا؟ اِن چیزوں کا دین و مذہب سے تعلق کیا ہے؟

علماء کی ذمہ داریاں

یہی بات ہے جب کسی قوم کے بُرے دن آجائیں وہ فضول باتوں میں پڑ کر اپنی توانائیاں برباد کر دیتی ہے۔ اور جب کسی قوم کے اچھے دن آجائیں تو وہ فضول باتوں کو چھوڑ کر کام کی باتوں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ (نعرہ)

یا پھر علماء کرام جن کے بارے میں پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا تھا:۔

اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءُ

کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ یا رسول اللہ! ہر بندے کا وارث اُس کی اولاد ہوتی ہے اولاد نہ ہو تو باقی رشتہ دار ہوتے ہیں۔ فرماؤ کہ یہ علماء انبیاء کے وارث کس طرح ہیں؟ فرمایا یہ اُن کے علم و عمل کے وارث ہیں۔ اُن کے مال اور زر کے کچھ چھوڑ جائیں تو اُن کے قرابت دار وارث ہوتے ہیں لیکن جو علم و عمل چھوڑ جائیں اُس کے وارث علماء کرام ہوتے ہیں۔

اب چاہیے تو یہ تھا کہ نبیوں کا کام ہے کافروں کو مسلمان بنانا، بے ایمانوں کو مومن بنانا، بدعملوں کو نیکوکار بنانا، لڑنے والوں کے درمیان صلح کرانا، اُن کو آپس میں منانا اور اکٹھا بٹھانا۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وراثت انبیاء کے وارثوں نے آج مسلمانوں کو کافر بنانا شروع کر رکھا ہے، مومنوں کو بے ایمان بنانے کا دھندہ شروع کر رکھا ہے، لوگوں کے نکاح کرانے کی بجائے نکاح تڑوانے کا شغل اختیار کر رکھا ہے اور لڑنے والوں کو منانے کی بجائے منے ہوئے بھائیوں کو لڑانے کا شغل اختیار فرما رکھا ہے۔ کیونکہ اِس سے زیادہ آسان کام روٹی کمانے اور حلوہ کھانے کا کوئی اور نہیں ہے۔　　　(صلوات)

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

؎　مجھ کو تو سکھا دی ہے افرنگ نے زِندیقی

اس دَور کے مُلّا ہیں کیوں ننگِ مسلمانی

حالانکہ اقبال نے بالکل بجا کہا تھا یا مولانا حالی نے کہا: ۔

ع　مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

بار ہا گفتم و بار دگر می گویم

کہ ہر بندے کی شکل الگ ہے، صورت الگ ہے، وضع الگ ہے، قطع الگ ہے، رنگ روپ الگ ہے، قد کاٹھ الگ ہے۔ کبھی آدمی رنگ روپ پہ نہیں لڑتے، قد کاٹھ پہ نہیں لڑتے اگر لڑتے ہیں تو زن کے لیے، زمین کے لیے یا پھر زر کے لیے یا چودہراہٹ کے لیے۔ تو دین و مذہب کے نام پر لڑنے مرنے کا کیا مطلب ہے؟ لہٰذا پھر ماننا پڑتا ہے کہ خالق نے جہاں شکلیں الگ الگ بنائی ہیں تو عقلیں بھی الگ الگ بنائی ہیں۔ ہر بندے کی شکل الگ، اُس کی عقل الگ۔

لہٰذا جب عقل الگ ہے تو عقل کی سوچ کا زاویہ بھی الگ ہوگا، اُس کی اپروچ بھی الگ، اُس کا کاروبار بھی الگ ہوگا۔ لہٰذا ایک بندہ کہتا ہے کہ میری نظر میں فلاں مذہب صحیح ہے، دوسرا کہتا ہے میری نگاہ میں فلاں مسلک صحیح ہے، تیسرا کہتا ہے نہیں میری عقل کے مطابق فلاں مکتبہ فکر جو ہے وہ صحیح ہے۔ تو موسیٰ بدینِ خود اور عیسیٰ بدینِ خود

ہوسِ اقتدار

لہٰذا ہر بندے کو خالق اکبر اختیار دیتا ہے جس کو چاہے وہ مسلک اختیار کریں:۔

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ

دین میں کوئی جبر و تشدد نہیں ہے۔ کسی مسلک والے کو ڈنڈا ہاتھ میں لے کر یا تلوار برہنہ ہاتھ میں لے کر اور ڈنڈا چلا کر یا تلواروں کے وار کر کے اُس کو مذہب تبدیل کرنے پر اور اپنا دین و مذہب اختیار کرنے پر مجبور کرنے کا شریعت نے کوئی حق نہیں دیا ہے۔

- ☆ لہٰذا لڑائی کا کیا مطلب؟
- ☆ مار کٹائی کا کیا مطلب؟
- ☆ تنازعہ کھڑا کرنے کا کیا مقصد؟
- ☆ انتشار پھیلانے کا کیا مقصد؟
- ☆ کسی کو کافر کہہ کر چڑھانے کا کیا مقصد؟
- ☆ کسی کو ملحد کہہ کر اُس کی دل آزاری کرنے کا کیا مقصد؟۔

افسوس ہے کہ:۔

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو

یہ سب ہوس اقتدار ہے، ہوس زر ہے، ہوس طعام ہے، ہوس خوراک

ہے، ہوس پوشاک ہے، ہوس مکان ہے، ہوس سواری ہے۔ ہر بندہ چاہتا ہے کسی طرح روٹی کمائے اور اچھی روٹی کھائے۔

لہٰذا کوئی ہل چلاتا ہے، کوئی دکانداری کرتا ہے، کوئی کلرکی کر کے قلم گھسا کے روٹی کماتا ہے، کوئی ٹوکری اٹھاتا ہے، کوئی روڑی کوٹتا ہے۔ مولانا صاحبان نے سب سے آسان شغل اختیار کر رکھا ہے کہ مسلمانوں کو کافر بناؤ اور مومنوں کو بے ایمان بناؤ اور بھائیوں کو آپس میں لڑاؤ اور روٹی کھاؤ بلکہ حلوہ جلوہ بھی کھاؤ۔ اللہ ہمارے حال پہ رحم فرمائے۔ (صلوات)

دین فروشی

آج میں نے جو جھنگ میں مجلس پڑھی تھی اُس میں ایک جملہ میں نے کہا تھا اور یہ روایت ثقہ ہے نام لینا نہ میرا منصب ہے نہ مجلس کا یہ تقاضا ہے کہ ایسے لوگوں کا نام لیا جائے۔ یعنی ایسے لوگ تاجران خون حسینؑ پیدا ہو گئے ہیں جو ایک منٹ کا ایک ہزار لیتے ہیں کہتے ہیں اور اگر ایک گھنٹہ پڑھاؤ تو ساٹھ ہزار روپے کا انتظام کرو۔ اتفاقاً وہی جھنگ کی بات ہے مجھے ثقہ آدمیوں نے بتایا کہ ساٹھ منٹ کی بجائے اس نے دس منٹ زیادہ پڑھا تو جب بانیوں نے ساٹھ ہزار دیا تو کہنے لگا میں نے دس منٹ زیادہ پڑھا ہے وہ دس ہزار بھی لاؤ۔ ستر ہزار روپیہ ایک مجلس کا جیب میں ڈال کے گیا اور سننے والوں کے پلے یہ پڑا کہ اُن کو شک پڑ گیا کہ اللہ اللہ ہے یا مولا علیؑ اللہ ہیں۔ (صلوات)

دین فروشی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ ہماری حالت یہ ہے لیکن میں معذرت سے کہتا ہوں اور معاف رکھنا میں صرف اُس سودا کرنے والوں کو مجرم نہیں سمجھتا اور صرف اُس کو تاجر خون حسینؑ نہیں سمجھتا بلکہ جو بانیان مجالس مک مکا کرتے ہیں جو ایسے لوگوں سے چک چکا کرتے ہیں وہ بھی برابر کے شریک جرم ہیں۔ (نعرہ)

کئی سالوں کی بات ہے کہ میں ڈیرہ اسماعیل خان گیا وہاں ایک امام بارگاہ تھا اُس کا متولی سید زادہ تھا (پتہ نہیں فوت ہو گیا یا زندہ ہے اللہ کرے زندہ ہو) تو اُس نے مجھ سے پوچھا کہ جناب قاسمؑ کی شادی کربلا کے میدان میں ہوئی تھی؟ میں نے کہا بالکل سفید جھوٹ ہے کوئی شادی نہیں ہوئی ۔ کیونکہ

☆ پہلی بات تو یہ ہے کہ شہزادہ جناب قاسم تیرہ سال کا نابالغ بچہ تھا اور تیرہ سال کے بچے کی شادی نہیں کی جاتی ۔

☆ دوسری بات یہ ہے کہ سیدالشہداءامام حسینؑ کی کل دو شہزادیاں تھیں ایک، جناب فاطمہ جن کو صغریٰ و کبریٰ کہتے ہیں اور دوسری جناب سکینہ ۔ جناب فاطمہ صغریٰ و کبریٰ کی شادی حضرت امام حسنؑ کے بڑے صاحبزادے حسن مثنیٰ سے کربلا کے واقعہ سے پہلے ہو چکی تھی ۔

حسنی سادات کا نصب نامہ وہیں سے چلتا ہے ۔اور آپ خود کہتے ہیں کہ جناب سکینہ کی عمر چھوٹی تھی پھر یہ تو بتاؤ کہ امام عالی مقامؑ نے بھتیجے کی شادی کی تھی تو کس بیٹی سے کی تھی؟

☆ ہم لوگ تو دو مہینے تک محرم و صفر میں شادی کرنے کا تصور بھی نہیں کرتے اور اگر کوئی کرے تو ہم اُس کو دشمن آل محمدؐ کہتے ہیں ۔لیکن اگر امام عالی مقامؑ نے شب عاشورہ اپنی بیٹی اور بھتیجے کی شادی کی ہے تو یہ سنتِ امامؑ بن جائے گی ۔شاہ صاحب کو اور تو کوئی بات نہ آئی کہنے لگے کہ میں متولی ہوں ہر سال میرے پاس ذاکر بھی آتے ہیں اور مولوی بھی آتے ہیں اور میں نے راتیں تقسیم کی ہوئی ہیں کہ آج علم نکالنا ہے، آج جھولا نکالنا ہے، آج جناب قاسم کی شادی کی مہندی کا جلوس نکالنا ہے آج تک کسی مولوی ذاکر نے مجھے روکا تو نہیں کبھی ٹوکا تو نہیں ہے ۔میں نے کہا شاہ صاحب معاف رکھنا وہ ٹِک ہو کر آتے ہیں اور میں آزاد ہو کر آیا ہوں ۔جو آپ

سے سودا کر کے آئے ہیں کہ یہ لیں گے اور وہ لیں گے ۔ وہ آپ کو کیسے ناراض کریں گے؟ ۔ میں آزاد خیال آدمی ہوں میں نے نہ کسی کے ساتھ کبھی مک مکا کیا ہے نہ چک چکا کیا ہے بلکہ اس فعل کو حرام جانتا ہوں : ۔

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے ابلہِ مسجد ہوں، نہ تہذیب کا فرزند

یہ الگ بات ہے کہ: ۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

(نعرہ)

حقوق کی پہچان

میرے دوستو، عزیزو اور بزرگو! اتحاد قائم ہوتا ہے اُس کے کچھ اسباب ہوتے ہیں، انتشار پیدا ہوتا ہے، خلفشار پیدا ہوتا ہے اُس کے بھی کچھ علل و اسباب ہوتے ہیں ۔ لہٰذا اگر ہمیں اتحاد پیدا کرنا ہے، اپنے ملک میں، اپنے گھروں میں، اپنی قوم میں، اپنی ملت میں تو پہلے ایک دوسرے کے حقوق کو پہچانا پڑے گا پھر ادا کرنا پڑے گا تب اتحاد مکمل ہوگا ۔

حقوق العباد

خود غرضی کا عالم یہ ہے کہ ہر بندہ چاہتا ہے کہ میرے حقوق تو دُنیا ادا کرے لیکن میں آزاد ہوں ۔ ہر بندہ چاہتا ہے کہ اگر میرا بچہ پیدا ہو تو لوگ مجھے مبارک بادیاں آ کر دیں، کوئی میرا نقصان ہو جائے تو لوگ آ کر اظہار افسوس کریں، اگر میں محتاج ہو جاؤں تو میری مدد کریں ۔ ہر بندہ اپنے بارے میں سوچتا ہے ۔ لیکن کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ دوسرے لوگ بھی تم سے یہی توقع

رکھتے ہیں۔ جو لوگوں کے دکھ سکھ میں شامل نہیں ہوسکتا معاف رکھنا مسلمان ہونا تو بعد کی بات ہے جو ایسا خودغرض ہے وہ انسان کہلانے کا بھی روادار نہیں ہے۔ کیونکہ بقول شاعر

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّ وبیاں

حقیقی مسلمان

انسان اُس کو کہتے ہیں جس میں اُنس پایا جائے، جس میں محبت پائی جائے، جس میں بنی نوع انسان کے لیے ہمدردی کے جذبات پائے جائیں۔ کسی یتیم کو دیکھے تو اُسکے سر پر ہاتھ پھیرے، اُس کو پڑھائے لکھائے اگر اُسکے پاس پیسہ نہیں تو اُسکو کتابیں لے کر دے، اُس کی فیس ادا کرے، وہاں تک اُسکی خدمت کرے جب تک وہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو جائے اور ماں کا سہارا نہ بن جائے۔ کسی بیمار کو دیکھے جو ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور اُسکے پاس ڈاکٹر کی فیس ادا کرنے کی بھی رقم نہیں ہے، وہ دوائی کب خریدے گا اُس کا مقدر ہے ایڑیاں رگڑ رگڑ کے مرجانا۔ اُسکا جا کر علاج معالجہ کرائے، اُسکو دوا خرید کے پلائے اور اُس وقت تک اُسکی نگہداشت کرے جب تک وہ جامِ صحت نہ پی لے۔ اگر کسی مصیبت زدہ عورت کو دیکھے کہ بیوہ عورت ہے جس کے کھانے پینے والے بچے تو ہیں پر کمانے والا کوئی نہیں ہے۔ تو اُنکے گھر دانے بھی بھیجے، کپڑے بھی بھیجے، ضروریات زندگی بھی بھیجے۔ اور اگر کوئی اندھا لولہ لنگڑا اور اپاہج ہے اور روزی کمانے کے لائق نہیں ہے تو اُسکی خبرداری بھی کرے، اُسکی نگہداری بھی کرے تاکہ اسکے نان ونفقہ کا انتظام ہو جائے۔ اِسکا نام انسانیت ہے، اس کا نام اسلام ہے اور اِسکا نام ایمان ہے اور اِسکا نام اتحاد ہے۔ (صلوات)

قرآن کہتا ہے:۔

وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۔ (سورہ المائدہ)

جو ایک بندے کی جان بچائے خالق اکبر فرماتا ہے میری بارگاہِ قدرت میں ایسا سمجھا جائے گا کہ اس نے پوری انسانیت کی جان بچائی ہے:۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۔ (سورہ المائدہ)

جو ایک بے قصور کا خون ناحق بہائے نہ اُس نے کسی کو قتل کیا ہو نہ اُس مقتول نے زمین میں فتنہ وفساد برپا کیا ہو۔ اگر کوئی کسی بندے کا رشتۂ حیات قطع کردے بلا کسی وجہ کے، بغیر کسی سبب کے تو فرمایا وہ ایک بندے کا قاتل نہیں ہے اللہ فرماتا ہے کہ میں اُسے پوری انسانیت کا قاتل سمجھ کے جہنم کے حوالے کروں گا۔ اے کاش ہم اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے کی بجائے دوسروں کے حقوق کا بھی خیال کریں۔

حقوق العباد کے متعلق مولا امیرؑ کا فرمان

دل چاہتا ہے کہ مولائے متقیان، امیر مومنان، لنگر زمین و آسمان کے ایک خط کے چند جملے آپکو سناؤں جو نہج البلاغہ میں موجود ہیں۔ مولاؑ نے اتحاد اسلام کو برقرار رکھنے کے لیے، دُنیا کو جنت کا نمونہ بنانے کے لیے، دُنیا سے ہر قسم کا فتنہ وشر کو ختم فرمانے کے لیے ہمیں ایک فارمولا دیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

اِجْعَلْ نَفْسَكَ مِيْزَانًا بَيْنَكَ وَبَيْنَ النَّاسِ

اے میرے نام لیواؤ اپنی ذات کو ترازو بناؤ جو کچھ اپنے لیے پسند کرتے ہو اپنے دینی بھائیوں کے لیے وہی چیز پسند کرو۔

اَحِبَّ لِاَخِيْكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَاكْرَهْ لِاَخِيْكَ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ

ہر وہ چیز جو تم اپنی ذات کے لیے پسند کرتے ہو اپنے دینی بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرو۔ اور ہر وہ چیز جو تمہیں اپنی ذات کے لیے پسند نہیں ہے اسے

اپنے برادر اسلامی کے لیے بھی پسند نہ کرو۔

مثال کے طور پر اگر تم چاہتے ہو کہ جہاں سے گزرو تمہیں لوگ سلام کریں تو تم بھی لوگوں کو سلام کرو۔ اگر تمہاری خواہش ہے کہ لوگ تمہارا گلہ نہ کریں تو تم بھی لوگوں کا گلہ نہ کرو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارا احترام کریں تو تم بھی لوگوں کا احترام کرنا سیکھو۔ اگر تم چاہتے ہو تمہاری عزت و ناموس کی طرف کوئی بُری نگاہ اُٹھا کے نہ دیکھے تو تم بھی لوگوں کی عزت و ناموس کی طرف بُری نگاہ اُٹھا کے نہ دیکھو۔

جاگ رہے ہو، مولاؑ نے کیا جملہ فرمایا؟ اپنی ذات کو ترازو بنالو۔ اس سے علم نفسیات کا بڑا فائدہ کیا ہوگا؟ جو کچھ اپنی ذات کے لیے پسند کرتے ہو دوسروں کے لیے بھی وہی پسند کرو۔ جو چیز اپنی ذات کے لیے پسند نہیں کرتے اپنے ایمانی اور دینی بھائیوں کے لیے وہ پسند نہ کرو۔ پھر دیکھو دُنیا جنت کا نمونہ بنتی ہے یا نہیں؟ دُنیا میں محبت عام ہوتی ہے یا نہیں؟ نفرتیں ختم ہوتی ہیں کہ نہیں؟ اور لڑائیاں ختم ہوتی ہیں کہ نہیں؟۔

لیکن جب تک ہم اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے رہیں گے لوگ ہمارے ساتھ وہی کریں گے جو ہم دوسروں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ جس طرح مشہور ہے کہ ایک آدمی نے اپنے دوست سے کہا تھا کہ "میں تمہارے ہاں آؤں گا تو مجھے کیا کھلاؤ گے اور تم جب میرے گھر آؤ گے تو میرے لیے کیا تحفہ لاؤ گے"؟۔ (صلوات)

ائمہ طاہرینؑ کا طریقۂ کار

ائمہ طاہرینؑ کا طریقہ یہ تھا کہ محتاجوں کو پہلے دیکھتے تھے کہ ہمارے شہر میں کتنے محتاج ہیں؟ کتنی بیوگان ہیں؟ کتنے معذور ہیں اور کتنے اندھے، لولے، لنگڑے ہیں؟ پھر امام علیہ السّلام اپنی جگہ بیٹھ کے انتظار نہیں کرتے تھے کہ یتیم آئیں، بیوگان آئیں داد و فریاد کریں تو ہم اُنکی جھولی میں چار سکے ڈال دیں

گے ۔ ایسا نہیں ہے بلکہ پہلے امامؑ معلوم کرتے تھے پھر اُن کے گھروں میں جا کر اُن کی ضروریات زندگی پوری کرتے تھے ۔ اور خلوص کا یہ عالم تھا کہ اُن کے گھر چیز پہنچانے کے لیے دن کی بجائے رات کا انتخاب کرتے تھے اور وہ بھی اندھیری راتوں میں اور مزید احتیاط کے لیے چہرہ انور پر نقاب بھی ڈال لیتے تھے کہ کوئی پہچان نہ سکے کہ پیغمبر اکرمؐ کی اُمت کے محتاجوں کے گھر ضروریات زندگی پہنچانے والا بزرگوار کون ہے؟ اِس کو کہتے ہیں خلوص نیت ۔ (صلوات)

امام حسین علیہ السلام کا غرباء کی مدد کرنا

روایات میں ہے تین سو گھر مدینے میں ایسے تھے کہ جن کے نان ونفقہ کا انتظام سرکار سید الشہداءؑ فرماتے تھے ۔ رات جب نماز عشاء سے فارغ ہوتے اُس سے بھی ذرا دیر کے بعد جب لوگ اپنے اپنے گھروں میں آرام کرنے لگتے تو امامؑ عالی مقام غریبوں کی ضروریات زندگی اپنے کاندھوں پہ اُٹھاتے، نوکروں کو بھی زحمت نہ دیتے، کسی اور کو بھی نہ کہتے اپنے کاندھوں پہ اُٹھا اُٹھا کے غریبوں مسکینوں کے گھروں میں پہنچاتے ۔ کسی کے گھر آٹا، کسی کے گھر دانے، کسی کے گھر کپڑے، کسی کے گھر گھی، کسی کے گھر نمک، کسی کے گھر مرچ الغرض پوری ضروریات زندگی پہنچاتے تھے ۔ اور جب تک امامؑ نے اپنے جد نامدار کا مدینہ نہیں چھوڑا لوگوں کو پتہ نہیں چلا تھا کہ رات کے اس پہر میں ہمارے گھر ضروریات زندگی پہنچانے والا بزرگوار کون ہے ۔

امام زین العابدین علیہ السلام کا غرباء کی مدد کرنا

اور یہی طریقہ حضرت امام زین العابدینؑ کا تھا جب امامؑ کربلا روانہ ہوئے اور لوگوں کے گھر میں ضروریات زندگی نہ پہنچیں تب پتہ چلا کہ یہ ساری کاروائی جو رات کے وقت کرتے تھے وہ سید الشہداءؑ تھے ۔ امام عالی مقامؑ

جب زندان شام سے آزاد ہو کر آئے پھر اپنے باپ کی سنت کو زندہ کیا اور جب تک امام زین العابدینؑ کا جنازہ نہیں اُٹھا اُس وقت تک لوگوں کو پتہ نہ چلا کہ ہمارے گھروں میں ضروریات زندگی مہیا کرنے والا کون بزرگوار ہے؟۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا غرباء کی مدد کرنا

خلوص کا یہ عالم، ہمدردی کا یہ عالم کہ ایک دفعہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں ایک آدمی کوفے کا کچھ خمس کی رقم لے کر گیا۔ کہنے لگا مولاؑ یہ حق سادات ہے اور آپکا حق، حق امام بھی اس میں شامل ہے۔ اُسکو پتہ تھا کہ امامؑ سارا سادات کے غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیں گے۔ اُس نے کہا مولاؑ میری ایک گزارش ہے اگر آپ سننا پسند کریں؟ امامؑ نے فرمایا بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟۔ اُس نے عرض کیا مولاؑ میں اتنا چاہوں گا کہ یہ پیسہ جس کو چاہیں دیں یتیموں کو دیں، بیوگان کو دیں، سید زادیوں کو دیں، مسکینوں کو دیں لیکن ایک جوڑا کپڑوں کا اپنے لیے بھی خرید لیں کیونکہ آپکے کپڑے بڑے پرانے ہو چکے ہیں اور پیوند لگے ہوئے ہیں۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ ایک جوڑا کپڑوں کا کم از کم اپنے لیے خرید لیں۔

امامؑ نے فرمایا اچھا میں نے سن لیا ہے پیسے یہاں رکھو اور مدینے میں جا کر اعلان کرو کہ مسجد نبوی میں سارے فقراء و مساکین آجائیں۔ تھوڑی دیر میں تل رکھنے کی جگہ نہ بچی۔ امامؑ نے کسی کو پانچ، کسی کو دس، کسی کو سَو، کسی کو پچاس۔ جب سارے پیسے ختم ہو گئے تو لوگ دُعائیں دیتے ہوئے چلے گئے تو اُس مومن نے پھر عرض کیا مولاؑ میں نے بھی کچھ عرض کیا تھا آپ نے اپنے لیے ایک روپیہ بھی بچا کے نہ رکھا۔

تب امامؑ نے فرمایا کہ خالق اکبر نے ہمیں عیش و عشرت کرنے کے لیے پیدا نہیں کیا بلکہ ہمیں پیدا کیا ہے اپنی عبادت کے لیے اور خدمت خلق کرنے

کے لیے۔ تو نے اپنا فرض ادا کر دیا، رقم ادا کر دی، میں نے بھی اپنا فرض ادا کر دیا ہے وہ رقم مستحقوں تک پہنچا دی ہے۔ میرے کپڑے بھی ٹھیک ہیں جو میں نے زیب بدن کیے ہوئے ہیں۔ کہاں ہم جن کے پندرہ پندرہ سوٹ ہوتے ہیں اور کہاں وہ امام عالی مقامؑ جن کا ایک جوڑا ہے اور وہ بھی پھٹا ہوا ہے۔

حضرت علیؑ اور بیت المال

حیدر کرارؑ، خدا گواہ ہے یہ بیان کرتے وقت شرم آتی ہے ہمارے کپڑے ابھی ایسے ہوتے تو ہم خوشی سے بیان کرتے۔ مولاؑ نے جب سنا کہ کچھ لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ علیؑ ایسے ہیں علیؑ ویسے ہیں۔ مولاؑ نے خطبہ دیا تمام حاضرین کے سامنے بیان کیا، یہ مولا علیؑ ہی بیان کر سکتے ہیں اور کوئی مائی کا لال بیان نہیں کر سکتا۔

فرماتے ہیں لوگو! لوگوں نے پیغمبر اسلامؐ کے بعد اپنا دین بدل دیا، اسلام بدل دیا، ایمان بدل دیا، حالات بدل دیے لیکن پیغمبرؐ کی وفات کے وقت جو میرے بدن پر کپڑے تھے میں نے آج تک وہ کپڑے بھی نہیں بدلے۔ (نعرہ)

فرمایا کوفے والو! (یہ مولا علیؑ ہی فرما سکتے ہیں کوئی مائی کا لال نہیں کہہ سکتا) جب میں مدینہ چھوڑ کے یہاں آپ کے کوفہ میں آیا تھا تو میرے بدن پر یہی کرتا تھا یہی کپڑے تھے دوسرا میرے ساتھ ایک غلام تھا جس کا نام قنبرؓ ہے ایک بستر تھا (مولاؑ نے دو چار چیزوں کے نام گنوائے) اگر میں زندہ رہا اور تمہارے کوفے کو چھوڑ کر پھر مدینہ گیا جو کچھ لایا تھا اگر اُس سے زیادہ لے کر جاؤں تو بے شک کہنا کہ علیؑ نے ہماری امانت میں خیانت کی ہے۔ (نعرہ)

لیکن کپڑے بھی وہی ہوں ساز و سامان بھی وہی ہو جو میں مدینہ سے لایا تھا تو پھر کہنا اور اقرار کرنا کہ علیؑ نے بیت المال کا مال خرچ کرنے میں کوئی بد دیانتی نہیں کی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام اور جناب عقیل کی درخواست

جناب عقیلؑ مولا علیؑ کا سگا بھائی ہے اور جناب امیرؑ سے دس سال بڑا ہے، جناب عقیل نے ایک مرتبہ حضرت امیر المومنینؑ کی دعوت کی جب آپ روٹی کھا چکے تو انہوں نے درخواست تھما دی کہ بھائی جان! جی۔ میرے بال بچے زیادہ ہیں اور آپ جو ہمیں ٹھہر یہ دیتے ہیں، وظیفہ دیتے ہیں بیت المال سے وہ میری ضروریات کے لیے تھوڑا ہے ذرا وظیفہ بڑھا دیں۔

جناب امیرؑ نے پہلی جرح یہ کی کہ اگر تمہارا گزارہ نہیں چلتا تھا تو میری دعوت کیسے کی؟ عرض کرنے لگے جناب کچھ پیسے بچاتا رہا جب چار پیسے اکٹھے ہو گئے تو آپ کی دعوت کر دی۔ مولاؑ نے فرمایا اِس کا مطلب یہ ہے کہ تم تھوڑا سا بچا سکتے ہو۔ اِس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہاری تنخواہ گھٹانی چاہیے بڑھانے کی بجائے۔ جناب عقیل نے کہا "یک نہ شد دو شد" مفہوم یہ تھا کہ میں درخواست دے رہا ہوں کہ میری تنخواہ بڑھائی جائے اور آپ سوچ رہے ہیں کہ اور بھی گھٹائی جائے۔ نہیں، بھائی جان ضرور کچھ بڑھاؤ۔

جناب امیرؑ نے انکار کیا جناب عقیل نے بڑے بھائی ہونے کی وجہ سے اصرار کیا۔ جناب نے قنبرؓ کو حکم دیا ذرا آگ جلاؤ، آگ روشن ہو گئی، مولاؑ نے فرمایا لوہے کی ایک میخ لاؤ، سلاخ لاؤ، لوہے کی سلاخ بھی آ گئی۔ پھر جناب نے فرمایا اس کو آگ میں گرم کرو، تپاؤ، وہ تپ بھی گئی لال پیلی ہو گئی مولاؑ نے کسی طرح پکڑی اور جناب عقیل سے کہا بھائی جان ذرا ہاتھ تو بڑھاؤ۔ جناب عقیل نے کہا آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ آگ کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے۔

بھائی جان اگر آپ تنخواہ نہیں بڑھاتے تو نہ بڑھائیں مجھے جلاتے کیوں ہیں؟ تب جناب امیر المومنینؑ نے پورے جذبہ امامت اور جوش ولایت کے ساتھ کہا

اے عقیل! اگر تم دُنیا کی آگ کا مزہ نہیں چکھ سکتے تو تم چاہتے ہو کہ تمہارا بھائی مسلمانوں کے خزانے میں بددیانتی کر کے جہنم کی آگ کا ذائقہ چکھے۔ (نعرہ)

جناب عقیل مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ مولا متقیان نے اُنکا ایک پیسہ بھی نہیں بڑھایا۔ فرمایا جو دوسروں کو دوں گا وہی اپنوں کو دوں گا۔ میرے نزدیک کنبہ پروری اور جنبہ داری کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

تو میں عرض کرتا جاؤں کہ یہی مولاؑ قسیم الجنة و النار ہیں اور جنت کا ٹکٹ اسی مولا علیؑ سے لینا ہے۔ لہٰذا بے شک ہم کہتے رہیں یا علیؑ ہم تو تیرے ہیں پر مولا علیؑ اپنے معیار پر پرکھیں گے کہ جنت میں جانے کا حقدار کون ہے اور جہنم میں گلنے سڑنے کا سزاوار کون ہے؟۔ (صلوات)

حقوق الناس

میرے دوستو! میرا دل چاہتا ہے کہ کبھی پورا عشرہ حقوق الناس پہ پڑھا جائے کہ اللہ نے بندوں کے بندوں پر کیا حق واجب قرار دیے ہیں؟۔

سارا دین حقوق سے بھرا پڑا ہے۔ اللہ کے حق بندوں پر اور بندوں کے حق اللہ پر، نبی کے حق اُمت پر اور اُمت کے حق اپنے نبی پر، امام کا حق اپنے غلاموں پر اور غلاموں کا حق اپنے اماموں پر، ماں باپ کا حق اولاد پر اور اولاد کا حق ماں باپ پر، شوہر کا حق اپنی بیوی پر اور بیوی کا حق اپنے شوہر پر، اُستاد کا حق شاگردوں پر اور شاگردوں کے حق اپنے اُستادوں پر، برادری کا حق برادری والوں پر پھر برادری والوں کا حق اپنے برادری والوں پر، پڑوسیوں کا حق پڑوسیوں پر، پھر ان پڑوسیوں کا حق اپنے پڑوسیوں پر۔

میں کیا عرض کروں دوستوں کا حق دوستوں پر، دشمنوں کا حق دشمنوں پر۔ لہٰذا سارے حقوق کا ماشاء اللہ اتنا طویل سلسلہ ہے اللہ ہمیں سمجھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور ادا کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

والدین کے حقوق

اتنا عرض کرتا جاؤں کہ سارے حقوق کو چھوڑ کر صرف ماں باپ کا احترام، ماں باپ کا حق اپنی اولاد پر اتنا ہے کہ خالق فرماتا ہے تیرے ماں باپ اگر تجھے ڈنڈے ماریں، جوتے ماریں، گالیاں دیں فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ جواب میں تم اُف بھی نہ کرو۔ جوتے کھاتے جاؤ، ڈنڈے کھاتے جاؤ، اُن کی گالیاں سنتے جاؤ اور اُف بھی نہ کرو۔ یعنی آہ بھی نہ کرو بلکہ یوں کہو کہ:۔

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴿۲۴﴾ (سورہ بنی اسرائیل)

اے اللہ! میرے ماں باپ مجھ پر زیادتی کر رہے ہیں، اِن کی زیادتی پر نظر نہ کرنا میرے بچپن میں انہوں نے مجھے پیار دیا ہے اُس کو دیکھ کر اِن کو معاف کر دینا بلکہ ان پر رحم کرنا۔ لہٰذا خدانخواستہ اگر ماں باپ گناہ گار بھی ہوں، بدکار بھی ہوں تو بھی اولاد کا فرض ہے کہ اُن کی خدمت کرے اور احترام بھی کرے۔

اولاد یہ نہ کہے کہ نیک ہوں گے تو میں خدمت کروں گا، بُرے ہوں گے تو اُن کو اپنی حالت پر چھوڑ دوں گا۔ معصومؑ فرماتے ہیں ماں باپ کو اس قدر بھی زحمت نہ دو کہ تمہیں کہیں کہ بیٹا کپڑا لا دو، بیٹا مجھے روٹی کھلاؤ یا مجھے پانی پلاؤ۔ بلکہ تم خود معلوم کرو ماں باپ کی ضرورت کیا ہے؟ قبل اِسکے کہ وہ مطالبہ کریں تو تم اُنکی ضرورت کو پورا کر دو۔ ایک حدیث بیان کر کے ختم کروں گا۔ معصومؑ فرماتے ہیں۔ (صلوٰت)

اگر کوئی ماں باپ کا نافرمان ہو جائے اور اُس بندے پر ماں باپ ناراض ہو جائیں تو اگر یہ عابد بھی ہو، زاہد بھی ہو، عالم بھی ہو، عامل بھی ہو وہ جو کچھ ہو فرماتے ہیں حدیث قُدسی کا مضمون ہے يُقَالُ الْعَاقِ جو ماں باپ کا راندہ بارگاہ ہوتا ہے اُسے کہا جاتا ہے کہ:۔

اِعْمَلْ مَا شِئْتَ اِنِّي لَا اَغْفِرَكَ اَبَدًا

او ماں باپ کو ناراض کرنے والا بیٹا یا بیٹی جو چاہے عمل کر، جو دل چاہتا ہے نیکی کر لیکن یاد رکھ جب تک تیرے ماں باپ تجھ پر راضی نہیں ہیں میری وسیع و عریض جنت میں تیرے لیے کوئی مقام نہیں ہے۔ (نعرہ)

شوہر کے حقوق

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ

جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ ایک دفعہ میں ماں کے فضائل پڑھ رہا تھا تو ایک بابے نے مجلس کے بعد مجھ سے آ کر شکوہ کیا کہ آپ نے مجلس میں ماؤں کے تو حقوق بہت بیان کیے ہیں لیکن بابے بچارے کدھر گئے؟ میں نے کہا گھبراؤ نہیں آپ کی بالا دستی قائم ہے۔ کہنے لگے کیسے؟ میں نے کہا اولاد کے لیے ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے یہی بیان کیا ہے؟ کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا ماں کی جنت شوہر کے قدموں کے نیچے ہے۔ اگر شوہر ناراض ہو جائے خواہ جو بھی وجہ ہو، رات شوہر کا منہ کدھر ہو اور بیوی کا منہ اور طرف ہو تو آسمان کے رحمت والے فرشتے بھی عورت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جو شوہر کو ناراض کر کے سو جائے۔

لہٰذا شوہر کا بھی فرض ہے کہ بیوی کے حقوق ادا کرے اور بیوی کا بھی فرض ہے کہ اپنے شوہر کے حقوق ادا کرے۔ لیکن اگر موازنہ کیا جائے تو شوہر کے حقوق کا پلہ بھاری نظر آتا ہے۔ اس لیے عورت کا فرض ہے کہ اپنے شوہر کی خدمت کرے اور اُس کی جنت جو ہے وہ شوہر کے قدموں کے نیچے ہے۔ اگر شوہر راضی ہے تو خدا و رسولؐ اور آل رسولؑ بھی راضی ہیں۔ اور اگر شوہر ناراض ہے، بیوی روٹھ کر ماں باپ کے گھر چلی جائے تو اُس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا جب تک شوہر کو راضی نہ کرے۔ (صلوات)

مصائب

شہادت حضرت امام حسینؑ

بس میرے دوستو، عزیزو اور بزرگو! اتنی پڑھائی کافی ہے۔ اب مغرب کا ٹائم

ہونے والا ہے اور دل چاہتا ہے کہ سید الشہداؑ کی شہادت پڑھی جائے ۔لیکن وقت تھوڑا ہے اور شہادت کی داستان بہت بڑی طویل وعریض ہے ۔عصر کا وقت ہوگیا:۔

زیر خنجر سید وسبط مصطفیٰ آنے کو ہے
آج وہ وعدہ وفا ہونے کو ہے

لیکن اتنا عرض کرتا جاؤں جب امامؑ کے سارے اصحاب، سارے احباب، ساری اولاد، سارے بھائی، سارے بھتیجے، سارے بھانجے داغِ مفارقت دے چکے اور اللہ کی راہ میں جامِ شہادت پی چکے اور امامؑ یکا وتنہا رہ گئے تو امامؑ نے گھوڑے کی لگامیں خیامِ حسینی کی طرف موڑیں اور جا کے فرمایا: بہن زینبؑ مجھے پرانا لباس لا کر دو تا کہ کوئی میری شہادت کے بعد اُس کو اُتارنے کی کوشش نہ کرے تا کہ میرا ستر قائم رہ جائے ۔بی بی نے لباس دیا امام نے جگہ جگہ سے اُس کو پارہ پارہ کیا اور زیب بدن کرنے کے بعد جب گھوڑے پہ سوار ہوئے اور خیمے سے نکلنے لگے ۔تو میرانیس یا مرزا دبیر نے کہا تھا:۔

شبیرؑ برآمد ہوئے یوں خیمے کے در سے
جیسے نکلتا ہے جنازہ کسی گھر سے

بیبیاں دیکھ چکی تھیں کہ صبح سے لے کر اِس وقت تک جو جاتا ہے وہ واپس نہیں آتا ۔امامؑ کے سارے یار وانصار داغ مفارقت دے چکے ہیں امامؑ آخر وقت تیاری کر کے میدان کارزار کی طرف جا رہے ہیں فرمایا:۔

یَاسَکِینَۃُ وَیَافَاطِمَۃُ وَیَازَیْنَبُ وَیَااُمَّ کُلْثُوْمَ عَلَیْکُنَّ مِنِّیْ سَلَام

اومیری لاڈلی بیٹیو، اومیری پیاری بہنوں حسینؑ کا آخری سلام قبول ہو ۔امامؑ جب خیموں سے سلام کرنے کے بعد باہر نکلے تو جناب سکینہ آگے بڑھی اور بابے سے ایک معصومانہ سوال کیا ۔یَااَبَتَاہ اَسْتَسْلَمْتَ لِلْمَوْتِ بابا یہ فرمائیں کہ

آپ نے موت کے لیے کمر باندھ لی ہے؟ ۔امامؑ نے رو کر فرمایا بیٹی سکینہ جس کا کوئی یار و مددگار نہ رہ جائے، جس کا کوئی دُنیا میں غم گسار باقی نہ رہ جائے وہ مرنے کی تیاری نہ کرے تو اور کیا کرے؟ بی بی نے دوسرا سوال کیا معصومانہ لب ولہجہ میں ۔ بابا اگر آپ شہید ہونے کے لیے جا رہے ہیں تو ہمیں تو مدینے پہنچا دیں، ہمیں نانے کے روضے تک پہنچا دیں ۔امامؑ نے جو جواب دیا اسکا مطلب یہ تھا کہ بیٹی سکینہ مدینہ دور ہے اور تیرا بابا حسینؑ اِس وقت مجبور ہے ۔

امامؑ آئے میدان میں مؤرخین لکھتے ہیں کہ سمجھ نہیں آتی کہ وہ حسینؑ جس کا سِن ستاون برس کا تھا، جسے تین دن کی بھوک بھی تھی اور تین دن کا پیاسا بھی تھا، علی اکبرؑ جیسے جوان بیٹے نے نور بصارت ختم کر دیا تھا، جناب قمر بنی ہاشمؑ جیسے بھائیوں نے زورِ کمر توڑ دیا دیا، جن کا نہ کوئی بڑا رہا، نہ کوئی چھوٹا، نہ کوئی یار اور نہ کوئی انصار، نہ کوئی عزیز باقی رہا، نہ کوئی رشتہ دار وہ لڑنے کے قابل تو نہیں تھا ۔لیکن حسینؑ تیری عظمت پر کائنات قربان امامؑ نے مبارز طلب کیا بس جو آتا، مولاؑ اُسے واصل جہنم کر دیتے ۔کئی ناریوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد پسر سعدؒ نے حکم دیا کہ یک بارگی حملہ کر دو اُدھر سے یک بارگی حملہ ہوا اِدھر حیدر کرارؑ کے لال حسینؑ ابن علیؑ نے بھی اپنی آستین چڑھا کر جب شیرانہ حملہ کیا تو دشمنوں کے لاشوں کے کشتوں کے پشتے لگا دیے اور امامؑ نے ایسے تابڑتوڑ حملے کیے کہ دشمن مقام ذوالکفل تک پہنچ گئے ۔اور بعض تاریخوں میں ملتا ہے کہ مولاؑ نے اس حالت میں ایک ہزار نوسو پچاس ناریوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد پھر بھی بڑھ بڑھ کر حملہ کر رہے تھے کہ آئی آواز غیب سے وعدہ وفا کرو ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۔(سورہ مائدہ آیت ا)

اے ایمان والو! تم لڑنے کے لیے نہیں مرنے کے لیے آئے ہو، اسلام اور انسانیت کی بقاء کے لیے آئے ہو ۔ یہ آواز غیبی کا سننا تھا کہ امامؑ نے تلوار

نیام میں ڈال لی اور ہاتھ پہ ہاتھ رکھا اور اس کے بعد فرمایا:۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

جب ظالموں نے دیکھا کہ امامؑ نے جنگ سے ہاتھ روک لیا ہے تو ایک بزدل نے امامؑ کی پیشانی اقدس کو نشانہ بنایا اور ایسا تیر پھینکا کہ امامؑ کے سینہ سے نکل کر پشت مبارک سے باہر نکل گیا۔ راوی کہتا ہے کہ جو میں چاہوں بھول جاؤں لیکن حسینؑ کی مظلومیت کا وہ منظر کبھی نہیں بھولوں گا کہ امامؑ نے چاہا کہ آگے کی طرف سے تیر کھینچیں پر نوکیں مڑی ہوئی تھیں تیر نہ کھینچ سکے۔ امامؑ گھوڑے کی زین پہ جھکے اور پشت مبارک کی طرف ہاتھ دراز کر کے وہ تیر پشت کی طرف سے کھینچا جب تیر نکلا تو خون کا فوارہ چھوٹا جیسے پرنالہ سے پانی بہتا ہے۔ امامؑ نے نیچے چلو رکھا جب لبریز ہو گیا تو اپنے سر اور ریش مبارک پر مل لیا اور فرمایا اسی حالت میں اپنے نانا کی بارگاہ میں جاؤں گا اور بتاؤں گا کہ نانا آپؐ کی اُمت نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ اسی اثناء میں ایک ظالم نے مولاؑ کے سر اقدس پر تلوار کا وار کیا، دوسرے نے نیزہ سینے میں مارا، تیسرے نے تلوار ہنسلی پہ ماری، امامؑ گھوڑے کی زین پر نہ سنبھل سکے جب زمین پہ آئے اور رخسارے کے بل آئے۔ زیارت ناحیہ کے جملے ہیں میرا سلام ہو اُن رخساروں پر جو زمین کربلا پہ گھسیٹے گئے۔ امامؑ کی قوت ارادی دیکھو کہ امامؑ پھر بھی اُٹھے پھر جب اٹھتے تھے اور چند قدم چلتے تھے تو کوئی ظالم نیزہ مارتا امامؑ گر جاتے، پھر ہمت کر کے چند قدم چلتے کوئی تلوار کا وار کرتا امامؑ پھر گر جاتے آخر جہاں گھوڑے کی زین سے گرے تھے اور جہاں امامؑ کو شہید کیا گیا درمیان میں خاصا فاصلہ ہے جب آخری جگہ پہنچے مختصر کروں کہ شمر ابن ذی الجوشن ملعون امامؑ کو شہید کرنے کے لیے آگے بڑھا تو زینبؑ عالیہ در خیمہ سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ بھائی کی محبت کہتی ہے کہ زینبؑ باہر نکلو اور اپنے بھائی کو بچانے کی آخری کوشش کرو۔ لیکن

شریعت کی حدود کہتی ہیں کہ بی بیؑ جب تک خیمہ موجود ہے باہر قدم نہ رکھنا شریعت کی حد کو نہ توڑنا تو بی بی باہر نہیں نکلیں وہیں کھڑے کھڑے فرمایا:۔

یَابْنَ سَعْدٍ اَتَنْظُرُ وَ یُقْتَلُ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ

اے سعد کا بیٹا عمر! تو دیکھ رہا ہے اور میری ماں کا سرمایہ لٹ رہا ہے حسینؑ ذبح ہو رہے ہیں اور تو یہ منظر دیکھ رہا ہے۔ظالم نے کوئی جواب نہ دیا پھر مخدومہ کائنات نے تقریباً کم و بیش تیس ہزار کے لشکر جرار کو خطاب کیا: هَلْ فِيْكُمْ مُسْلِمٌ آیا تمہارے درمیان کوئی بھی مسلمان نہیں رہ گیا جو میرے بھائی کو بچانے کے لیے آگے بڑھے؟۔ لیکن دُنیا کے کتوں نے کوئی جواب نہ دیا تو پھر بی بیؑ بےتابانہ لہجے میں کہتی ہے کہ اے کاش آسمان کا شامیانہ زمین پہ گر جاتا، اے کاش کہ میں زمین میں دھنس جاتی: یا لیت الموت اعزمنی الیوم ۔ اے کاش میں زینبؑ مرگئی ہوتی اور بھائی کی یہ دردناک حالت نہ دیکھتی ۔لیکن میں کیا کہوں بی بیؑ دہائیں دیتی رہی،ظالم کا کند خنجر چلتا رہا، جب اُس نے بارھویں ضرب لگائی اور امامؑ عالی مقام کا سرِ اقدس تن اطہر سے جدا ہوا تو اس نے نوک نیزہ پر سوار کیا ۔دن کا وقت تھا سورج گہن لگ گیا،سیاہ رنگ کی آندھیاں چلنے لگ لگیں، آسمان سے تارے نمودار ہو گئے ہاتفانِ غیبی نے آوازیں بلند کیں:۔

لَقَدْ قُتِلَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَا لَقَدْ ذُبِحَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَا

امامؑ نے گردن کٹوا کر، پورا کنبہ شہید کرا کر اور اپنا سر نوک نیزہ پہ بلند کرا کر دُنیا کو خاموشی کے ساتھ یہ پیغام دیا کہ:۔

؎ چڑھ جائے کٹ کے تیرا سر نوک سنان پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

اَلَا لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔ وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔